A HIGH CLASS SPIRITUAL MAGAZINE

OM

EDITOR

GOPI NATH NANDA

REGD. L. No. 3622.

A High Class Spiritual Magazine

MONTHLY "OM" LAHORE.

ISHWAR ANK

ANNUAL NUMBER

ॐ

एकं सत विप्राः बहुधा वदन्ति


ایشور انک


ISHWAR ANK SINGLE COPY Rs. 2 ONLY.

Editor :—GORAKH NATH NANDA.

Muawan Khasusi—Prof. NIRMAL CHANDRA.

-l. 9	March & Ap. ' 1942.	No. 3-4

Annual Subscription Including ISHWAR ANK. { Inland Rs. 3-8-0
Foreign Rs. 4-12-0

Printed by L. Gorakh Nath Nanda at the Amrit Electric Press, Railway Road Lahore, and published by him from the "OM" Office, Lohari Mandi, Lahore, and tri-colour photoes printed at the Gita Press, Gorakhpur.

नारायण



ध्येयः सदा सवितृमण्डलमध्यवर्ती नारायणः सरसिजासनसन्निविष्टः ।
केयूरवान् कनककुण्डलवान् किरीटी हारी हिरण्मयवपुर्धृतशङ्खचक्रः ॥

ॐ

پربھو سے بنتی!

(از شری سوامی ہنس سروپ صاحب ودیا کھیان مارتنڈ)

پربھو تجھ سے عزّت نہ زر چاہتا ہوں   جہاں پر کرم کی نظر چاہتا ہوں
ملے راج شاہی نہ ہو اُس کی خواہش   جھکیں تیرے در پہ وہ سر چاہتا ہوں
ہو تیرے دوارے کی بھگون فقیری   امیری نہ میں کرّوفر چاہتا ہوں
دُکھی کوئی دیکھوں نہ ہرگز جہاں میں   میں خوشحال ہر اک بشر چاہتا ہوں
کسی کو بھی روگی نہ دیکھوں میں ہرگز   یہی چاہتا ہوں اگر چاہتا ہوں
مٹے دُشمنی جگ سے بغض و عداوت   فساد اور جھگڑا نہ شر چاہتا ہوں
ہو بھارت میں الفت محبّت و پریتی   میں خوش بھائی بیٹا پدر چاہتا ہوں
مٹے کام کرودھ اور موہ لوبھ مَتسر   یہ شُدھ پاک ہردے جگر چاہتا ہوں
پربھو میری بھگتی پہ خوش ہوں یا نہ ہوں   میں بنتی میں اپنی اثر چاہتا ہوں
ہو ست دھرم کا راج ایشور جہاں میں   ہوں پاٹھ یگیہ گھر گھر چاہتا ہوں
دھرم پر فدا ہونے والے ہوں پیدا   بزرگوں کی دل میں قدر چاہتا ہوں
یہ نیکی میں چمکیں سدا اس جہاں میں   پربھو مثل شمس و قمر چاہتا ہوں
جو ہوں پیش تیرے تو ہو سُرخرو منہ   میں ہرگز نہ زیر و زبر چاہتا ہوں
نہ آوے کبھی خیال پاپوں کا ہرگز   گناہوں سے میں درگذر چاہتا ہوں
پربھو آسرا اور تیرا ہو تقوے   میں پھرنا ادھر نہ اُدھر چاہتا ہوں
کریں کام جو شُبھ نہ ہووے رُکاوٹ   تیری کرپا میں ہر بسر چاہتا ہوں
پربھو تیری بھگتی ہو پرچار ہی من میں   یہی کرم بس عُمر بھر چاہتا ہوں

رہیں ہنس روشن سدا اس جہاں میں
میں دائم و قائم مگر چاہتا ہوں

از منشی سورج نرائن صاحب مہر

میرا جلال

وہ بے نشاں ہوں میں میرا نشاں نہیں ہے
میں ذاتِ لامکاں ہوں میرا مکاں نہیں ہے

میں ہوں کیا سناؤں کیونکر تمہیں بتاؤں
ہستی و نیستی کا مجھ میں گماں نہیں ہے

پستی سے ہوں میں نیچا رفعت سے ہوں میں اونچا
مجھ میں زمیں نہیں ہے اور آسماں نہیں ہے

ذاتِ بسیط میری ہر قید سے بری ہے
مجھ میں نہیں نہیں ہے اور مجھ میں ہاں نہیں ہے

دیکھو مجھے خلا میں دیکھو مجھے ملا میں
ملتا ہوں ہر جگہ میں جلوہ کہاں نہیں ہے

ہر جسم ہے میرا ہر جان جاں ہے میری
کہتا ہے کون میرا جسم اور جاں نہیں ہے

محصور ہے مکاں سے محدود ہے زماں سے
مجھ تک پہنچ پاتا وہم و گماں نہیں ہے

میرا جمال جنت میرا جلال دوزخ
یہ عز و شاں بھی لیکن کچھ عز و شاں نہیں ہے

محوِ صفات ہیں سب پہنچے ہیں ذات کو کب
جو میرا راز جانے وہ راز داں نہیں ہے

میری ہے خوش بیانی میری ہے سب روانی
اے مہر تیری ہرگز طبع رواں نہیں ہے

رسالہ اوم لاہور کا ایشور انک



فہرست مضامین

ماہ مارچ و اپریل ۱۹۴۲ء



قیمت فی پرچہ
دو روپے ۲

سالانہ چندہ
تین روپے آٹھ آنہ

ممالک غیر سے چار روپے بارہ آنے ۴/۱۲

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں



دیباچہ

ایشور وہ لاانتہا روح ہے جو تمام کائینات میں پھیلی ہوئی ہے وہی سب کچھ ہے۔ اور اُسی میں سب کچھ ہے شاستر کاروں نے جگیاسوؤں کو سمجھانے کے لئے اُس کا سروپ ست چت آنند اور پورن بتایا ہے۔ دراصل اُس کا کوئی نام نہیں۔ وہ ان اندریوں یعنی حواسوں سے دور پرے ہے۔ اُس تک ان اندریوں کی رسائی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ اندریاں اُس سے ہی ظاہر ہوئی ہیں۔ اس لئے اُس روح القدس کو یہ ہے "کہکر درسانا (دکھلانا) ناممکن محض ہے، البتہ قدرت کے کاموں سے جن میں بڑے بڑے قوانین اور طاقتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک زبردست اور لاانتہا طاقت موجود ہے جو قدرت کے کاموں کو باقاعدگی کے ساتھ چلا رہی ہے۔ ناستک لوگ جو ایشور یا خدا کے نام سے نفرت کرتے ہیں۔ اور ظاہرا طور پر ایشور سے منکر ہیں۔ وہ بھی اس قانون قدرت کے قایل ہیں۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ زمین سمندر۔ نیز پانچ بھوت (عناصر) آکاش وایو اگنی جل اور پرتھوی ان سب کا پیدا کرنے والی اور ان کو ایک قانون کے ماتحت قایم رکھنے والی۔ موسموں کی وقت پر تبدیلی کرنیوالی۔ جسم کو پیدا کرنیوالی اور اُس کو بڑھانے گھٹانے والی قوت بیج کو وقت مقررہ پر نمودار کرنے والی قدرت کیا اُس لاانتہا زندگی اور غیر محدود طاقت کو ظاہر نہیں کرتی جو اس کائینات کی اصلی حقیقت ہے؟ دُنیا کے تمام مذاہب کا یہانتک تو اتفاق ہے۔ نیز آجتک دُنیا میں جتنے روحانیت کے فلاسفر یوگی مہاتما ہوئے ہیں۔ سب نے اتفاق رائے سے دُنیا کے لوگوں کو اُس ذاتِ حقیقی کی پہچان کے لئے مختلف سادھن بتائے ہیں۔ اس لئے اُن مختلف سادھنوں اور اصولوں کے کارن مختلف مذاہب نظر آتے ہیں۔ ورنہ عقیدہ سب کا ایک ہی ہے۔ اس لئے دانا لوگ تمام مذاہب کو ایک ہی مذہب کی مختلف شاخیں تصوّر کر کے کسی کے ساتھ عداوت نہیں کرتے بلکہ سب گذشتہ رہنماؤں اور بزرگوں کو جنہوں نے سچائی کی تلاش کی اور ست کو پرگٹ کیا۔ اُن کی دلی عزّت کرتے ہیں۔ اور یگانگت کے مسئلہ کا ہی دُنیاوی لوگوں میں پرچار کرتے ہیں۔ جس شخص کو معرفتِ حقیقی حاصل ہو جاتی ہے۔ اُسکی نظر میں سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور وہ سب کے ساتھ بے غرضانہ محبت کرتا ہے۔ اُسکے اندر سے بدگوئی اور عیب جوئی کا میلان جاتا رہتا ہے اور وہ ہر قسم کی بُرائی یا بدی سے دُور ہو جاتا ہے۔ ہمیں وہ اعلیٰ درجہ کی پاک روشنی بھر جاتی ہے جس سے محبّت نیکی اور انصاف خود بخود پھوٹ پھوٹ کر نکلتے ہیں۔

پرماتما ہمارے ہردہ کے اندر وشیش روپ سے اپنا جلوہ دکھا رہا ہے جس بھی مہاپرش نے اُس کو اپنے ہردہ مندر میں ہی محسوس کر کے حاصل کیا ہے۔ اور بعد میں اُس کا ظہور بیرونی دُنیا میں جو کہ محض اندریوں کا ہی کاریہ ہے۔ دیکھا ہے وہ نیکی اور سچائی کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ ہم جس قدر اُس مقدس ذات کو باطن میں موجود اور ظاہر میں پرتیکش محسوس کرینگے۔ اُسیقدر ہمارے اندر اُس ذاتِ پاک کی تمام پوشیدہ طاقتیں نمودار ہوتی جاویں گی۔ اور ہم اپنے اندر ایک نئی اور

نرالی دُنیا کا ظہور دیکھینگے۔ یہ ظاہرا دُنیا ہمیں ایک خواب کی دُنیا نظر آئے گی۔ اور ہم اس کو اپنے ہی سنکلپ سے پیدا شدہ تصور کرنے لگیں گے۔ اسکے متعلق تمام درِڑھ واسنائیں یکدم کافور ہو کر ایک اَمرت کا چشمہ ہمارے ہردے سے بہہ نکلیگا۔ اور ہم محسوس کرنے لگیں گے۔ کہ دُکھ اور مُصیبتوں کا پہاڑ دھوآں بن کر کہیں اُڑ گیا ہے۔ اور ہم شانتی کے اتھاہ سمُندر میں غوطہ زن ہیں۔ جس شخص نے اُس آبِ حیات کے چشمہ سے ایک گھونٹ بھی پی لیا ہے۔ اُس کی نظروں میں اندریوں کے سُکھ بالکل تُچھ ہو جاتے ہیں اس سنسار کے پدارتھ اُس نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ وُہ سُورگ یعنی بہشت کے ناپائیدار سُکھوں کو بھی بلکہ اِندر کی پدوی کو بھی حقیر خیال کرتا ہے۔ دُکھ سُکھ گرمی سردی بھُوک اور پیاس کو برداشت کرنے کی طاقت اُس میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ وُہ دُنیا داروں کے ساتھ تعلق رکھتا ہُوا بھی بے تعلق رہتا ہے اُسکے اندر راگ دویش نام کو بھی نہیں رہتے۔ وُہ عزّت بے عزّتی میں سمان رہتا ہے۔ اس کے ہردہ میں پرکاش ہو جاتا ہے۔ اُسکی بُدھی نرمل ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا شریر کومل ہو جاتا ہے۔ وُہ تینوں گنُوں سے نیارا ہو کر بھی ستوگُن کو اپنا آلہ کا بنا تا ہے۔ وُہ پریم کا مجسّمہ ہوتا ہے۔ جیو جنتوؤں پر دَیا اور کرونا اُس کا سبھاوِک گُن ہو جاتا ہے۔ تمام قدرت خادمہ کی طرح اُس کا حُکم بجا لاتی ہے۔ وُہ سرب شکتی مان کیساتھ مل کر سرب گُن سمپن اور تمام طاقتوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ اوّل تو اُسکا کوئی سنکلپ ہی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی سنکلپ اُٹھے بھی تو وُہ فوراً پُورن ہو جاتا ہے۔ وُہ شریر من بُدھی سے پرے اور سنکلپ وکلپوں سے رہت ستّا ماتر چیتن آتما ہوتا ہے۔ وُہ شریر سے کام لیتا ہُوا بھی شریر سے نیارا ہی رہتا ہے۔ وُہ ایک غیر محدود عقل اور طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ وُہ سمجھتا ہے۔ کہ وُہ اور اُسکا حقیقی باپ یعنی پرماتما روح کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔ وُہ اصل حقیقت کو بذاتِ خود سمجھ لیتا ہے اور امر ہو جاتا ہے۔ اُس اصل حقیقت تک رسائی حاصل کرنیکے کے لئے ہی اس "ایشوانک" میں موجودہ اور زمانہ کے چوٹی کے فلاسفروں اور مہاتماؤں کے مضامین کو اکٹّھا کر کے ناظرین "اوم" کے پیش کیا جاتا ہے۔ امید کامل ہے۔ کہ ست سنگی سجنوں کے لئے یہ ایک مُفید چیز ثابت ہوگا۔ اور ایشور کی پراپتی کا (جو کہ اصل میں پراپت ہی ہے لیکن اگیان کی وجہ سے ہمیں پرتیتی نہیں ہوتی۔ اُس اگیان کو رفع کر کے سچّا اور حقیقی گیان حاصل کرنے میں) ایک ذریعہ ثابت ہوگا۔ اس پُستک کو تیار کرنے میں جن جن مہاپرشوں نے ہماری قلمی معاونت فرمائی ہے نیز مالی امداد فرمائی ہیں ہم اُنکا ہارِدِک دھنباد کرتے ہیں جن جن خریدار صاحبان نے اپنی معیادِ خریداری ختم ہونیسے پیشتر ہی ہمیں چندہ ارسال کر کے ہماری مالی مشکلات کو دُور کیا ہے ہم اُن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں شریمان پنڈت دھرم چند جی بھارگو مینجنگ ڈیرایٹر امرت الیکٹرک پریس لاہور نے چھپائی کا کام نہایت توجہ سے کیا ہے۔ اور وقت مقررہ کے اندر دیا ہے جس کے لئے ہم اُن کے شکر گذار ہیں۔ بابو شانتی سروپ مینجر رسالہ ہذا و بابو اتر لوک سنگھ بھلّہ و بابو ہربنس لال ساہنی خوشنویساں و بابو سومناتھ کلرک وغیرہ تمام سٹاف نے نہایت تندہی سے اس "ایشور انک" کی تکمیل میں حصّہ لیا ہے۔ اس لئے وُہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ یورپ کے ہولناک جنگ کی وجہ سے کاغذ کی گرانی بلکہ پنجاب میں متواتر ہڑتال کے کارن نایابی کی وجہ سے ہم اس انک کو اپنی دلی خواہش کیمطابق ضخیم بنانے میں اسمرتھ رہے ہیں نیز آرٹ پیپر کا نرخ از حد بڑھ جانیکے کارن ہمنے صِرف تین سہ رنگی تصاویر ہی دیکر اکتفا کیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین ہماری مجبوریوں کو نظر انداز کرتے ہُوئے ہماری اس تُچھ بھینٹ کو قبول فرما دیں گے ؎

"گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

آخیر میں ہم اُس ست چت آنند سروپ ایشور سرب شکتی مان سے پرارتھنا کرتے ہیں۔ کہ وُہ ہم سب کے انتہ کرن سے مل وکھشیپ اور آورن دوش دُور کرنے کے لئے ہمیں شکتی پردان کریں تاکہ ہم اُنکی ستّا کو انوبھو کر سچا گیان حاصل کریں جس سے سنسار میں سُکھ شانتی اور آنند پھیلے اور پاپ نشٹ ہو — اوم شانتی شانتی شانتی —

ایشور پریمی کا سیوک :- گورکھ ناتھ نندہ

شری گنیش آئینہ

ساز ویدک

اوم

مترجمہ از کین اپنشد

از فخر الشعرا جناب منشی تلوک چند صاحب محروم

کر نہیں سکتی ہے اصلا جس کو گویائی بیاں — بلکہ خود جس سے ہوا کرتی ہے گویائی عیاں

تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان

من سے جو تخیل کے ہرگز نہیں بنتا ہے جال — بلکہ من خود جس سے رہتا ہے سدا محوِ خیال

تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان

دیکھنے کے واسطے جس کو نہیں درکار آنکھ — بلکہ ہے جس کے کرم سے صاحبِ ابصار آنکھ

تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان

جو نہیں محتاج سُننے کو ذرا بھی کان کا — بلکہ خود کانوں کو دیتا ہے جو احساس صدا

تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان

زندگی جس کی نہیں ہے منحصر انفاس پر — بلکہ خود انفاس جس سے زندہ ہیں آٹھوں پہر

تو اُسی کو برہم جان

وہ نہیں ہے برہم جس کا لوگ دیتے ہیں نشان



از شریمان سردار ہری سنگھ صاحب ملا ٹیکیو

येनेरिताः प्रवर्तन्ते प्राणिनः स्वेषु कर्मसु ।
तं वन्दे परमात्मानं स्वात्मानं सर्वदेहिनाम् ॥

ارتھ:- جس کی پریرنا سے پرانی اپنے اپنے کرموں میں پرورت ہوتے ہیں۔ اُس تمام جیووں کے نج سروپ پرماتما کو نمسکار ہو
॥ केनेषितम् ॥ اتیادی کین اُپنشد کو ہم سام وید کی طلب کارشاکھا ॥ तलबकार ॥ کے اندر سُنتے ہیں۔ اس کے اندر دیوتاؤں کی باہمی گفتگو ہے۔ جب دیوتاؤں نے اُسروں پر فتح پائی تو وہ فخریاب ہو گئے۔ اور اُنہوں نے تکبّر کیا۔ کہ یہ فتح ہماری ہے۔ یہ بڑائی ہماری ہے۔ یہ ہمارا ہی کام تھا۔ کہ ایسی فتح ہم نے حاصل کی۔ ایسا کون ہے جو ہماری طاقتوں کا مقابلہ یا اندازہ کر سکے۔ ہم ہی اس بڑائی کے لائق ہیں۔

مگر پرماتما برہم نے جب اُن کے تکبّر کو دیکھا تو اُس کے توڑنے کے لئے یکھش यक्ष کے رُوپ میں مجسم ہو کر آیا۔ اُنہوں نے نہ پہچانا یہ کون یکھش ہے۔ اُنہوں نے مل کر اگنی دیوتا کو کہا تم جاؤ اور اس کو دیکھو کہ یہ کون یکھش ہے۔ اُس نے کہا اچھا اور وہ اُس یکھش کے پاس گیا۔ ابھی اُس کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ یکھش اُس سے بولا تو کون ہے۔ اگنی نے جواب دیا میں اگنی ہوں اور جات وید میرا نام ہے۔ اُس نے کہا تم میں کیا فخر ہے۔ اور کیا طاقت ہے۔ جواب دیا کہ میں جو کچھ زمین میں ہے چاہوں تو دم بھر میں جلا دوں۔ یکھش نے اُس کے آگے ایک تنکا رکھا اور کہا کہ اسے جلاؤ۔ اگنی نے جہاں تک اُس کا مقدور تھا۔ جلانے کے لئے زور لگایا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے ڈرا اور خود کو بے طاقت جانتا ہوا واپس آیا۔ اور دیوتاؤں سے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ یکھش کون ہے۔

پھر اُنہوں نے وایو دیوتا سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تم جاؤ۔ اور پہچانو کہ یہ یکھش کون ہے۔ اُس نے کہا اچھا اور چل دیا ابھی ہوا کے دیوتا نے کچھ نہیں کہا تھا۔ کہ یکھش بولا تو کون ہے۔ جو لاد ھڑک چلا آیا ہے۔ جواب دیا کہ میں ہوا کا دیوتا ہوں۔ اور ماترشوا میرا نام ہے۔ اُس نے کہا تم میں کیا فخر ہے۔ اور کیا طاقت ہے۔ بتلایا کہ میں جو کچھ زمین میں ہے۔ چاہوں تو ایک دم میں اُڑا دوں۔ اُس نے پہلے کی مانند اس کے آگے بھی ایک گھاس کا تنکا رکھا۔ اور کہا۔ اسے اُڑا دو۔ وایو نے جہاں تک

زور تھا۔ اُسے اُڑانے کی کوشش کی لیکن اُڑا نہ سکا۔ اِس لئے یہ بھی ڈرا اور آپ کو بے طاقت جانتا ہُوا واپس آیا۔ اور دیوتاؤں سے کہا۔ کہ مَیں نہیں جانتا کہ یہ یکھش کون ہے۔

تمام دیوتا حیران تھے۔ کہ بالآخر یہ یکھش کون ہے چنانچہ اپنے راجہ اندر سے گذارش کی کہ اے بھگون اب آپ ہی اِسے جانیں۔ اِندر نے کہا اچھا اور چل دیا۔ اندر ابھی اُسکے نزدیک نہیں پونچا تھا۔ کہ یکھش غائب ہوگیا۔ چونکہ وُہ اُس کے فخر اور تکبّر کو کمزور کرنا چاہتا تھا۔ اور محض اسی غرض کے لئے ظاہر بھی ہُوا تھا۔ اُس کی زیادہ حقارت کرنے کا خواہاں تھا۔ اس لئے اُسے اپنا مُنہ تک نہ دکھایا۔ اِندر حیران تھا۔ اور شرم کے مارے شوک کے سمندر میں غرق ہوتا چلا جاتا تھا۔ اور چُپ چاپ کھڑا من میں سوچتا ہی تھا۔ کہ اُس نے اُسی جگہ جہاں یکھش انتردھیان ہُوا تھا۔ ایک نہایت حسین عورت کو دیکھا اور اُس سے پُوچھا کہ اے ماں! یہاں یکھش کون تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ اے بیٹا! یہ برہم تھا جس کے طُفیل تم اسُروں پر فتحیاب ہوئے اور جس کے سبب تم فخر اور تکبّر کرتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بڑائی ہماری ہے۔ یہ فتح ہم نے پائی ہے۔ اے اِندر۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بل تمہاری طاقتیں اپنی نہیں بلکہ سب اُس کی دی ہُوئی ہیں۔ داتا اگر کوئی چیز مانگ لاتا ہے۔ تو کیا اُس کا مالک ہو جاتا ہے؟ اور اُس کے سبب جو کام کرتا ہے۔ تو کیا اپنا سمجھتا ہے؟ پھر بھلا کیوں تم میں ایسا تکبّر آیا؟

وُہ دیوی بھگوتی اُما تھی۔ اندر نے اُس کے اُپدیش سے جان لیا۔ کہ یہ برہم ہے۔ اور پھر اندر کے اپدیش سے دیوتاؤں نے بھی ایسا جانا۔ کہ ہم کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ جب کہ ہماری پشت پناہ سرب شکتی مان۔ سرب ویاپک۔ سب کا آتما سب سے بڑا ہے۔ جسے چاہے فتح دے جسے چاہے شکست دے۔ کوئی فتح نہیں پاتا مگر وُہی۔ کوئی بھی شکست نہیں کھاتا۔ مگر وُہی۔ اُس کے سب چیز تر اور اُس کا سب بلاس ہے۔

چونکہ اِن تین دیوتاؤں نے سب سے پہلے برہم کو دیکھا تھا۔ اور اُن کا تکبّر سب سے پہلے ٹُوٹا تھا۔ اور دیوتاؤں سے یہ اعلےٰ دیوتا قرار پائے۔ اور اِن میں سے بھی اِندر نے اگنی اور وایو سے بھی پہلے بھگوتی اُما دیوی کی طُفیل برہم کو پہچانا اور تکبّر چھوڑا لہٰذا یہ اُن دونو سے بھی بالاتر اور بڑے مرتبے والا ہُوا کیونکہ یہ برہم کو دیکھنے اور پہچاننے کی فضیلت ہے۔ مگر وُہ جو اُس برہم کو آتم رُوپ سے انوبھو کرتا ہے۔ اور اُس کے خاص وصل کو پاتا ہے۔ اُس کی تو کیا ہی مہماں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وُہ جلوہ عین ادھیاتم کا ہے۔ اور یہ تو فقط ادھی دیو رُوپ ہے۔

پھر اُنہوں نے اُما دیوی سے پُوچھا کہ اے ماں! کس طرح ہم اُسے دیکھیں۔ اور آتم رُوپ سے اُس کا احساس پاویں بولی بیٹا۔ اُس کی کبریائی کا شغل کرو اور اپنا تکبّر چھوڑو۔ نیز اس شغل میں شم دم تپ نیک عمل اور ویدوں کا پڑھنا یار کرو۔ تو تمہارے اندر ہی فکر و غور سے وُہ آتم رُوپ ہو کر دکھائی دے گا۔ اور تب اُس کا وصل نصیب ہوگا۔ دیکھو مَیں اُس سے ہمیشہ وصل پائی ہُوئی ہُوں۔ اور اِسی سبب تم تمام میری بھبھوتیاں (اشائیں) ہو۔ لیکن مَیں ہی نہیں جو بھی اُسے ایسا جانتا ہے۔ اور اُس کی پراپتی میں سادھنوں کو یار کرتا ہے۔ بالآخر پاتا ہے۔ اِس لئے اے دیوتاؤ! तपसा ब्रह्म विजिज्ञासस्व || یعنی تپ سے اُسے جاننے کی کوشش کرو اور بس۔ اس طرح کی تعلیم دے کر بھگوتی اُما دیوی بھی انتردھیان ہوگئی۔

اے دوستو پھر تو اُن کا تکبّر ٹوٹ گیا۔ اور اُنہیں چٹک لگ گئی کہ کیونکر ہم اُس سے وصل پاویں۔ اور اُس کی کبریائی میں داخل ہوں۔ اُنہوں نے بھگوتی پاربتی کی فرمائش کے مطابق شم دم تپ جپ شروع کر دیئے۔ اور جب ان سادھنوں سے

سمپتن ہوئے تو ست سنگ کی مجلس کر کے اپنے اندر اُسے تلاش کرنے لگے۔ چونکہ یہ قاعدہ کُلی ہے۔ کہ "جویندہ یابندہ" ہوتا ہے یعنی جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے اُسے پالیا اور کبریائی میں داخل ہو گئے۔ جس طرح اُنہوں نے مجلسوں میں اُسے غور کر کے پایا وُہ اب ذیل میں سُنیئے اور یہاں سے ہی کین اُپنشد کے منتروں کا لفظی ترجمہ تفصیل کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔

First Section.

ॐ केनेषितं पतति प्रेषितं मनः । केन प्राणः प्रथमः प्रैति युक्तः ।
केनेषितां वाचमिमां वदन्ति चक्षुः श्रोत्रं क उ देवो युनक्ति ॥ १ ॥

ارتھ۔ یہ من کس کی منشا سے چلایا ہُوا اپنے وشیوں میں گرتا ہے۔ کس کی مرضی سے یہ مکھیہ پران سانس لیتا اندر چلتا ہے۔ کس کے حکم سے یہ کلام بات چیت کرتا ہے۔ اور ایسا کون دیوتا ہے جو آنکھ اور کان کو وید اور شنید میں جوڑتا ہے

ترجمہ

By whom decreed, (by whom) appointed, does the mind speed (to its work)? By whom ordained does the first life proceed?

By whom decreed, is the word pronounced? Which god assigns (their functions to) the eye and ear?

دیکھیا اس کین اُپنشد کے بالکل شروع میں اس قسم کے سوال کا ہونا کچھ خاص مطلب رکھتا ہے۔ اور وُہ یہ ہے۔ کہ یہ اُپنشد جیسا کہ اُوپر بیان ہُوا ہے۔ سام وید کی طلب کار شاکھا کا نواں ادھیائے ہے۔ چونکہ اس سے پہلے آٹھ ادھیاؤں کے اندر کرم اور اُپاسنا کا اچھی طور پر تذکرہ ہو چکا ہے۔ اور اُس کے اندر کرموں کے پھل سورگ اور برہم لوک کا بھی کافی بیان ہُوا ہے لہٰذا سادھن (کرم) اور سادھیہ (پھل) ان دونو سے ورکت ادھیکاری پُرش کے ہی برہم سروپ جاننے کی اچھا ہُوا کرتی ہے جسے جگیاسا یا وودشا کہتے ہیں۔ سادھن سادھیہ یا کریا کارک اور پھل سے الگ جگت کا کچھ وجود نہیں۔ چنانچہ جب ہی ادھیکاری ہو کر اس کے اندر انت اور دُکھ بدھی اُتپن ہوتی ہے۔ برہم جگیاسا کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہ امر فی الواقع دُرست معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب تک آدمی کے دل میں دُنیاوی خواہشات کام کرتی ہُوں یعنی اُسے اس لوک اور پرلوک کے وشئے بھوگوں میں آسکتی ہوتی ہے۔ اُس کے اندر بھگوت پراپتی کی اچھا اُتپن نہیں ہوسکتی۔ مگر جونہی وُہ دُنیا مافیہا کو است اور متھیا جانتا ہے۔ اور اُس کی ہر ایک شئے کا امتیاز کرتا ہے۔ تو اُسے کسی ایک ست اور سُکھ رُوپ وستو جاننے کی اُتکٹ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ جسے جگیاسا یا مُمکشا کہتے ہیں۔ اور اسی لئے وُہ تب گوروؤں کی تلاش کرتا ہے۔ جو اُسے ادھیاتم ودیا کا اُپدیش کرتے ہیں۔ اور جس کے اُوپر عمل کرنے سے آہستہ آہستہ اپنے لکھش کو پالیتا ہے۔ چونکہ اس کین اُپنشد کے ادھیکاری دیوتاؤں نے بھگوتی پاربتی کی فرمائش کے مطابق جپ تپ اور شم دم آدی سادھن شروع کر دیئے تھے۔ اور اُن سادھنوں سے سمپتن ہو کر گاہ بگاہ ست سنگ کی مجلسیں بھی کرتے تھے۔ اور ہر چند اس چٹنگ کے باعث گوشہ نشین بھی [illegible] اس قسم کی جگیاسا یعنی [illegible] پہلے منتر میں ہی ظاہر

ہے۔ کا اُدے ہونا ——— نہایت جائز اور موزوں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جہاں قلب صاف اور مُصفّا ہوتا ہے۔ وہاں ہی اس قسم کی تیبر خواہش اُتپن ہوتی ہے۔ کہ "وہ کون ہے جس کی منشا سے چلایا ہوا من اُلٹا پلٹتا ہے۔ اور کس کی مرضی سے یہ پلوٹھا پران سانس لیتا ہے۔" وغیرہ ذالک۔

اُوپر بتلاتے ہوئے اس سدھانت کی تصدیق ہم منڈک اُپنشد کے اندر پاتے ہیں جہاں وید منتر ہمیں بتلاتا ہے کہ

परीक्ष्य लोकान् कर्म चितान् ब्राह्मणो निर्वेद मायान्नास्त्य कृतः कृतेन ।
तद्विज्ञानार्थं स गुरुमेवाभिगच्छेत् समित्पाणिः श्रोत्रियं ब्रह्मनिष्ठम् ॥

یعنی کرم سے ہونے والے تمام لوکوں کی پریکھشا کر کے اور اُنہیں است اور متھیا جان کر براہمن (مُمکھشو) ویراگ کو پراپت کرتا ہے۔ چونکہ سنسار میں نت پدارتھ نہیں ہے۔ اور انت سے اُسے مطلب نہیں رہتا۔ لہٰذا کسی ایک نت اور ست کے ساکھیات گیان کے لئے وہ ہر پر لکڑیوں کا بھار اُٹھا کر برہم شروتری اور برہم نشٹھ گوروؤں کے پاس جاتا ہے۔ یوں اس سادھیہ سادھن رُوپ جملہ پرپنچ سے ورکت ہوئے۔ ادھیکاری پُرش کو ہی برہم جگیاسا اُتپن ہوتی ہے اس کے اندر مندرجہ بالا منتر کافی دلیل رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ सन्यस्य श्रवणं कुर्यात् ॥ یعنی تمام کرم اور اُن کے پھلوں کی خواہش کو تیاگ کر ویدانت مہاواکیوں کو گوروؤں سے سُنے یہ وید کی شرُتی بھی آشکارا حکم دیتی ہے۔ کہ کرم کو پھل کے ساتھ چھوڑ کر ہی آدمی برہم ودیا کا ادھیکاری ہوتا ہے۔ نیز دھرم شاستر کے اس اگلے شلوک سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور وہ شلوک یہ ہے۔

"त्वं पदार्थ विवेकाय सन्यासः सर्व कर्मणाम्
श्रुत्येह विहितो यस्मात्त्यागी पतितोभवेत ॥"

جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ چونکہ تونگ پدارتھ کے وویک کے لئے تمام کرموں کے سنیاس کو شرُتی کہتی ہے۔ اس لئے تونگ پدارتھ شودھن کا سادھن رُوپ شرون منن اور ندھیاسن کا تیاگ کرنے والا پتت ہوتا ہے یعنی پرمارتھ سے بھرشٹ ہو جاتا ہے۔

بھگوتی گیتا سمرتی کے اندر بھی بتلایا ہے کہ जिज्ञासोरपि योगस्य शब्द ब्रह्मातिवर्तते ॥ کہ موکھش کے سادھن تو گیان کا جگیاسُو یعنی یوگ بھرشٹ بھی شبد برہم یعنی وید کے کرم کانڈ دوارہ بتلائے ہوئے سورگ آدی پھلوں کو اُلنگھن کر جاتا ہے۔

اس قسم کی بے شمار شرُتی سمرتی موجود ہیں۔ جو پرمان رُوپ سے بتلائی جا سکتی ہیں۔ اس لئے شرُتی سمرتی اور انوبھو سے یہ ثابت ہے۔ کہ جہاں ویراگ آدک چتشٹے سادھن سمپن ادھیکاری ہوتا ہے۔ وہاں لازمی طور پر وودشا یعنی بھگوت تتو جاننے کی اِچھا اُدے ہوتی ہے۔ اور جب قلب کے اندر یہ شروع ہوتی ہے۔ تب یقیناً اس قسم کے وچار اُپستھت ہوتے ہیں کہ "وہ کون ہے جس کے باعث من سنکلپ وکلپ کرتا ہے۔ اور وہ کون دیوتا ہے جس کی شکتی سے پران خود بخود اندر باہر چلتا ہے۔" اتیادی۔

اگر فی الحقیقت ایسا نہ ہوتا تو کرم اُپاسنا اور گیان کا سلسلہ بھی ہم ویدک گرنتھوں کے اندر نہ پاتے۔ مگر ہم اس کی اعلےٰ ترتیب کو اُن میں دیکھتے ہیں۔ کہ وہاں پہلے کرم اور اُپاسناؤں کو بمعہ اُن کے پھلوں کے بیان کیا جاتا ہے۔ اور ازاں بعد اُن ہی کرم اور اُپاسناؤں کے پھل کو انت اور تچھ بتلا کر کے اور اُن سے ہٹا کر برہم ودیا کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اور ٹھیک اور ویدکی شاکھاؤں کی طرح اس سام وید کی طلب کار شاکھا کے اندر بھی پہلے ادھیاؤں میں کرم اور اُپاسنا نیز اُن کے پھلوں کو بتلایا ہے۔ اور اُس کے نانویں ادھیائے میں جو عین یہ کین اُپنشد ہے۔ بالکل شروع سے برہم جگیاسا دکھائی گئی ہے کہ "केनेषितं पततित प्रेषितं मनः" اتیادی۔

اتنا ہی بھومکا کے متعلق کافی ہے۔ اب ہم اس منتر کے بھاو ارتھ کو کہتے ہیں۔ مگر پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ من پران اور اندریے اپنے اپنے وشے میں خود بخود گرتے ہیں یا اپنے سے غیر کسی اور سے متحرک ہوتے ہیں۔ سرسری نگاہ میں گو ان سے جدا کسی غیر ہستی کا تصور نہیں ہوتا جو انہیں حرکت میں لاتا ہے۔ مگر اس قسم کے یقین سے بھی معاملہ حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اگر من پرورتی اور نورتی میں پوراسوتنتر ہوتا تو کبھی بھی براچنتن نہ کرتا۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ یہ جان بوجھ کر بھی اپنے انرتھ کو سوچتا ہے۔ اور روکے جانے پر بھی دُکھ دایک کارج میں اُترتا ہے۔ اور جب من کی یہ حالت ہے۔ تب اس من کے زیر رہنے والی اندریاں کب سوتنتر اور آزاد ہو سکتی ہیں جن کی تمام پرورتی اس کے آدھین ہے۔ یوں پران بھی من کے بغیر جڑ ہے اور چونکہ بجز کسی نہ کسی چیتن کے جڑ میں حرکت کا ہونا ناممکن ہے۔ اندریں حالات مجبور ہو کر ماننا ہو گا کہ ان تمام سے جدا ان تمام کو حرکت میں لانے والا کوئی ایک امر وجوبی ہے۔ جو اپنی ہستی سے ہست اور قائم بالذات ہے۔ مگر وہ کون ہے۔ اور کیا چیز ہے۔ اس کے جواب میں ہم کچھ نہیں کہتے۔ کیونکہ خود شرتی بھگوتی اگلے منتر میں اس کے بیان میں فرماتی ہے۔

श्रोत्रस्य श्रोत्रं मनसो मनो यद्वाचो ह वाचं स उ प्राणस्य
प्राणश्चक्षुषश्चक्षुरति मुच्य धीराः प्रेत्यास्माल्लोकाद मृता भवन्ति ॥ २ ॥

ارتھ:- وہ کان کا کان اور من کا بھی من ہے۔ وہ کلام کا کلام ہے۔ پران کا بھی پران اور آنکھ کی بھی آنکھ ہے۔ اس طرح جو اُسے جانتا ہے۔ قیدِ شریعت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور یہاں سے جاتا اُمرت ہو جاتا ہے۔

ترجمہ۔

He who is the ear of the ear, the mind of the mind, the speech of speech, is verily the life of life, the eye of the eye.

The wise who have abandoned (those individual existences) when departing from this world, becomes immortal.

ویاکھیا جس سے سُنا کرتے ہیں۔ وہ کان ہے یعنی جو شبد کے سُننے میں سادھن یا ذریعہ ہے۔ وہی کان کہلاتا ہے۔ مگر اُس کا بھی جو کان ہے۔ وہی وہ ہے۔ جو سوال میں پوچھا گیا ہے۔ کہ "وہ کون دیوتا ہے۔ جو آنکھ اور کان کو دید اور شنید میں جوڑتا

یا اِس طرح کے گُنوں والا ایک ویکتی وشیش ہی کان وغیرہ کا پریرک ہے۔ لیکن اُس کے اندر یہ کہنا کہ "وہ کان کا کان ہے" ٹھیک اَور درست جواب معلُوم نہیں ہوتا۔ مگر ہم ناظرین کو بتلا دینا چاہتے ہیں۔ کہ شرُتی بھگوتی کا یہ سمادھان نہایت اعلےٰ اور پُر معنی ہے۔ چُونکہ وہ پریرک بذاتِ خُود کوئی خاص صفت یا گُن نہیں رکھتا لہٰذا اُسے کیونکر بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ شرُتی بھگوتی کی مہربانی ہے۔ کہ وُہ نہایت دانائی سے ہمیں اُس بے چُون وچرا کا بھی اشارہ کرتی ہے۔ اگر سچ مُچ کان آدکوں کے ویاپار سے جُداکوئی اپنے ویاپار سے یُکت پریرک ہوتا تو اِس قسم کا جواب درست نہ تھا۔ مگر یہاں کان آدکوں کے ویاپار سے علیحدہ کوئی ایسا نیامک موجود نہیں جو اپنے ویاپار سے وِشِشٹ ہو کر پریرنا دیوے۔ اِس لئے ایسا کہنا کہ "وُہ کان کا کان ہے"، بجا اور نہایت اعلےٰ جواب ہے۔

مگر "کان کا کان ہے" اِن پدوں کے اندر گو پہلے "کان" پد کے معنی شرد تر اِندرے ہے۔ جیسا کہ اُوپر بیان ہُوا ہے۔ دُوسرے "کان" پد سے کیا مُراد ہوگی۔ اگر اِس دُوسرے پد کے معنی بھی پہلے پد کے سے ہُوں۔ تب تمام عبارت مہمل اور الفاظ فضُول ہُوں گے۔ کیونکہ "وُہ کان کا کان ہے"۔ اِس سے کُچھ بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اور جس طرح ایک پرکاش کو دُوسرے پرکاش کی ضرُورت نہیں ہوتی یُوں ہی ایک کان کو دُوسرے کان کی بھی ضرُورت نہ ہوگی۔ اِس لئے دُوسرے کان پد کے معنی کیا ہونے چاہئیں۔ یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ جس کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ شرُتی بھگوتی قطعی طور پر اِس لفظی بحث میں جانا نہیں چاہتی۔ اُس کی مُراد یہاں صرف اِتنی ہے۔ کہ جس کے سبب کان سُنتا ہے یا آنکھ دیکھتی ہے۔ وہی وُہ پریرک "کان کا کان ہے"۔ تو گویا دُوسرے لفظوں میں مطلب شرُتی بھگوتی کا محض اُس شکتی یا طاقت سے ہے۔ جس کی بدولت یہ شُنید اور دید اظہار پاتے ہیں۔ چنانچہ اِس کی تصدیق دیگر وید کے چند منتروں اور سمرتیوں سے کی گئی ہے جو یہ ہیں۔

आत्मनैवायं ज्योतिषास्ते पल्ययते कर्म कुरुते विपल्येतीति ।	مطلب۔ آتم جیوتی سے ہی بیٹھتا اُٹھتا بازار جاتا تمام کاروبار کرتا ہے۔ اور واپس آتا ہے۔
तमेव भान्तमनुभाति सर्वं ।	" اُس کے پرکاش سے یہ تمام روشن ہوتے ہیں۔
येन सूर्यो सपति तेजसेद्धः ।	" جس کے تیج سے تیجوان ہو کر سُورج بھی تپتا ہے۔
यदादित्य गतं तेजो जगद्भासयतेऽखिलम् ।	" جو نُور سُورج میں آکر سارے سنسار کو روشن کرتا ہے
क्षेत्रं क्षेत्री तथा कृत्स्नं प्रकाशयति भारत ।	" اَے بھارت۔ تمام کھیتر کو کھیتری پرکاش کرتا ہے۔
नित्योऽनित्यानां चेतनश्चेतनानाम् ।	" جو انت پدارتھوں کی ستا ہے اور جو من بُدھی آدی چیتن پدارتھوں کا بھی پرم چیتن وستو ہے۔

اِسی طرح وُہ من یعنی انتہ کرن کا بھی انتہ کرن ہے۔ کیونکہ چیتن جیوتی کے پرکاش کے بغیر وُہ بھی اپنے وِشئے سنکلپ وکلپ یا نشچے کرنے کو سمرتھ نہیں۔ یُوں وُہ کلام کا بھی کلام ہے۔ اور پران کا بھی پران ہے۔ یعنی اُسی کے باعث زُبان کے اندر بولنے کی طاقت ہے۔ اور پران میں بھی جیون سمرتھ ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ دُوسری جگہ وید پھر گھوشنا کرتا ہے۔

कोह्येवान्यात कः प्राण्यात । यदेष आकाश आनन्दो न स्यात ॥

یعنی اگر یہ آنند سروپ پرماتما ہر دہ آکاش میں موجود نہ ہوتا تو کون زندہ رہتا اور کون پران میں گتی کا موجب ہوتا۔

اسی طرح پھر ایک جگہ اُپنشد کے اندر منتر کہتا ہے۔ ऊधर्वं प्राणमुन्नयत्यपानं प्रत्यगस्यति ॥ کہ یہ پرماتما ہی پران کو اُوپر لے جاتا ہے۔ اور اپان وایو کو نیچے کی طرف چھوڑتا ہے۔

یُوں آگے چل کر اسی کین اُپنشد کے اندر بھی येन प्राणः प्रणीयते । तदेव ब्रह्मत्वं विद्धि ॥ ارتھات اُسی کو تم برہم جانو جس کے باعث آدمی کی کوشش کے بغیر بھی پران خُود بخُود دِن رات حرکت کرتا رہتا ہے۔ ایسا کہیں گے۔

گو اس منتر میں کان اور آنکھ آدک گیان اندریوں کے پرکرن میں پران سے بھی ناک اندرے لینا ہی واجب تھا۔ تاہم مُکھیہ پران کے بھی گرہن سے ناسکا اندرے خود بخود اس کے اندر شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ ناک ہی تو پران کے وِہار کی بھُومی ہے جہاں وُہ بچرتا ہے۔ اس لئے مُول اُپنشد میں مُکھیہ پران کا گرہن ایکُت نہیں۔

یُوں لُبِ لُباب اس تمام ودیا کھیا کا یہ ہی دکھایا گیا ہے۔ کہ جس کے کرپا پرساد سے ان تمام اندریوں انتہ کرن اور پران میں چیوت شکتی موجود ہے یا جس کے باعث آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سُنتے ہیں۔ زُبان بولتی ہے۔ دِل و دماغ سوچ اور بچار کرتے ہیں۔ وُہی برہم ہے۔ اور وُہی "केनेषितं पतति प्रेषितं मनः ॥" اس دیوتاؤں کر کے پُوچھے ہُوئے سوال کا مختصر حل ہے۔

اب اس کے بعد اس گیان کے پھل کو شُرتی بھگوتی کہتی ہے۔ کہ دھیر پُرش اس طرح جان کر اَمرت ہو جاتا ہے مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اور اور اُپنشد کے منتروں میں تو فقط یہ ہی سُنتے ہیں۔ کہ پرماتما کے گیان سے اَمرت تتو ملتا ہے جیسا کہ شویتا شتر کا منتر بھی پکارتا ہے۔ तमेव विदित्वाऽतिमृत्युमेति ॥ یعنی پرماتما کو جان کر مَوت کو اُلنگھن کرتا ہے کیونکہ وُہ کان کا کان ہے" محض اتنے جاننے سے اَمرت تتو کی پراپتی ہوگی۔ اور ایسا ماننے سے دُوسرے وید منتروں کے ساتھ وِرودھ بھی آئے گا؛ ہاں ٹھیک ہے۔ مگر یہاں بھی تو شُرتی بھگوتی کا وُہی بھاو ہے۔ اس لئے کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ جیو فقط ان آنکھ کان من پران اور جسم وغیرہ میں آتم ابھیمان کر کے اور اُن کی اُپادھی سے مل کر خُود کو جنمتا مرتا اور سنساری دیکھتا ہے۔ ورنہ جُونہی ان کے اندر آتم وویک سے آسکتی کا تیاگ کرتا ہے۔ مُکت ہو جاتا ہے۔ اس لئے شُرتی بھگوتی کا فرمان کہ دھیر زن و فرزند مال و زر میں تصوّرِ خودی کو چھوڑ کر اَمر ہو جاتا ہے قطعی طور پر صحیح اور دُرست ہے۔

بھُومکا۔ اب چُونکہ وُہ برہم کان کا بھی کان ہے۔ اس لئے اُنہوں نے کہا۔

न तत्र चक्षुर्गच्छति न वाग्गच्छति नो मनो न विद्मो न विजानीमो-
यथैतदनुशिष्यादन्यदेव तद्विदितादथो अविदितादधि । इति
शुश्रुम पूर्वेषां ये नस्तद्व्याचचक्षिरे ॥ ३ ॥

ارتھ۔ وہاں نہ تو آنکھ جا سکتی ہے۔ نہ کلام پُہنچتی ہے۔ نہ من جا سکتا ہے۔ نہ ہم خُود ہی جانتے ہیں۔ کہ کیونکر اُسے سکھلاویں لیکن داناؤں سے ہم نے یُوں سُنا ہے۔ جنہوں نے ہمیں سکھلایا کہ وُہ نہ تو معلُوم ہے اور نہ مجہُول بلکہ معلُوم اور مجہُول

سے برتر الگ ہے۔ کیونکہ جو اناتم یا بیگانہ ہے۔ وُہ یا معلوم ہوگا یا مجہُول پر وُہ تو ان دونوں سے الگ عین علم ہے۔

ترجمہ۔

Him (the Supreme Brahman) does not approach the eye, or speech, or mind.

We do not recognise (Brahman as any thing perceptible); therefore we do not know how to teach him (his nature). It is even different from what is known (from the manifested universe) if you then say, it must be the unmanifested, the reply is no ie; it is also beyond what is not known. Thus we heard from the teachers who explaincd it to us.

ویاکھیا۔ اُس برہم میں آنکھ نہیں جاتی کیونکہ برہم آنکھ کا اپنا آپ ہے۔ اور اپنے میں اپنی گتی کا ہونا ناممکن ہے۔ اسی طرح زبان بھی اُسے بیان نہیں کر سکتی کیونکہ وُہ زبان کا بھی اپنا آپ ہے۔ اور وُہ جو اُس کے بھی اندر ہے۔ اُسے کیونکر بیان کرے۔ نیز یہ بھی جان لو کہ واکیہ اندرے تب بولتا ہے جب اُس کے سامنے کوئی چیز معلومہ ہوتی ہے۔ مگر برہم جو اُس واکیہ اندرے سے باہر نہیں۔ اُسے کیونکر کہے کیونکہ وُہ اُس کا آتما ہے۔ اور اپنے آتمہ میں کسی کا پرویش نہیں ہوتا۔ جس طرح آگ اپنے سے جُدا لکڑی کو جلاتی ہے۔ خود کو جلا نہیں سکتی۔ یُوں ہی بانی اُسے نہیں بولتی کیونکہ وُہ اُس سے غیر نہیں۔ بلکہ عین اُس کی ذات اور اودھشٹان ہے۔ اسی طرح من بھی اُس کے سمجھنے اور جاننے میں قاصر ہے۔ من کا بھی یہ سُبھاؤ ہے کہ وُہ اپنے سے جُدا کو ہی جانتا یا نشچے کرتا ہے مگر برہم اُس من سے جُدا نہیں جیسے وُہ سمجھے یا جانے۔ وُہ تو اُس من کا بھی آتما ہے۔ اُسے کیونکر اپنی گرفت میں لا سکتا ہے۔ اور چونکہ انتہہ کرن اور گیان اندریوں کے سوائے گیان کا کوئی اور ذریعہ موجود نہیں۔ لہٰذا شرُتی بھگوتی بیان فرماتی ہے کہ ہم یہ نہیں جانتے۔ کہ وُہ برہم کیا ہے۔ اور اسی لئے ششیوں کے پاس بھی اُس کے بیان میں ہم قاصر ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ جو چیز جاتی گُن کریا سمبندھ والی ہوتی ہے۔ اُس کے متعلق اُپدیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر برہم ان تمام سے رہت ہے کیونکہ وُہ ادویت نرگُن نشکریہ اور انگ ہے۔ اس لئے بتلائے جانے کے مستحق نہیں۔ مگر چونکہ یُوں اُس کے بیان کا بالکل ہی نشیدھ ہو جاتا ہے۔ اور ادھر ہم اُسکے بیانات میں شاستر کو ہی پرمان سنتے ہیں۔ اس لئے شرُتی بھگوتی خود اُس کی تردید کرتی ہُوئی اس کے اندر پرمان واضح کرتی ہے۔ کہ وُہ برہم ودت اور اودت دونو سے پرے ہے۔ شے معلومہ کو ودت کہتے ہیں۔ اور جو علم میں نہ آوے اُسے اودت بولتے ہیں۔ یوں ودت تمام ویاکرت یعنی استھول سوکھشم پرپنچ ہے اور اودت اویاکرت یعنی مُول پرکرتی ہے۔ مگر برہم ان ہر دو سے اُوپر ہے۔ اور جملہ کارج کارن سے ولکھشن تو ہے۔

مطلب شرُتی کا یہاں یہ ہے۔ کہ وُہ جو علم میں آجاتا ہے۔ وُہ تو معلوم ہوتا ہے۔ اور وُہ جو علم میں نہیں آتا مجہُول ہوتا ہے۔ مگر خود علم نہ تو علم میں آسکتا ہے۔ اور نہ ہی علم سے باہر رہ سکتا ہے۔ چونکہ وُہ خود علم ہے۔ اس لئے ممکن نہیں کہ آپ ہی علم علم میں آجاوے۔ اس طرح وُہ نہ تو معلوم ہے اور نہ مجہُول بلکہ عین علم عین آتما ہے۔ اس میں اشیاء روشن ہوتی معلوم دیتی ہیں۔ اور اسی میں نفی ہُوئی بے معلوم ہو جاتی ہیں۔ مگر وُہ جو معلوم اور نامعلوم کا آئینہ ہے۔ وُہ ہی آتما ہے۔ نہ ودت کو استھول اور سوکھشم پرپنچ ہونے کے باعث گراہیہ تو سمجھے اور اویاکرت کو کارن مُول پرکرتی ہونے کے

سبب اگراہیہ یعنی تیاجیہ تو تصور کریں ۔ کیوں جملہ سرشٹی کاریہ اور کارن آتمک ہونے سے گراہیہ اور تیاجیہ تو ماتر ہے مگر برہم تو چونکہ ودت اور اودت دونو سے اوپر ہے ۔ لہٰذا اس کی تعریف میں یہی لکھشن کہنا ہوگا ۔ کہ وہ گرہن اور تیاگ سے پرے ہے ۔ اور یہ فی الواقع امر صحیح ہے ۔ کہ برہم روپ آتم نہ گرہن کیا جا سکتا ہے ۔ اور نہ ہی چھوڑا جاتا ہے ۔ جس طرح آپ کو آدمی نہ پکڑ سکتا ہے ۔ اور نہ ہی چھوڑ سکتا ہے ۔ کیونکہ پکڑنے یا چھوڑنے والا خود آدمی ہی تو ہے ۔ اسی طرح آتم برہم کو بھی سب کا آپا ہونے سے وہ نہ گرفت میں آنے والی شئے ہے ۔ اور نہ ہی چھوڑنے کے لائق بلکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو شرتی بھگوتی یہاں اس برہم کا عین آتم روپ سے ہی اپدیش کرتی ہے ۔ کیونکہ آتم وستو کے سوائے ودت اور اودت سے جدا کوئی شئے سنسار بھر میں موجود نہیں یعنی جو گرہن یا تیاگ سے باہر ہو ۔ اس لئے آتما ہی برہم ہے یہ اس منتر کا تاتپریہ ارتھ ہے اور اس کے اندر

"अयमात्मा ब्रह्म ।।" یعنی یہ آتما برہم ہے ۔

"प्रज्ञानम् ब्रह्म" ।। یعنی پرگیان (جیو) برہم ہے ۔

"अहंब्रह्मास्मि" ।। یعنی میں برہم ہوں ۔

"तत्त्वमसि" ।। یعنی تو وہ ہے ۔

ایسی انیک اپنشد شرتیاں پرمان کی جا سکتی ہیں ۔

آخر میں شرتی بھگوتی इति शुश्रम पूर्वेषां ये नस्तद्व्याचचाक्षिरे ।। ان پدوں سے اس ودیا کی پراپتی گو گوروؤں سے بتلاتی ہے ۔ کہ یہ ہم نے پورب آچاریوں کے منہ سے سنا ہے ۔ جنہوں نے ہمارے لئے اسے کہا ۔ اور یہ امر صحیح بھی ہے ۔ کہ خواہ کوئی کتنا دانا اور عاقل کیوں نہ ہو برہم کی معرفت کو فضل مرشد بنا نہیں پاتا اور دوسری جگہ بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے ۔ جہاں وید منتر کہتا ہے ۔ کہ "आचार्य्यवान् पुरषोवेद" یعنی آچاریہ سے ہی جانتا ہے आचार्य्याद्ध्येव विद्या विदिता साधिष्ठं प्रापत्" ۔ یعنی آچاریہ سے ہی پائی ہوئی ودیا درڑھ ہوتی ہے یہ وچن بھی پرمان روپ ملتا ہے ۔

بھومکا अन्यदेव तद्विदितादथो अविदितादधि । یہ ویدانت سمپردائے والوں کا واکیہ تھا ۔ جسے شرتی بھگوتی نے پرمان روپ سے بتلایا چنانچہ اس کے تاتپریہ ارتھ کو اور بھی درڑھ اور صاف کرنے کے لئے ذیل کے پانچ منتر اب اکٹھے بیان ہوتے ہیں

यद्वाचानभ्युदितं येन वागभ्युद्यते ।
तदेव ब्रह्मत्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ।। ४ ।।
यन्मनसा न मनुते येनाहुर्मनो मतम् ।
तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ।। ५ ।।
यच्चक्षुषा न पश्यति येन चक्षुंषि पश्यति ।
तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ।। ६ ।।

यच्छ्रोत्रेण न शृणोति येन श्रोत्रमिदꣳ श्रुतम् ।

तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ७ ॥

यत्प्राणेन न प्राणिति येन प्राणः प्रणीयते ।

तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ८ ॥

इति प्रथमः खण्डः ॥ १ ॥

ارتھ:- (۱) جو کلام سے نہیں کہا جاسکتا۔ مگر جس سے کلام بولتا ہے تم اُسے ہی برہم جانو۔ یہ برہم نہیں جسکی تم بندگی کرتے ہو

(۲) جو من سے نہیں سوچا جاتا۔ مگر جس سے من سوچتا ہے " " " " " " " "

(۳) جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ مگر جس سے آنکھیں دیکھتی ہیں " " " " " " " "

(۴) جو کانوں سے نہیں سنائی دیتا۔ مگر کان جس سے سُنتے ہیں " " " " " " "

(۵) جو ناک سے نہیں سونگھا جاتا۔ مگر ناک جس سے سونگھتا ہے " " " " " " " "

ترجمہ:-

(I) Think that, which is not manifested by speech, and by which speech is manifested, as Brahman and not what is worshipped as this.

(2) Know that, which is not thought by the mind, and by which they say the mind is thought, as Brahman, and not what is worshipped as this.

(3) Know that, which is not seen by the eye, and by which they see the eyes, as Brahman, and not what is worshipped as this.

(4) Know that, which is not heard by the ear, and by which this ear is heard, as Brahman, and not what is worshipped as this.

(5) Know that, which is not breathed by breath, and by which breath is breathed, as Brahman and not what is worshipped as this.

مُنہ کے اندر آٹھ جگہ ہیں۔ جہاں سے کلام بولتا ہے۔ مگر برہم کے کہنے میں طاقت نہیں رکھتا۔ یہاں بھی پہلے والی ہی پرکریا جان لو۔ چُونکہ برہم کلام سے باہر نہیں۔ بلکہ اُسکے اندر ہے۔ اس لئے وہ اُسے بتلا نہیں سکتا۔ اور یہ قاعدہ کُلی ہے۔ کہ جو جس کے اندر ہوتا ہے۔ اُسے باہر والی شئے معلوم نہیں کر سکتی۔ مگر برہم چُونکہ کلام کے اندر واقع ہے۔ وہ تو اُسے بخوبی جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کلام تو اپنے چیتن جیوتی سروپ سے پرکاشت ہو کر پریوگ پاتا ہے۔ اور اسی

لئے بولنے میں سمرتھ ہوتا ہے۔ لیکن برہم ہو کلام کا بھی کلام ہے۔ جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کسی صُورت میں بھی کلام کر کے جانا نہیں جاتا۔ بلکہ اعلےٰ معرفت تو یہ ہے۔ کہ وُہ برہم ہی خُود کلام کے سُروپ میں جب اُترتا ہے۔ تب کلام ہو کر بات کرتا ہے۔ اور برہدارنیک اُپنشد میں "वदन्वाक्" اس شُرتی دوارہ برہم کو واکیہ سُروپتا بیان بھی ہوتی ہے۔ اور اس کی تحقیق ہمیں خواب میں بھی ہوتی ہے جب ہم نیند کے اندر خواب دیکھتے ہیں۔ تب ٹھیک وقت بیداری کی مانند بولتے اور بات چیت کرتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ تب ہماری یہ واکیہ اندری کام نہیں کرتی۔ اگر فی الواقع تب بھی یہ بولتی ہوتی تو سوتے ہُوئے کے نزدیک بیٹھے ہُوئے بھی اُس کی ہر ایک بات کو سُن پاتے مگر ایسا نہیں ہے۔ اس واسطے اس زُبان سے وُہ زُبان جس سے خواب کے اندر بولتا ہے اور ہے اور وُہ یقیناً برہم ہی ہے جو اُس وقت گفتگو کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ 'स वाग्यया

स्वप्ने भाषते' یعنی وُہ برہم ہی تب واکیہ اندریے رُوپ ہوتا ہے۔ چُونکہ انوبھوتا سے جُدا خواب کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اور وُہ انوبھو عین برہم ہی ہے۔ اس لئے انوبھو چیتن ہی تمام بھوگتا بھوگیہ اور بھوگ کی شکلیں لے آتا ہے۔ اور اسی سبب ہم کہتے ہیں۔ کہ تب کلام کی شکل میں بھی خُود انوبھو آتا ہی ہوتا ہے۔ مگر جب ہی اُس برہم سے جُدا واکیہ اندریے کا تصور کیا جاتا ہے۔ تب کہنا ہوتا ہے۔ کہ وُہ اُسے بیان نہیں کر سکتا۔ بلکہ خُود اُس سے وجُود پاتا بات چیت کرنے کے لائق ہوتا ہے۔

دیوتا آپس کی بات چیت میں یُوں کہتے ہیں۔ کہ اس آتم سُروپ کو ہی مہان ہونے کے کارن تُم برہم پہچانو اور جس کو آج سے پہلے اِدنگ رُوپ سے اُپاسنا کرتے رہے تھے۔ وُہ برہم نہیں ہے۔ اگرچہ چکھشو شروتر من بدھی اور پران ان تمام کے ساتھ متعلق ہونے سے وُہ برہم ہی درشٹا شروتا منتا بودھا اور جیو کہلاتا ہے۔ مگر یہ تمام کلپنائیں اُس نروشیش برہم میں محض اِن اِن اُپادھیوں کے باعث ہی ہوتی ہیں اس لئے اُس کا شُدھ سُروپ وُہی ہے۔ جو ان تمام کے بادھ سے باقی رہتا ہے لہٰذا اُسے ہی برہم جاننا چاہئیے۔ نیز 'तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि' ان پدوں کے اندر جو 'एवकार' پڑا ہے اُس سے شُرتی بھگوتی تمام اناتم وستوؤں میں برہم بھاونا کے نشیدھ کو ہی بار بار جتلانا چاہتی ہے۔ تاکہ تمام اُپادھیوں سے رہت نروشیش اَدر وستو کا علم ہو جاوے۔ یا یُوں جان لو کہ اس شُدھ وستو سے الگ اور اور اُپاسیہ دیوتاؤں میں بھی برہم بُدھی کی نورتی کے لئے ایسا اُپدیش شُرتی کرتی ہے۔ "अनिदं"

اس پرکار جو من سے منن نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جس سے من منن کرتا ہے۔ جسے آنکھ نہیں دیکھتی بلکہ جس کی مدد سے آنکھ رُوپ کو دیکھتی ہے۔ جسے کان سُن نہیں سکتا۔ بلکہ جس کی طُفیل شروتر اندریے سُنتا ہے۔ یا جسے ناک نہیں سونگھتا بلکہ جس کی سہائیتا سے ناک گندھ کو لیتا ہے۔ اُسی کو تُم برہم جانو اور جس کو عام لوگ اِدنگ رُوپ سے اُپاسنا کرتے ہیں۔ وُہ برہم نہیں۔ ان باقی ماندہ چاروں منتروں کا ارتھ پہلے کی طرح ہی ہوگا۔

مگر پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جہاں شُرتی بھگوتی ایک بات کو دوبارہ کہنے کے لئے بھی تیار نہیں وہاں ان منتروں کے اندر کیونکر ایک ہی بات کو بار بار کہتی ہے۔ تو اس کا مختصر جواب یہی ہے۔ کہ وُہ برہم سمبندھی اس بیان کو خاص طور پہ نہایت ضروری جتلاتی ہے۔ اس لئے "پنر اُکتی" دوش کی بھی پرواہ نہ کرتی ہوئی ابھیاس کی خاطر اُسے ترجیح کے ساتھ کہتی ہے۔ اور ان پانچوں منتروں سے وُہ اس کے اصلی اور شُدھ سُروپ کو پرگٹ کرتی ہے جو عین گیان ہے۔ اور جو اِدنگتا کا وشئے نہیں۔ اسی لئے وُہ جو اِدنگتا کا وشئے ہو سکتا ہے۔ اُسے بار بار نشیدھ کرتی ہے۔ اور باقی "ان اِدنگ" وستو کو ہی شیش رکھتی ہے۔ جو تمام

کے بادھ کی اودھی رُوپ اور محض نرِوشیش درِشٹا ماتر ہے۔ جسے کوئی نہیں جان سکتا۔ مگر بعض کو اس موقع پر بھی بھرانتی ہوتی ہے
اور وہ اُسے شونیہ ہی جان لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ شونیہ کا بھی ساکھشی ہے۔ اور یہ ضروری نہیں۔ کہ جو جانا نہ جائے۔ وجود نہ رکھے۔
"न संद्दशे तिष्ठति रूपमस्य" اس کٹھ ولی شرتی کے مطابق بھی اُس کا سروپ درِشیہ میں نہیں ہے نیز "विज्ञातारमरे
केन विजानीयात" یعنی وگیاتا کو کس سے جانیں اس برہدارنیک شرتی کے مطابق بھی وہ عقل وخرد سے باہر ہے۔
مگر جان لو کہ اس قسم کے وید منتر اُسے خارج از وجود نہیں کرتے۔ بلکہ جس طرح کوئی شخص بھی اپنے چہرے کو سامنے نہیں پاتا۔
تاہم اُس کی ہستی سے کبھی بھی منکر نہیں ہوتا۔ یوں ہی گو پرماتما کے دیکھنے والی آنکھ یا سمجھنے والی بُدھی نہیں تو بھی وہ وجود سے
خالی نہیں۔ بلکہ قائم بالذات اور ہست مطلق ہے۔ اس طرح یہ پانچ منتر اُسی برہم میں ادِنگتا کا نشیدھ کرتے ہوئے اُس
کی ستا کا ہی اظہار کرتے ہیں۔ اور اُس کی اودیماننا نہیں بتلاتے۔ اور نہ ہی اس قسم کی تصدیق میں اُنکا کوئی مطلب ہی پایا جاتا
ہے۔ عامیان کو پرماتما کے متعلق ایک عام وہم سا ہے۔ کہ وہ اُسے اس نام یا اِس رُوپ اس صورت یا اِس شکل والا
سمجھتے ہیں۔ اور کبھی بھی ان باطل توہمات کو اُس سے جُدا نہیں کرتے اور یہ درحقیقت ایک صحیح امر ہے۔ کہ جب تک
اس قسم کی تحقیق آدمی نہیں پاتا وہ اِس برہم کے اصلی سروپ کو بھی نہیں سمجھتا اُسے ہرن گربھ وراٹ برہما وشنو شو گنپتی
درگا رام کرشن ان صفتوں سے موصوف کرنا واقع میں اُس کے اصلی سروپ کو چھپانا ہے۔ اور اُسے پرکھشن کرنا ہے۔
اور اِس کے برعکس اِن جملہ نام اور رُوپ سے الگ کرنا اُسے ٹھیک سمجھنا ہے۔ سوائے اس مطلب کے ان
پانچ منتروں کے اندر کچھ بھی مطلوب نہیں۔
بھومکا۔ اب اِس کے بعد اُنہوں نے امتحان کے طور پر جو کچھ کہا وہ بھی سُنئے اور اُسے بھی شرتی بھگوتی محض اِس
غرض سے بتلاتی ہے۔ کہ اگر اس کے علم میں کوئی خامی رہ گئی ہو تو وہ بھی دُور ہو جائے لہذا اُنہوں نے کہا۔

Second Section

यदि मन्यसे सुवेदेतिदभ्रमेवापि नूनं त्वं वेत्थ ब्रह्मणो रूपं। यदस्य त्वं यदस्य देवेष्वथ
नु मीमांस्यमेव ते मन्ये विदितं ॥ १ ॥

ارتھ:۔ اگر تُو جانتا ہے کہ "میں اچھی طرح جانتا ہوں" تو ابھی تو نہیں جانتا۔ بلکہ تھوڑا ہی جانتا ہے۔ اور اگر تُو یہ
جانتا ہے۔ کہ وہ میرے اندر ہے یا دیوتاؤں کے اندر ہے۔ تو یہ بھی اندک ہے۔ ابھی تجھے زیادہ غور کرنی چاہیئے۔

ترجمہ

It thou thinkest, I know well (Brahman), it is indeed little. If thou knowest of his nature as the individual soul or amongst deities it is still little and even to be considered more by thee. (still one said) I think he is known to me.

ویاکھیا۔ اس منتر میں شرتی بھگوتی نے جو کچھ بھی کہا ہے۔ وہ محض امتحان کی غرض سے کہا ہے۔ اور وہ بھی اس لئے
کہ اس آتم تتو کی تعلیم میں متلاشی حق کو کوئی خامی نہ رہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے۔ کہ ایک ہی مدرس سے سُننے والے کئی طالب

علموں کے اندر کوئی بالکل ٹھیک ٹھیک سمجھ لیتا ہے۔ اور کوئی نہایت معمولی طور پر بعض ایسے ہوتے ہیں جو سمجھتے ہی نہیں۔ اور کوئی اُسے بالکل اُلٹ ہی جان لیتے ہیں۔ دُنیاوی تعلیم کے اندر بھی جب ایسے ممکنات ہیں تو پھر لطیف سے لطیف اس برہم ودیا کے اندر اگر مغالطے پیدا ہو جاویں۔ تو کون تعجب ہے۔ ہم اس کے متعلق سام وید کی چھاندوگیہ اُپنشد کے آٹھویں ادھیائے میں سُنتے بھی ہیں۔ کہ پرجاپتی کے "य एषोऽक्षिणि पुरुषो दृश्यत एषआत्मा" یعنی "جو یہ آنکھ کے اندر دکھائی دیتا ہے۔ یہی آتما ہے"۔ اس اُپدیش کو کس طرح اسروں کے راجہ ویروچن نے اپنے قلب کے دوشوں کے سبب غلط سمجھ لیا تھا۔ اور محض جسم کو ہی عین آتما جان لیا تھا۔ اور دیوراج اندر نے بھی کس مشکل سے تین چار بار کہے جانے پر بھی اس آتما کو جُوں کا تُوں سمجھا۔ غرضیکہ جُوں جُوں قلب صاف ہوتا ہے۔ اور اس کے نقص دُور کئے جاتے ہیں۔ آدمی اس آتما کی تعلیم کے سمجھنے میں لائق ہوتا ہے۔ فی الفور نہیں۔ اس لئے شرتی بھگوتی کا اس منتر میں 'यदि मन्यसे' ایسا پُوچھنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ اس آتم تتو کی وِدیا میں ادھیکاری پُرش کو ذرا سا بھی شک نہ رہے۔

شرتی بھگوتی نے "اگر تُو جانتا ہے۔ کہ میں اچھی طرح جانتا ہُوں"۔ تو ابھی تُو نے اُسے تھوڑا ہی جانا۔ یا اگر تُو یہ جانے کہ "وُہ میرے اندر ہے یا دیوتاؤں کے ہی اندر ہے"۔

تو بھی یہ کافی نہیں۔ ان الفاظ میں بھگوتی کا مطلب صِرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ جو جانا جاتا ہے۔ ہمیشہ الپ یعنی محدود ہوتا ہے۔ اور جو چیز محدود ہوگی۔ وُہ کبھی برہم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ برہم ویاپک اور پُورن ہے۔ لہٰذا اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے ہی اُس نے ایسا کہا۔ ورنہ برہم کے چھوٹے بڑے بہت رُوپ نہیں جسے وُہ منع کرتی ہے۔ گو چھوٹی بڑی اپادھیوں کے ساتھ متعلق ہونے سے برہم بھی ہمہ صفت موصُوف ہوتا ہے۔ مگر وُہ اُس برہم کے اپنے وجُود نہیں۔ اُس کے شدھ اور نراپادھک سروپ کو تو شرتیاں "स एषो आत्मा नेति नेति" یعنی "یہ نہیں یہ نہیں" اس طرح تمام اپادھیوں کو ہٹا کر بیان کرتی ہیں۔

تاکہ جس دھرم یا گُن سے کسی کا نروپن کیا جاتا ہے۔ وُہی تو اُس کا رُوپ ہُوا کرتا ہے۔ یُوں برہم کا بھی جس دھرم یا گُن سے اُپنشد کار ورنن کرتے ہیں۔ وُہی اُس کا اپنا سروپ ہوگا۔ اس طرح برہم چُونکہ ست چت آنند ایسے گنوں یا دھرموں سے ویدوں میں بتلایا جاتا ہے۔ اس لئے سچدانند ہی برہم ہے۔ ایسا کہنا دُرست ہوگا۔ اور یُوں جس نے جانا ہے اُس کے ہاں غلطی کا امکان بھی نہیں پھر کیونکر شرتی بھگوتی امتحان کے لئے ایسا کہتی ہے۔ "यदि मन्यसे सुवेदेति" یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے؟

ٹھیک ہے مگر اُسے ست چت اور آنند کہنا بھی انتہ کرن شریر اور اندریوں کی اپادھی دوارہ ہی بتلانا ہے۔ جب آتما سے برعکس ہم دُنیا کے اندر جُملہ کائنات کو است جڑ اور دُکھ رُوپ پہچانتے ہیں۔ تو اس سے علیحدہ کر کے اُس کے سروپ کو سچدانند کہتے ہیں۔ ورنہ غور کیا جاوے۔ تو وُہ سچدانند بھی نہیں۔ اور یہ الفاظ بھی اُس پر فقط آروپ کئے جاتے ہیں۔ اور وُہ تو بے چُون و چرا قائم بالذات اپنی ہستی سے ہست ہے۔ اور اُس کے بیان میں زُبان گنگ اور مُطلق بند ہے۔

"اگر تُو یہ جانتا ہے۔ کہ وُہ میرے اندر ہے"۔ یا "اگر تُو یہ جانتا ہے۔ کہ وُہ دیوتاؤں کے اندر ہے۔ تو یہ کافی نہیں"۔ ان پدوں سے شرتی بھگوتی اُس کو ادھیاتم ادھی دیو اور ادھی بھُوت تمام اپادھیوں سے جُدا دکھلاتی ہُوئی اُسے تروشیش شانت اننت اور ادویت بھُوما بتلاتی ہے۔ اور اس لئے ابھی وُہ اور بھی غور کرنے یوگ ہے۔ کیونکہ اُس کا گیان آسان نہیں

یُوں جب امتحان کی خاطر ایک نے کہا۔ تب وُہ گوشہ میں چلا گیا۔ اور بعد کرنے وچار جو اُوپر دکھلائی گئی ہے بولا 'मन्ये विदित' । کہ میں ایسا مانتا ہُوں۔ کہ اب برہم مجھے وِدِت ہو گیا ہے۔ مگر پھر پُوچھتا ہے۔ کہ تُو کس طرح جانتا ہے۔ تو اُس نے جواب دیا۔

नाहं मन्ये सुवेदेति नो न वेदेति वेद च ।
यो नस्तद्वेद तद्वेद य उ नवेदेति वेद च ॥ २ ॥

ارتھ:۔ نہ تو میں کہہ سکتا ہُوں کہ میں جانتا ہُوں اور نہ کہہ سکتا ہُوں کہ میں نہیں جانتا۔ مگر وُہ جو ہمارے اس قول کو سمجھتا ہے" کہ میں نہیں جانتا اور جانتا ہُوں" وُہی جانتا ہے۔

ترجمہ۔

I do not think, I know him well; but it is neither that I know him not, nor is it that I know him, Whosoever amongst us knows that word "I do not know, I know him."
Knows him (Brahman).

ویاکھیا: میں اچھّی طرح جانتا ہُوں۔ ایسا نہیں مانتا۔ تب وُہ پھر پوچھتا ہے۔ تب تو تمہیں برہم وِدت ہی نہیں۔ مگر وُہ بولا میں نہیں جانتا ہُوں سو یہ بھی بات نہیں۔ جانتا بھی ہُوں۔ لیکن پھر پوچھتا ہے کہ ایسا کہنا کہ میں اچھّی طرح جانتا ہُوں" اور پھر بتلانا کہ ہاں" نہیں جانتا ہُوں"۔ یہ دونو باتیں ایک ہی وقت کیسے مُتضاد نہیں ہیں۔ اس لئے اگر تو یہ نہیں مانتا کہ اُسے اچھّی طرح جانتا ہُوں۔ تو پھر کیوں کہتا ہے کہ اُسے جانتا بھی ہُوں۔ شک وشُبہ کے بغیر جو بات اچھّی طرح جانی جاتی ہے۔ وُہ کبھی نہیں جانی جاتی ہے ——— ایسے نہیں ہوتا۔ یُوں نشچے سے ہلایا ہُوا بھی وُہ جس کے سمیک گیان ایک بار اُتپن ہو جاتا ہے کبھی بھی چلائمان نہیں ہوتا۔ چنانچہ اُوپر کہے ہُوئے **अन्यदेव तद्विदितादथो अविदितादधि,** یعنی وُہ برہم وِدت اور اوِدت دونو سے پرے ہے۔ اس ویدانت سمپردائے کے وچن کے آدھار پر گرجتا ہُوا بولا کہ وُہ جو میرے اس واکیہ کو ٹھیک ٹھیک سمجھتا ہے۔ فی الواقع وُہی سمجھتا ہے۔ اور وُہ ہمارا وچن یہ ہے **'नो न वेदेति वेद च"** جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا ہُوں۔ ایسے نہیں اور جانتا بھی ہُوں۔ اور یہ عین وہی چیز ہے جو پہلے **"अन्यदेव तद्विदितादथो । अविदितादधि"** اس سمپردائے واکیہ میں ویاکھیا کی گئی تھی۔ کہ وُہ جو علم میں آجاتا ہے۔ وُہ تو معلُوم ہوتا ہے۔ اور وُہ جو علم میں نہیں آتا مجہُول ہوتا ہے۔ مگر خُود علم نہ تو علم میں آسکتا ہے۔ اور نہ علم سے باہر رہ سکتا ہے چونکہ وُہ خُود علم ہے۔ اس لئے ممکن نہیں کہ وُہ آپ ہی علم علم میں آجاوے یا علم سے باہر ہو اس لئے وُہ نہ تو معلُوم ہے۔ اور نہ مجہُول بلکہ عین علم اور عین آتما ہے۔ اور ایسی سمجھ میں سمیک گیان کہلاتی ہے۔

یہاں معرکے کی بات صرف یہی ہے۔ کہ وُہ جو آتما سے غیر ہوتا ہے۔ وُہی عمُوماً آتما کے علم میں آسکتا ہے۔ آتما چُونکہ خُود عین علم ہے۔ جانا نہیں جاتا۔ بلکہ وُہ جو خُود عالم بھی ہوتا ہے۔ کیسے معلُوم ہو۔ اس لئے کسی کی طاقت نہیں کہ اُسے جان سکے۔ پس جو کُچھ شرُتی بھگوتی نے یہاں اُس کی معرفت کے متعلق ہمیں بتلایا ہے۔ وُہ عین صحیح ہے۔ اور اس سے زیادہ بیان کرنا

اب اگلے منتر میں سوال اور جواب سے الگ ہو کر شرتی بھگوتی خود اپنی طرف سے حکماً بتلاتی ہے۔

यस्यामतं तस्य मतं मतं यस्य न वेद सः ।
अविज्ञातं विजानतां विज्ञातम विजानताम् ॥३॥

ارتھ۔ جس نے کہا کہ "میں نے جانا" اُس نے نہیں جانا۔ اور جس نے کہا "نہیں جانا" اُس نے جانا کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ جو کہتے ہیں نہیں جانا جا سکتا۔ اور وہ نہیں جانتے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ وہ جانا جا سکتا ہے۔

ترجمہ:۔

By him who thinks that Brahman is not Comprehended, Brahman is comprehended; and he who thinks that Brahman is comprehended, does not know him.

Brahman is unknown to those who know him and known to those who do not know him.

ویاکھیا:۔ جس ودوان برہم وِدیا کا ایسا نشچے ہے۔ کہ برہم اوگیات یعنی اودت ہے۔ اُسے برہم کا ٹھیک ٹھیک گیان ہوتا ہے۔ اور اس سے برعکس جسے ایسی بھاونا ہے۔ کہ برہم گیات یعنی ودت ہے۔ اُس نے برہم کے سروپ کو ٹھیک ٹھیک نہیں پہچانا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جن عارفین کو برہم کے واستو سروپ کا گیان ہو جاتا ہے۔ وہ اُسے من بدھی آدی سے اگوچر ہونے کے سبب اگیات یعنی اگیہ جانتے ہیں۔ اسی لئے اُن کے پاس برہم اودت ہوتا ہے۔ اور وہ جو من بدھی وغیرہ آتما کی اُپادھیوں کو ہی آتما سمجھنے والے ہیں۔ اور آتما کا من اور بدھی آدی اُپادھیوں سے وویک نہیں رکھتے بوجہ جہل انہیں ہی آتما مان لیتے ہیں۔ اور ان ہی کے پاس تب آتما گیات یا ودت ہوتا ہے۔ چونکہ تمام اُپادھی گیات ہیں۔ ان کے ساتھ متعلق ہونے سے آتما بھی گیات سا ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کی تصدیق ہی عام لوگ کرتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں یہ بعض وادیوں کے بھی بھرانتی ہوئی ہے۔ چارواک ناستک اور لوکاتتک شریر کو ہی آتما جانتے ہیں۔ اور بتلاتے ہیں۔ کہ اسے ہی ہر کوشش سے تندرست اور خوش رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ جب یہ گر جاتا ہے۔ تب خاک ہو جاتا ہے یوں ہی اندرے آتم وادی اندریوں کو من آتم وادی من کو اور پران اُپاسک پران کو آتما تصدیق کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں بجز ان کے اس جسم ہیولا کے اندر اور کوئی غیر چیتن نظر نہیں آتا۔ اسی طرح وگیان وادی بودھ بدھی کو اور شونیہ وادی شونیہ کو ہی آتما تصور کرتے ہیں۔ اِدھر نیایک اور ویشیشکوں نے گیان اِچھا۔ دویش۔ پریتن۔ دھرم اور ادھرم۔ سکھ دُکھ اور سنسکار یہ نوگن آتما کے تسلیم کئے ہیں۔ نیز من کے سمبندھ سے جسم کے اندر چیتنتا بھی بتلائی ہے۔ یوں وادیوں کے اندر ایسی بھرانتی دیکھنے میں آئی ہے۔ اور چونکہ کیا جسم کیا اندریاں من بدھی پران یہ جملہ اُپادھیاں ودت یعنی گیات ہیں لہذا ان تمام وادیوں کے نزدیک آتما بھی گیات اور ودت ہوتا ہے مگر جنہوں نے اس کی تحقیق کی اور سا پنچ اور جھوٹے کا امتیاز بھی کیا۔ اُنہوں نے ان جملہ اُپادھیوں کو مول پرکرتی یا مایا کا ہی کارج سمجھا۔ اور آتما ان تمام سے برتر اور اوپر پہچانا وہی ودیکی ہیں۔ اور اُنہوں نے ہی راز کو سمجھا ہے۔ اس لئے اُن کے سدھانت کے مطابق آتما اودت اور اگیات ہے۔

ودت یا گیات نہیں ۔ اور اُن کی ثنا میں ہی شرتی بھگوتی کہتی ہے "جو کہتے ہیں نہیں جانا جا سکتا ۔ وُہی سچ مچ جانتے ہیں" دوسرے نہیں ۔

بھومکا ۔ برہم جاننے والوں کے پاس اگیات ہے ۔ ایسا اُوپر بیان ہُوا ۔ یُوں اگر وُہ بالکل ہی جانا نہیں جائے گا ۔ تب گیانی اگیانی کا کُچھ بھی بھید نہ رہے گا ۔ اور یہ مناسب نہیں ۔ علاوہ ازیں جاننے والوں کو برہم اوگیات ہے ۔ یہ بھی وِرُدھ پرتیتی ہے اس لئے برہم ٹھیک کیسے جانا جاتے اِس بات کے درشانے کے لئے اگلا منتر شروع ہوتا ہے ۔

प्रतिबोधविदितं मतममृतत्वं हि विन्दते ।
आत्मना विन्दते वीर्यं विद्यया विन्दतेऽमृतम् ॥ ४ ॥

ارتھ :۔ جو ہر ایک بُدھی برتی یعنی خیال میں جانا گیا ہے ۔ (وُہی برہم ہے) اور یہی اُس کا گیان ہے ۔ کیونکہ اس گیان سے ہی مکت ہوتا ہے ۔ آدمی آتم بل آپ سے پاتا ہے ۔ اور وِدیا دوارہ اَمرت ہو جاتا ہے ۔

ترجمہ :۔

If he is known to be the nature of every thought, he is comprehended. Hence from this knowledge one gains immortality.

Person gains power by one's own self and by knowledge immortality.

ویاکھیا ۔ اس منتر کے اندر برہم درشن میں نہایت اعلےٰ ترین یُکتی اختیار کی گئی ہے ۔ گو برہم سُروپ سے پروکھش ہے مگر بُدھی برتی کے پاس جب ہی ساکھشی بھاو کو پراپت کرتا ہے ۔ تو اُس کا آتم رُوپ سے اپروکھش گیان ہو جاتا ہے ۔ سوائے اس کے برہم کے ساکھیات کار کا اور کوئی بہتر اُپائے نہیں ۔ اس لئے یہ ہی اس کا گیان ہے کہ جب وُہ ہر ایک خیال کا ساکھشی ہُوا جانا جاتا ہے ۔ مگر یاد رہے کہ ایسا برہم درشن گھٹ پٹ کے درشن کی طرح نہیں ۔ گھٹ پٹ درشیہ چیزیں ہیں مگر برہم کسی حالت میں کبھی بھی کسی کا درِشیہ نہیں ہوتا ۔ وُہ ہمیشہ درِشٹا اور ساکھشی ہے ۔ گو درِشٹا بھی وُہ کہلاتا ہے ۔ جسے کوئی جان نہیں سکتا ۔ تاہم جب ہی وُہ بُدھی برتی کو پرکاشتا ہے ۔ تو اُس کا بُدھی سے بھن پرکاشک رُوپ سے دیدار ہو جاتا ہے اور یہ ہی اُس کا گیان مانا گیا ہے ۔ بجز اس کے اور صُورت نہیں ۔ اس کے اندر ہم راہو اسُر کی مثال دیتے ہیں ۔ جیسے راہو کا ہمیشہ آکاش کے اندر نواس ہے ۔ مگر اُسے کوئی نہیں دیکھتا ۔ لیکن بوقت سورج یا چاند گرہن جب یہ سُورج یا چاند کی نزدیکی کو پاتا ہے ۔ تو اُس کا عامیان کو اپروکھش درشن ہو جاتا ہے ۔ یُوں پرماتما بھی پری پُورن اور ویاپک ہونے کے باعث ہر جا حاضر بلکہ سب میں سب کُچھ ہے مگر تاوقتیکہ یہ بُدھی برتی کے نزدیک ساکھشی ہُوا بُدھی برتی کو نہیں پرکاشتا سب کی نظروں سے غائب اور پروکھش ہوتا ہے ۔ اور گو وُہ ہر سمے اپروکھش ہی ہے ۔ کیونکہ سویم پرکاش ہے ۔ اُس کی درِشٹی کا کبھی بھی لوپ نہیں ہوتا ۔ مگر اُس کا درشن آدمی شُدھ برتی کے بغیر کبھی نہیں پاتا ۔ جس طرح رُوپ کے دیکھنے میں محض ہماری آنکھ ہی ذریعہ ہوتی ہے ۔ یُوں پرماتما کے ساکھیات کار میں انتہہ کرن کی شُدھ برتی ہی مظہر بنتی ہے ۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پرماتما ہر ایک خیال یعنی بُدھی برتی کو روشن کرتا ہے ۔ جیسا کہ یہ منتر بتلا رہا ہے ۔ مگر بجز شُدھ بُدھی جسے سنسکرت

زبان میں "چدا برتی" کہتے ہیں۔ اس کا درشن محال ہے۔ اسی سبب کرم اور اُپاسنا آدمی جس قدر سادھن موکھش شاستر میں بیان ہوُئے ہیں۔ اُن تمام کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی رہی ہے۔ کہ ہر چند یہ برتی جو منظہر دیدارِ حق ہے۔ اُتپن ہو۔ چنانچہ بعد ریاضت اور تپ جب قلب حد درجے کی صفائی کو پاتا ہے۔ تو خود بخود اس کا انکشاف ہوتا ہے جس کے باعث آدمی کرت کرت اور دھان آنند کو پراپت کرتا ہے۔ اس کے اندر ہم ایک نہایت آسان پر کریا بتلاتے ہیں۔ جو متلاشی حق کے لئے ایک بہترین طریقہ سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اب اُسے بغور سُنئے۔

جملہ عالم کے اندر دُو ہی چیزیں ہیں۔ ایک دیکھنہار اور دُوسری دسنہار۔ اور یہ دونوں اہنگ اور توُنگ کی طرح ایک دوسرے سے بالکل الگ اور جدا جُدا ہیں۔ جو دیکھنہار ہے۔ وُہ دِسنہار نہیں اور جو دسنہار ہے وُہ دیکھنہار نہیں۔ ہم دیکھنہار کو درشٹا چیتن نام دیتے ہیں۔ اور دسنہار کو درشِ مایا پکارتے ہیں۔ اب اگر غور کیا جاوے تو دیکھنہار درشٹا چیتن ایک ہے مگر دِسنہار درشِ مایا انیک رُوپ ہے چونکہ مایا اپنے کارج سے اننت ہوتی ہے۔ اس لئے وُہ اننت ہے۔ مایا کا ہی رُوپ انتہ کرن اور اُس کی تمام برتیاں ہیں۔ اس لئے ہم دیکھنہار درشٹا کو ساکھشی کہتے ہیں۔ اور دِسنہار درشِ کو من بولتے ہیں۔ اب دیکھئے جب کبھی ہم گوشہ کے اندر دھیان کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ خیالات یکے بعد دیگرے آتے بھی ہیں۔ اور چلے بھی جاتے ہیں۔ مگر اُن کا دیکھنہار چیتن درشٹا ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے۔ خیال چونکہ درشٹا چیتن سے جانے جاتے ہیں۔ اس لئے وُہ تمام جڑ ہیں۔ کیونکہ جو جاتا جاتا ہے۔ وُہ ہمیشہ جڑ ہُوا کرتا ہے۔ مگر وُہ جو دیکھنہار درشٹا ہے۔ ہمیشہ جانتا ہے۔ کبھی بھی جانا نہیں جاتا۔ اسی لئے چیتن ہے۔ اور وُہ ساکھشی کہلاتا ہے۔ جو عین برہم ہے۔ اور آدمی کی اصل ذات ہے لیکن مُبتدی کو دیکھنہار اور دِسنہار کا وویک فی الفور نہیں ہوتا۔ اس لئے اُسے اس قسم کے ابھیاس میں کچھ رس بھی نہیں آتا۔ مگر جو اس طریقہ ابھیاس پر شروع شروع میں تو شردھا رکھتا ہے۔ اور اس پر پُورا ایمان لاتا ہے۔ اُسے تھوڑے ہی سمے میں ان دونوں کا امتیاز ہونے لگتا ہے۔ اور جب ایک بار ان کا ٹھیک ٹھیک وویک ہوتا ہے۔ تو آہستہ آہستہ بڑھنے لگتا ہے۔ جس طرح ناریل کا پھل جُوں جُوں پکتا ہے۔ باہر کے چھلکے سے علیحدہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ جب بالکل پک کر تیار ہو جاتا ہے۔ تو کثیف چھلکے کو مطلق چھوڑ دیتا ہے۔ یوں ہی جب بار بار اس کا ایکانت میں شغل ہوتا ہے۔ تو یہ دونو علیحدہ علیحدہ نظر آنے لگتے ہیں۔ اور اگر اس قسم کے ابھیاس کا مسلسل پرواہ کچھ سمے تک دیکھا جاوے۔ تو دھوپ اور چھاؤں کی طرح یہ دونو الگ الگ صاف دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کا جُدا جُدا نظر آنا ہی قلب کے پاک ہونے کی نشانی ہے۔ ایسی حالت میں حق کے طالب کو یہ وِچار کرنی چاہیے۔ کہ جو دیکھنہار درشٹا دِسنہار تمام برتیوں کا پرکاشک ہے۔ بالآخر کیا چیز ہے۔ کیا یہ چیتن ہو کر بھی مجھ سے الگ ہے۔ یا میرا ہی سروپ ہے۔ الگ ہے تو ایسا کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ تب دیکھنہار بھی تو خود میں ہی ہُوں۔ بجز میرے وُہ دیکھنہار بھی نہیں بن سکتا۔ اس لئے وُہ عین میرا ہی سروپ ہے۔ مجھ سے جدا ہرگز نہیں۔ وُہ ایک ہی ہے۔ گو وُہ اپادھی بھید سے انیک جیسا نظر آتا ہے۔ اور ٹھیک اس موقع پر کلام اعظم یعنی مہاواکیہ "اہنگ برہم اسمی" کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

اس طریقہ پر سادھک کو اُس دیاپک پری پُورن برہم کا آتم رُوپ سے اپروکھش گیان ہوتا ہے جس کے باعث یہ گیان وان ہوتا ہے۔ جب تک اس ہیولا جسم کو اُٹھائے پھرتا ہے۔ سُکھ سے بچرتا ہے۔ اور بعد گرنے جسم کے ودیہہ کیولیہ یعنی نربان پد کو پراپت کرتا ہے۔

کیونکہ شرتی بھگوتی نے اس منتر کے آدھے حصے میں بھگوت آتما کے گیان کا اُپائے اور اس کے پھل کو تبلایا۔ اب اگلے آدھے منتر کے دوارہ ॥ "आत्मना विन्दते वीर्य" ان پدوں سے بل کی پراپتی کو بھی اپنے ہی پرشارتھ سے شرتی بیان کرتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ آتم ساکھیات کار کو محض اپنی ہی کوشش سے پاتا ہے۔ گو اس میں شک نہیں۔ کہ بجز گورو اور شاستر بھی بھگوت آتما کا انکشاف نہیں ہوتا۔ مگر ان ہر دو باتوں کے اندر بڑھانا تو فقط آدمی کی اپنی کوشش ہے اس لئے اوپر بتلائے ہوئے طریق عمل کو جو بھی کرتے ہیں۔ اور کچھ خاطر خواہ کامیابی کی صورت نظر نہ آنے پر بھی اتساہ اور دھیرج کو نیز مستقل مزاجی کو نہیں چھوڑتے۔ انہیں یقیناً کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے سادھک کو چاہیے۔ کہ اس چیز کا بھیا ل دل لگا کر رہے۔ منڈک اپنشد کے اندر اس کی تصدیق بھی ہوئی ہے۔ اور وہ منتر کہتا ہے "नायमात्मा बलहीनेन लभ्यो" ॥ یعنی یہ آتما بل یعنی طاقت کے بغیر پایا نہیں جاتا۔ یہاں بل سے مراد جسمانی طاقت نہیں۔ بلکہ آتمک اور مانسک بل سے مراد ہے)

اس کے بعد ॥ विद्यया विन्दतेऽमृतम् ॥ اس منتر کے چوتھے پاد سے فقط پہلے کہی ہوئی بات کا پھر سے انوواد ماتر کیا گیا ہے۔ کہ ودیا سے ہی امرت بھاؤ کو پراپت کرتا ہے۔ اس لئے اسے اور لمبا کرنے کی ضرورت نہیں۔

بھومکا۔ لیکن کیا یہ شوک کا مقام نہیں۔ کہ اس دنیا کے اندر اس برہم بمبندھی مہان پھل والی آتم ودیا کے موجود ہوتے تمام پراپی کیا دیوتا اور کیا منش پرایا ہی اس ودیا سے شونیہ دکھائی دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے سنسارک دکھوں کی پرمپرا کو بھوگتے ہوئے جنمتے اور مرتے چلے جارہے ہیں۔ اور کبھی بھی سکھ اور آرام کا منہ نہیں دیکھتے۔ اس لئے اگلے منتر کے اندر شرتی بھگوتی اعلانیہ حکم دیتی ہے۔ کہ

इह चेदवेदीदथ सत्यमस्ति न चेदिहावेदीन्महती विनष्टिः ।
भूतेषु भूतेषु विचित्य धीरः प्रेत्यास्माल्लोकादमृता भवन्ति ॥५॥

ارتھ:- یہاں زندگی میں اگر جان لیتا ہے۔ تو ست ہے۔ نہیں جانا تو بڑا نقصان ہے۔ جو دانا ہے۔ وہ ہر ایک شے میں غور کر کے اسے پاتا ہے۔ اور یہاں سے جا امرت ہوتا ہے۔

ترجمہ:-

If in this world a person knows the soul (atma), then the true end of all human aspiration is gained; if a person in this world does not know, there will be great calamity. The wise who discern in all beings the one nature of Brahman become immortal, after departing from this world.

ویاکھیا۔ اگر کوئی سادھن سمپن ادھیکاری پرش اوپر کہے ہوئے بل یعنی پرشارتھ کے دوارہ اسی زندگی کے اندر پرماتما کا "اہنگ برہم اسمی" اس طرح آتم روپ سے انوبھو کر لیتا ہے۔ تو مقصد زندگی پاتا ہے۔ اور جیون سپھل ہوتا ہے۔ مگر وہ جو اس دانائی کے بنا ہی جیسے آتا ہے۔ چلا جاتا ہے۔ وہاں ہانی کو دیکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ ایسا انسان یا دیوتا بہت مدت تک جنم مرن سنسار گتی کو ہی پراپت کرتا ہے۔ اور کبھی بھی اپنے شریر کے سادھن برہم گیان کے سمپادن کرنے میں

سمرتھ نہیں ہوتا۔ اس لئے گُن اور دوش کا امتیاز رکھنے والا عاقل انسان تمام چراچر جڑ اور چیتن سرشٹی کے اندر ایک انوسوت برہم کو جان کر نیز اس جسم اور جسمانی جملہ انا تما میں اہنگتا ممتا چھوڑ کر پردہ جہل کے ٹوٹ جانے سے ادویت آتم روپ سے استھتی کرتا ہے۔ اور "میں ہی برہم روپ ہوں" نیز "سب میں سب کچھ ہوں" اس معرفت کے سبب تکبر چھوڑ کبریائی میں داخل ہوتا ہے۔ غرضیکہ برہم میں لین ہو کر عین برہم روپ ہو جاتا ہے۔ دوسری جگہ کہا بھی ہے کہ

'यो ब्रह्म वेद ब्रह्मैव भवति'

یعنی جو شخص پورے طور پر برہم کو جانتا ہے۔ برہم ہی ہو جاتا ہے۔

اس موقع پر منش جیون کی دُرلبھتا کے متعلق کچھ قلمبند کرنا غیر ضروری نہیں سمجھا جائے گا۔ جبکہ شرتی بھگوتی اسے تقسیم کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ اسی زندگی میں اگر جان لیتا ہے۔ تو درست ہے۔ ورنہ باعث نقصان ہے۔ مگر ہم اس بات پر اور بھی غور کرتے ہیں۔ اور ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہ اسے مزید سوچا جاوے کہ ایسا کیوں ہے۔ اور شرتی بھگوتی نے کس لئے اسے نہایت تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ بھگوتی کا یہ آدیش کہ 'इह चेद् वेदीदथ सत्यमस्ति' ارتھات "اسی ہی زندگی میں اگر جانتا ہے" سے مراد فقط یہی ہے۔ کہ بجز اس زندگی آتم گیان پراپتی کے ممکنات دوسری جگہ یا نہیں ہیں یا بالکل کم ہیں۔ سوائے اس امر کے اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس بات پر خاص طور پر اتنا زور دیا گیا ہے۔ اور اگر واقعی یہ امر ٹھیک ہے۔ تو ہمیں تحقیق کرنی چاہیئے۔ کہ ایسی کون وششتا اس زندگی کے اندر ہے۔ جس کے سبب یہ زندگی یعنی منش جیون دوسروں پر سبقت لے گیا ہے۔ تو اس کے جواب میں ہم گوش گذار کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ انسانی جیون کے اندر محض "گیان" ہی ایک ایسی شئے ہے جس کے باعث یہ افضل اور مہان سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ ایک عام بات ہے۔ کہ انسان کو اشرف المخلوقات بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ تمام بڑائی اور بزرگی اس آتم گیان میں ہی مانی گئی ہے۔ مگر یہاں معترض اعتراض کرتا ہے۔ کہ گیان سے مراد بھی دنیاوی چیزوں کا گیان ہی کیوں نہ سمجھ لیا جائے۔ جیسا کہ ورتمان کے کئی ایک وگیانک بتلاتے ہیں۔ لیکن ایسا ماننا نہایت غلطی ہے۔ کیونکہ یہ شرتی کا مطلب ہرگز نہیں۔ جہاں اس کین اپنشد کے اندر ایسا منتر بیان ہوا ہے۔ وہاں غور اس بات کی کرنی لازمی ہے۔ کہ اس سے پیشتر تذکرہ کس کا ہو چکا ہے۔ چنانچہ ناظرین خود اس بات کے شاہد ہیں۔ کہ اس کے پہلے تمام منتر برہم ودیا سمبندھی بتلائے گئے ہیں۔ اس لئے شرتی بھگوتی کا مطلب یہاں بجز آتم گیان کسی وجاتی مادے کے گیان سے نہیں۔ علاوہ ازیں اس منتر کے چوتھے پاد میں شرتی بھگوتی نے ایسے جاننے والے کو پھل بھی امرت تتو کی پراپتی کہا ہے۔ جو بجز آتم گیان کسی مادہ کے گیان سے ناممکن ہے۔ لہٰذا اس میں شک واجب نہیں۔ بلکہ شرتی بھگوتی کے اس منتر کے اندر پورا اعتقاد رکھ کر اس گیان کے سمپادن کرنے کا شوق پیدا کرنا چاہیئے۔ ناظرین یہ انسانی زندگی سوائے اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اور کسی پریوجن کے لئے عطا نہیں ہوئی۔ وشیوں کا بھوگ۔ خوراک اور نیند کی کسی جگہ بھی کمی نہیں۔ بلکہ انسان سے حیوان بہت زیادہ ماترا میں بھوگتا کھاتا اور سوتا ہے۔ اگر فی الواقع اسی اُدیش سے ایسا جیون ملا ہوتا تو بھگوتی شرتی کو اس کے لئے اتنی تاکید کی ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ ہم اسے شرتی کی عبارت میں ہی پاتے ہیں۔ اس لئے ایسا ہی یقین کریں۔ کہ محض بھگوت گیان کی پراپتی کے لئے ہی یہ جیون کام آوے۔ اور بجز اس کے کسی بھی اور مطلب کے لئے نہ سمجھا جائے۔ آمین

بھومکا۔ یہ کین اپنشد ' केनोषितं पतति" یعنی "یہ من کس کی منشا سے چلایا ہوا اپنے وشیوں میں گرتا ہے" اس سوال کے ساتھ شروع ہوئی تھی جس کے جواب میں " श्रोत्रस्य श्रोत्रं ॥ " یعنی "وہ شروتر کا بھی شرو تر ہے"۔ یہ کہا۔ اس

کہا اور آخر میں " भूतेषु भूतेषु विचित्य धीरः ॥ یعنی دانا اُسے ہر ایک شئے کے اندر پالیتا ہے۔ کہہ کر ختم کیا۔ اب اس کے بعد اس اوپر کہی ہوئی برہم ودیا کی استتی میں یہ چند ذیل کے منتر کہے جا رہے ہیں جن کے اندر ایک کہانی لکھی گئی ہے۔ چونکہ اسے ہم شروع میں تشریح کے ساتھ کہہ آئے ہیں۔ اس لئے اس موقع پر فقط شرتی کے اُن منتروں کو ہی دکھلایا جائے گا۔ اور ان کا لفظی ترجمہ ہی ہوگا۔ زائد نہیں۔ اس کتھا کی تمہید میں کئی وجوہات بھاشکاروں نے اشارۃً بتلائے ہیں جنہیں ہم ناظرین کے لئے رکھتے ہیں۔

(۱) اوّل میں یہ کہ اوپر برہم جاننے والوں کے لئے اگیات اور نہیں جاننے والوں کے لئے گیات بتلایا۔ یہ وردھ ہے اس سے کم ور عقل پرانیوں کو برہم کے نہ ہونے کا بھی شک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کو رفع کرنے کے لئے یہ ذیل کی کہانی کہی جاتی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ سروایشور برہم ہی تمام سرشٹی کا شاسن کرنے والا ہے۔ وُہی دیوتاؤں کا پرم دیوتا ہے۔ فقط اسی بات کے دکھلانے کے لئے یہ آگے کی کتھا بتلائی جاتی ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ برہم گیان سے ہی اندر آدی دیوتا پوجیہ ہوئے تھے۔ اور اُن کے اندر بھی اندر اور بھی پوجیہ ہوا کیونکہ اُس نے بھگوتی پاربتی کے اُپدیش سے برہم کو سب سے پہلے جان لیا تھا۔ یوں بھی اس ودیا کی استتی کے لئے یہ اگلی کتھا سمجھی جا سکتی ہے

(۴) چوتھے یہ کہ مہان شکتی شالی اگنی اور وایو دیوتا نے بھی برہم کو بمشکل جانا۔ اس لئے برہم اتینت درو گییہ ہے۔ اور محض اسی تو کو درشانے کے لئے اس کا آگے کتھا میں بیان ہوتا ہے۔ اور

(۵) آخر میں یہ کہ سچ مچ یہ کین اُپنشد جس کے منتروں کی ویاکھیا اوپر کی گئی ہے۔ یہ دیوتاؤں کی باہمی گفتگو ہے۔ اور یہ سوال اور جواب جو اس کے اندر دیکھے جاتے ہیں۔ یہ اُن کی ہی آپس کی بات چیت تھی۔ مگر چونکہ کہانی کے بیان میں اُپنشد کاروں کا کچھ بھی مطلب نہیں ہوتا نہیں فقط فلاسفی ہی دکھانی ہوتی ہے۔ اس کتھا کو اُپنشد کے آخری حصّے میں لکھا گیا۔

اب ہم بالترتیب اُن منتروں کو ترجمہ کے ساتھ دکھاتے ہیں۔

Third Section

ब्रह्म ह देवेभ्यो विजिग्ये तस्य ब्रह्मणो विजये देवा ।
अमहीयन्त । त ऐक्षन्तास्माकमेवायं विजयोऽस्माकमेवायं महिमेति ॥१॥

ارتھ:- ایک بار برہم نے دیوتاؤں کیلئے وجے پراپت کی۔ مگر اس برہم کی وجے میں دیوتاؤں نے تکبر کیا کہ یہ ہماری فتح ہے۔ اور یہ ہماری بڑائی ہے۔

ترجمہ:-

Brahman was once victorious for the sake of the gods. By the Victory of Brahman the gods obtained majesty. They reflected. To us belongs this victory, to us belongs this majesty.

तद्धैषां विजज्ञौ तेभ्यो ह प्रादुर्बभूव तन्न व्यजानत किमिदं यक्षमिति ॥२॥

ارتھ:- کہتے ہیں۔ کہ اُس برہم نے دیوتاؤں کے دل کی بات کو جان لیا اور وُہ اُن کے سامنے یکھش کے رُوپ میں پرگٹ ہُوا مگر وُہ نہ جان سکے۔ کہ یہ یکھش کون ہے۔ اور ایک دُوسرے سے پُوچھتے تھے۔ کہ کون یہ عزّت کے مستحق ہیں؟

He knew even that. He manifested himself to them. They did not know him and asked each other : Is this worthy of adoration ?

तेऽग्निमब्रुवञ्जातवेद एतद्विजानीहि किमिदं यक्षमिति ॥३॥

ارتھ:- اُنہوں نے اگنی سے کہا۔ اے اگنی اس بات کو معلوم کرو۔ کہ یہ کون ہے اور کیا پُوجا کے لائق ہے؟

ترجمہ:- They spoke to Agni : Jataveda, do ascertain, whether this being is worthy of adoration.

तथेति । तदभ्यद्रवत्तमभ्यवदत्कोऽसीत्यग्निर्वा अहमस्मीत्यब्रवीज्जात-
वेदा वा अहमस्मीति ॥४॥

ارتھ:- اُس نے کہا بہت اچھا اور وُہ یکھش کے پاس چلا گیا۔ برہم نے اگنی سے پُوچھا تو کون ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ میں اگنی ہُوں۔ اور جات وید میرا نام ہے۔

ترجمہ He replied : Be it so He ran up to him (Brahman) He (Brahman) said : who art thou ? He answered : I am verily Agni ; I am verily Jata veda.

तस्मिंस्त्वयि किं वीर्यमित्यपीदं सर्वं दहेयं यदिदं पृथिव्यामिति ॥५॥

ارتھ:- پھر برہم نے پُوچھا۔ تُم میں کیا طاقت ہے۔ اگنی نے جواب دیا۔ اس پرتھوی میں جو کُچھ ہے۔ اُس تمام کو یکدم جلا سکتا ہُوں۔

ترجمہ Brahman asked him : what powei hast thou, who art of such a nature ? Agni replied : I can even burn whatsoever there is on earth.

तस्मै तृणं निदधावेतद्दहेति । तदुपप्रेयाय सर्वजवेन तन्न शशाकदग्धुं स
निववृतेनैतदशकं विज्ञातुं यदेतद्यक्षमिति ॥६॥

ارتھ:- تب یکھش (برہم) نے اگنی کے سامنے ایک تنکا رکھا اور کہا اِسے جلاؤ۔ اگنی اُس تنکے کے نزدیک گیا۔ خُوب زور لگایا۔ مگر اُسے جلانے میں سمرتھ نہ ہُوا۔ اس لئے اُس کے پاس سے واپس چلا آیا۔ اور بولا میں نہیں جانتا۔ کہ یہ پُوجیہ کون ہے۔

ترجمہ:- He placed a blade of grass before him saying : Burn this. Approaching it with all might, he could not burn it. He thence

returned saying : I could not ascertain, whether this being is worthy of adoration.

अथ वायुमब्रुवन्वायवेतद्विजानीहि किमेतद्यक्षमिति ॥७॥

ارتھ۔ اس کے بعد اُن دیوتاؤں نے وایو سے کہا۔ اے وایو۔ اس بات کو معلوم کرو کہ یہ کون ہے۔ اور کیا پُوجا کے یوگیہ ہے؟

ترجمہ:۔

They then spoke to Vayu : Vayu, do ascertain, whether this being is worthy of adoration.

तथेति । तदभ्यद्रवत्तमभ्यवदत्कोऽसीति वायुर्वा अहमस्मीत्यब्रवीन्मात-
रिश्वा वा अहमस्मीति ॥८॥

ارتھ۔ اُس نے کہا بہت اچھا اور وُہ یکھش کے پاس چلا گیا۔ برہم نے وایو سے پُوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا۔ میں وایو ہُوں اور ماترشوا میرا نام ہے۔

ترجمہ:۔

He replied : Be it so. He (Vayu) ran up to him. He (Brahman) said : who art thou ? He answered : I am verily Vayu, I am verily Matarishva.

तस्मिंस्त्वयि किं वीर्यमित्यपीदं सर्वमाददीय यदिदं पृथिव्यामिति ॥९॥

ارتھ:۔ پھر برہم نے پُوچھا۔ تُم میں کیا طاقت ہے۔ وایو نے جواب دیا۔ اس پرتھوی میں جو کُچھ ہے۔ اس تمام کو یکدم اُڑا لے جا سکتا ہُوں

ترجمہ:

Brahman asked him : what power hast thou, who are of such a nature ? Vayu replied, I can even sweep away what soever there is on earth.

तस्मै तृणं निदधावेतदादत्स्वेति तदुपप्रेयाय सर्वजवेन तन्न शशाका-
दातुं । स तत एव निववृते नैतदशकं विज्ञातुं यदेतद्यक्षमिति ॥१०॥

ارتھ:۔ تب یکھش (برہم) نے وایو کے سامنے ایک تنکا رکھا اور کہا اسے اُڑاؤ۔ وایو اُس تنکے کے نزدیک گیا۔ خوب زور لگایا مگر اُسے اُڑانے میں سمرتھ نہ ہُوا۔ اس لئے اُس کے پاس سے واپس چلا آیا۔ اور بولا میں نہیں جانتا کہ یہ پُوجیہ کون ہے۔

ترجمہ:

He placed a blade of grass before him saying : Sweep away this. Approaching it with all his might, he could not sweep it away He thence returned saying : I Could not as certain, whether this being is worthy of adoration.

अथेन्द्रमब्रुवन्मघवन्नेतद्विजानीहि किमेतद्यक्षमिति तथेति तदभ्यद्रव-

ارتھ:- اس کے بعد دیوتاؤں نے اندر سے کہا۔ اے مگھون (مہاراج) آپ معلوم کریں کہ یہ پوجیہ کون ہے۔ تب اندر نے کہا بہت اچھا اور یکھش کے پاس گیا۔ مگر وُہ اس کے سامنے غائب ہوگیا۔

ترجمہ:-

Then they spoke to Indra: Maghwan, do ascertain, whether this being is worthy of adoration. He replied: Be it so. He (Indra) ran up to him. He (Brahman) disappeared before him.

स तस्मिन्नेवाकाशे स्त्रियामाजगाम बहु शोभमानामुमां ।
हैमवतीं तां होवाच किमेतद्यक्षमिति ॥१२॥ इति तृतीयः खण्डः ॥३॥

ارتھ۔ تب اندر نے اُسی جگہ جس جگہ کے یکھش انتردھیان ہُوا تھا۔ ایک نہایت خوبصورت عورت کو دیکھا۔ یہ ہمالیہ کی دُختر بھگوتی اُما دیوی تھی۔ اور اُس کے پاس چلا گیا۔ بولا اے ماں۔ یہ پُوجیہ (یکھش) کون ہے؟

ترجمہ:-

There in the ether he met with a woman, highly adorned, with Uma, the daughter of Himavat. He asked her: Is this being worthy of adoration?

Fourth Section.

सा ब्रह्मेति होवाच ब्रह्मणो वा एतद्विजये महीयध्वमिति ततो हैव
विदाञ्चकार ब्रह्मेति ॥ १ ॥

ارتھ:- بھگوتی اُما بولی "یہ برہم ہے" اور اسی کے کرم سے تم اُمروں پر فتحیاب ہُوئے۔ کہتے ہیں۔ کہ تب اندر نے جان لیا۔ کہ یہ برہم ہے۔

ترجمہ:-

She said, it is Brahman, for verily in this Victory of Brahman you obtained majesty. Hence (from the word of Uma) he (Indra) even knew Brahman.

ویاکھیا۔ ॥ **ब्रह्म ह देवेभ्यो** اتیادی یہ کتھا اُوپر بیان ہُوئے برہم ودیا سمبندھی منتروں کی ہی تشریح میں لکھی گئی ہے۔ یعنی شرتی بھگوتی نے اس اُپنشد کے شروع میں جس سوکھشم سے سوکھشم برہم تتو کو بتلایا تھا۔ عین اُسی کا اُپدیش النکار کی ریتی سے اِس کے اندر کیا گیا ہے۔ مگر ان دو طریق سے فقط برہم تتو کو ہی بتلانا منظور ہے۔ یُوں تو ایک ہی چیز کو دو دو طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ تاہم اُن کے اندر کچھ مُشابہت بھی پائی گئی ہے۔ اور وُہ یہ کہ جس طرح شرع شروع میں بھگوتی شرتی نے برہم کے سمبندھ میں کہا کہ وہاں (برہم میں) نہ تو آنکھ جا سکتی ہے۔ نہ کلام پہنچتی ہے نہ من جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ہم خود جانتے ہیں کہ اِسے (برہم تتو کو) کیونکر سکھلا دیں۔ عین اُسی طرح (کہانی کے اندر) دیوتا بھی اُس یکھش میں اُترے ہُوئے برہم کو نہ پہچان سکے تھے۔ کہ یہ کون پُوجیہ ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے سے پوچھتے بھی تھے۔ اور سوال کرتے تھے۔ کہ یہ کون ہے۔ چونکہ دیوتا

عین وہی ہیں۔ جو ہمارے جسم کے اندر اندریاں ہیں۔ اس لئے انہیں مثال اور تمثیل کے اندر یکساں بتلایا گیا ہے۔ پھر دیکھئے جوں ہی یکھش ان دیوتاؤں کے سامنے دکھلائی دیا تھا۔ یہ تمام چکت اور تعجب سے بھر گئے تھے۔ ٹھیک اسی طرح برہم تو کا ساکھیات کار بھی آشچریہ روپ ہے۔ یہاں بھی یہ مشابہت ملتی ہے۔ اس کے بعد یکھش بھگوان نے اگنی اور وایو دیوتا کے بل کا امتحان کیا تھا۔ مگر وہ اس کے اندر بالکل نکمے اور کمزور ثابت ہوتے تھے۔ نہ تو اگنی ہی تنکے کو جلا سکا۔ اور نہ ہی وایو اُسے ہلا سکا تھا۔ اس تمام واردات سے اُپنشد بھگوتی نے محض اس بات پر روشنی ڈالی کہ سربشکتی پرمہ برہم ہے۔ اور بجز اُس کی شکتی کے کسی کا اپنا ذاتی سامرتھ کچھ نہیں۔ جب ایشور کے سمان اگنی اور وایو جیسے دیوتا بھی اپنا سوتنتر بل نہیں رکھتے تو اور اور جیووں کا کیا کہنا ہے۔ اور ٹھیک اسی بات کا اشارہ اس کین اُپنشد کے دوسرے منتر نے کیا جب کہا کہ وہی کان کا کان ہے۔ اور من کا من ہے۔ وہی کلام کا کلام ہے۔ پران کا بھی پران ہے آنکھ کی بھی آنکھ ہے۔ تو گویا بتلایا کہ بجز اُس کے کان میں سننے کی۔ من میں سوچنے یا جاننے کی۔ کلام میں بولنے اور آنکھ میں دیکھنے کی طاقت نہیں۔ یوں بھی ان ہر دو اُپدیشوں کے اندر ایک ہی برہم تو کی شکتی یا بل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نیز اس کتھا کے اندر اندر کے پاس سے بھگوان یکھش کا فی الفور غائب ہو جانا اس بات کی دلالت کرتا ہے۔ کہ جتنا ہی جس کے اندر زیادہ تکبر ہوتا ہے۔ اتنا ہی اُس کے پاس سے پرماتما غائب رہتا ہے۔ چونکہ اگنی اور وایو دیوتا کی نسبت اندر میں راجہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ابھیمان تھا۔ یکھش نے اُس کے ساتھ بات تک نہ کی۔ مگر برہم کے اس فعل سے جب اس کا کفر ٹوٹ گیا اور وہ نہایت عجز اور نیاز میں داخل ہوا تو جھٹ ہی اس نے بھگوتی پاربتی کا دیدار پایا جو مجسم برہم ودیا کی تصویر تھی۔ اس کی تعبیر بھی یوں سمجھئے کہ جب ہی انسان عجز و انکسار میں داخل ہوتا ہے۔ اور ریاضت اور تپ سے اپنے قلب کو پاک اور صاف کرتا ہے۔ اہنکار سے رہت ہوتا ہے۔ اور یوں پرماتما کے دیدار کے مستحق ہوتا ہے۔ تو اُسے پرماتما راہ راست پر لانے کے لئے خود مرشد کی شکل میں ملتا ہے۔ جیسا کہ اس کہانی کے اندر یکھش (برہم) خود بھگوتی پاربتی بن گیا تھا۔ بھگوتی پاربتی کا عین اُسی جگہ سے ظاہر ہونا جہاں کہ یکھش غائب ہوا تھا۔ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ بھگوان یکھش اور بھگوتی پاربتی میں کچھ بھی بھید نہیں ہے۔ اور یہ بات فی الواقع درست ہے۔ کہ اِدھر بھی پرماتما خود گورو کے روپ میں اُترتا ہے۔ تو گویا پرماتما اور گورو میں بھی کچھ بھید نہیں۔ اور جس طرح اُما بھگوتی کے پرساد سے اندر نے جانا کہ وہ برہم تھا۔ اُسی طرح مرشد کامل کی مہربانی سے ہی جگیاسو برہم کا اپروکھش درشن کرتا ہے۔ بھگوتی اُما کے اُپدیش سے اندر کو جب برہم کا گیان ہوا اور اُس نے یہ بتلایا۔ کہ فقط اس کی مہربانی سے ہی تم نے اسروں پر فتح پائی۔ اور اس جیت میں تم محض نام ماتر تھے تب اُس کا مکمل تکبر ٹوٹ گیا۔ اور اس نے اچھی طرح جان لیا۔ کہ یہ تمام برہم کی ہی بڑائی اور مہماں ہے۔ ہماری نہیں۔ بلکہ ہمارے اندر جو کچھ بھی طاقت یا قوّت ہے۔ وہ فقط برہم کی ہی ہے۔ ہم اس کے بغیر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔ بھگوتی اُما کے پرساد سے اندر نے یوں جانا اور پھر اندر کے بھی اُپدیش سے تمام دیوتاؤں نے اُسے جوں کا توں جان لیا۔ یوں پردہ جہل اُٹھنے سے اُن کا تمام پرچھن ابھیمان ٹوٹ گیا اور اُنہوں نے برہم کی بزرگی اور عظمت کو پہچانا اور آخر غنا میں داخل ہو تمام غنی ہو گئے۔ اس تمام داستان سے بس یہی ثابت ہے۔ کہ جب ہی مرشد کامل کی مہربانی سے آدمی کا پردہ غفلت ہٹتا ہے۔ اور اُسے برہم کا آتم روپ سے ساکھیات کار ہو جاتا ہے۔ تو وہ بھی اُن دیوتاؤں کی مانند بے خود اور غنی ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ یہی برہم ودیا کا پھل ہے۔ کہ اہنکار خودی کو چھوڑ کر کبریائی میں داخل ہوتا ہے۔

بھومکا۔ اب شرتی بھگوتی اس کتھا سے نورت ہو کر سوتنتر ہوئی بیان فرماتی ہے۔

तस्माद्वा एते देवा अतितरामिवान्यान्देवान्यदग्निर्वायुरिन्द्रस्ते ।
ह्येनन्नेदिष्ठं पस्पर्शुस्ते ह्येनत्प्रथमो विदाञ्चकार ब्रह्मेति ॥ २ ॥

ارتھ:۔ کیونکہ اگنی وایو اور اندر ان تینوں دیوتاؤں نے اس برہم کو سب سے پہلے سپرش کیا تھا۔ نیز اور اور دیوتاؤں سے پہلے پہچانا تھا۔ اس لئے یہ تمام سے بڑھ کر ہوئے۔

ترجمہ:۔

Therefore verily those gods, Agni, Vayu, and Indra, became excellent before the other gods ; for they nearest touched that Brahman ; they first knew that Brahman.

ویاکھیا۔ یہ برہم ودیا کی مہماں ہے۔ کہ جو برہم کو جانتا ہے۔ وہ سب سے بڑا ہو جاتا ہے۔ چونکہ اور اور دیوتاؤں کی نسبت ان تینوں نے سب سے پہلے برہم کو پہچانا تھا۔ اس لئے یہ تمام سے بڑھ کر ہوئے بلکہ ان کے اندر جو شکتی ہم پرتکھش دیکھتے ہیں۔ وہ انہیں فقط اس برہم کے جان لینے سے ہی پراپت ہوئی تھی۔ دیکھئے لوک میں اگنی اور وایو کی شکتی کس طرح پرسدھ ہے۔ ناظرین اگنی اور سورج کے اندر بھید نہ سمجھیں۔ سورج اگر چاہے تو سنسار بھر کو ایک منٹ کے اندر راکھ کر دے۔ اسی طرح ہوا بھی اڑانا چاہے تو دم بھر میں سارے برہمانڈ کو اڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دے۔ مگر نہیں انہیں ایشور سرب شکتیمان کی آگیا نہیں۔ یہ دونو نیمت ہو کر اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ اور سچ مچ جب پرلے کال میں ایشور کی مرضی اس جملہ پرپنچ ختم کرنے کی ہوتی ہے۔ تو یہی سورج اور وایو تمام جگت کو ختم کر دینے میں بھی موجب بن جاتے ہیں۔ مگر یقین کرو۔ کہ ان کے اندر یہ بڑائی جیسا کہ یہ اپنشد بتلاتا ہے محض اس لئے آئی کہ انہوں نے برہم کا سب سے پہلے اپردکھش پایا۔ لیکن انجان کو اس کے اندر فی الفور یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر برہم گیان کا پھل یہ ہے۔ کہ ایسے جاننے والے کے اندر اننت شکتی آجاتی ہے۔ تو یہ درست نہیں۔ کیونکہ اس سنسار کے اندر ایسے بیشمار عارف اور گیانی لوگ موجود ہیں۔ جنہوں نے برہم کو آتم روپ سے بخوبی جان لیا ہوتا ہے۔ مگر ان کے اندر کوئی خاص شکتی کا ظہور نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر سچ مچ شکتیوں کا ہی آ جانا آتم گیان کا پھل ہے۔ تب تمام جیون مکت گیانیوں کا بھی شکتی شالی ہونا ضروری ہے؟ ہاں ٹھیک ہے۔ ایسے ہی ہونا لازمی تھا۔ مگر جان لو کہ ایسے مکت پرانیوں کا بھی مضبوط پراربدھ کرم ایک ایسی بھاری رکاوٹ ہوتی ہے۔ کہ باوجود اس بات کے کہ انہوں نے برہم کو جوں کا توں انوبھو کیا ہوتا ہے۔ تو بھی ان کے اندر کوئی خاص شکتی کا ظہور نہیں ہوتا۔ ہاں یہ امر فی الواقع صحیح ہے۔ کہ بعد ختم ہونے پراربدھ بھوگ یعنی بعد گرنے اس جسم کے ان کے اندر بھی یہ تمام طاقتیں اس طرح چلی آتی ہیں جس طرح سمندر میں ندیاں یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے آچاریوں نے بعد موت عارف کو عین ایشور ہونا بھی بتلایا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ اگر منش شریر کے اندر سگن برہم ودیا مکمل ہوتی ہے۔ تو ایسے یوگی انسان میں جیتے جی بھی کئی طاقتیں خود بخود چلی آتی ہیں۔ چونکہ فی زمانہ اس کریا یوگ کا انوشٹھان دنیا کے اندر کافی کم ہو چکا ہے۔ لہذا ایسی خاص طاقتوں کا ظہور ہم بہت کم دیکھتے ہیں۔ بالآخر یہ امر صحیح ہے۔ کہ برہم گیانی یوگی ویکتی کے اندر جیتے جی یا بعد موت اننت طاقتیں خود بخود پرویش کرتی ہیں۔ اور اس میں کچھ بھی تعجب کی بات نہیں۔

بھو مکا۔ اور چونکہ اگنی اور وایو نے بھی اندر کے اپدیش سے پہلے سپرش کیا تھا۔ اور آتم روپ سے بھی انو بھو کیا تھا

तस्माद्वा इन्द्रोऽतितरामिवान्यान्देवान्स ह्येनन्नेदिष्ठं
पस्पर्श स ह्येनत्प्रथमो विदाञ्चकार ब्रह्मेति ॥ ३ ॥

ارتھ:۔ اس لئے اندر بھی اگنی اور وایو سے بڑھ کر ہوا کیونکہ اس نے برہم کو ان دونوں دیوتاؤں سے پہلے سپرش کیا تھا۔ اور آتم روپ سے بھی انو بھو کیا تھا۔

ترجمہ:۔

Therefore verily Indra became excellent before the other gods; for he nearest touched that Brahman; he first knew that Brahman.

ویاکھیا:۔ گو کہ گیش روپ برہم کا جلوہ ایک ہی بار اندر اگنی اور وایو آدی تمام دیوتاؤں کو اکٹھے ہوا تھا۔ مگر وہ برہم تھا۔ اس قسم کا اپدیش سب سے پہلے بھگوتی اُما کی مہربانی سے اندر کو ہوا۔ اور یہ ٹھیک ہے۔ کہ کسی بھی نامعلوم چیز کی نسبت جب تک کوئی مہربان شخصیت نہیں جتلا دے۔ اس چیز کا کبھی بھی اپروکش گیان نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کتنی ہی ظاہر اور سامنے کیوں نہ ہو۔ اس لئے تمام دیوتاؤں کے پاس یکش (برہم) قطعی طور پر سامنے آیا ہوا بھی پروکش ہی رہا۔ اور اسی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اندر کی طرح انہیں بھی پہلے ہی گیان ہوا۔ ہاں یہ امر صحیح ہے۔ کہ ازاں بعد اندر کے اپدیش سے اگنی اور وایو اور پھر ان کے دوارہ باقی تمام کے سمجھ میں آ گیا۔ لیکن یہاں اندر کو اس لئے سب سے بڑا یا ترلوکی پتی بتلایا کہ اس نے برہم کو سب سے پہلے جانا۔

तस्यैष आदेशो यदेतद्विद्युतो व्यद्युतदा३ इतीन्न्यमीमिषदा३

इत्यधिदैवतम् ॥ ४ ॥

ارتھ:۔ اس برہم کا یہ اپاسنا سمبندھی آدیش ہے۔ جو کہ بجلی کی چمک یا آنکھ کی جھمک کی طرح ہوا تھا۔ یہ برہم کا "ادھی دیو روپ" ہے۔

ترجمہ:۔

This is a declaration in illustration of him, he shone forth like the splendour of the lightning; he dis-appeared like the twinkling of the eye. This is the comparison of Brahman with reference to the deities.

ویاکھیا:۔ چونکہ دیو بھاؤ یعنی ایک خاص دیو شکتی کو آلمبن کر کے یہ برہم کا آدیش تھا۔ اس لئے یہ اُپما اپدیش یا ادھی دیو روپ آدیش ہے۔ برہم ——— چونکہ بذات خود بے چون و چرا ہونے کی وجہ سے کوئی اُپما یا مثال نہیں رکھتا۔ تو بھی شرتی بھگوتی اُسے ایک اُپما یعنی آلمبن سے اپدیش کرتی ہے۔ اس لئے یہ اس برہم کا آدھی دیو آدیش کہلاتا ہے۔ اور پھر یہ بجلی کی چمک یا آنکھ کی جھمک کی طرح تھا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ برہم بجلی کے پرکاش کی مانند یا آنکھ کے سامنے سے روشنی کے

چھپ جانے کی مانند اپنے آپ کو ایک بار دکھلا کر دیوتاؤں کے پاس سے غائب ہو گیا تھا۔

بھومکا:- اب اس کے بعد جس برہم کا اُوپر ادھی دیو رُوپ سے آدیش ہُوا ہے۔ اُسی کا ادھیاتم رُوپ سے اپدیش ہوتا ہے

अथाध्यात्मं यदेतद्गच्छतीवच मनो ऽनेन

चैतदुपस्मरत्यभीक्ष्णं सङ्कल्पः ॥ ५ ॥

ارتھ:- یہ من جو جاتا ہُوا سا کہا جاتا ہے۔ مانو برہم کو ہی وشے کرتا ہے۔ اس طرح اُپاسنا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے ہی سادھک برہم کا سمرن کرتا ہے۔ اور ایسا سنکلپ ہی ادھیاتم آدیش کہا گیا ہے۔

ترجمہ:- Then follows a comparison of Brahman with reference to the soul. The mind approaches, as it were to this Brahman; by the mind one recollects him—by the mind he is again and again ascertained.

ویاکھیا:- اس منتر کے اندر برہم کا ادھیاتم رُوپ سے آدیش بتلایا گیا ہے۔ ساکھشی چیتن سمبندھی آدیش کو ادھیاتم آدیش کہتے ہیں۔ اب اسے تشریح کے ساتھ سُنو۔

یہ من جو یکے بعد دیگرے خیالات کو لئے جاتا ہے۔ مانو برہم کو ہی وِشے کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح سادھک اس من سے بار بار جب برہم کا سمرن کرتا ہے۔ تو ایسا سنکلپ ہی اس برہم کا ادھیاتم آدیش کہلاتا ہے۔ برہم چونکہ من رُوپ اُپادھی والا ہے۔ اس لئے من کی برتیاں اُس کی مظہر ہوتی ہیں۔ اور وُہ اُن کے اندر ہی چمکتا دیکھا گیا ہے۔ ادھی دیو آدیش کے اندر اُسے بجلی کی چمک یا چشم زدن کی مانند بتلایا گیا تھا۔ اور ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ مگر اس ادھیاتم آدیش میں وُہ من کی برتیوں کے ساتھ ساتھ ظاہر ہونے والا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ یُوں ہم اُسے ہر وقت انوبھو کر سکتے ہیں۔ چونکہ قلب کے اندر خیالات کی کمی نہیں۔ لہٰذا اُن کے ساتھ متعلق ہُوا یہ ہر وقت جانا جا سکتا ہے۔ اس لئے ادھیاتم کا مرتبہ ادھی دیو کی نسبت نہایت اعلےٰ اور اونچا ہے۔ اور یُوں معمُولی عقل والے انسان کی سمجھ میں بھی آ سکتا ہے۔ ورنہ نر اُپادھک اور نروشیش برہم کا جلوہ عامیان سے کوسوں دُور ہے۔ اور نہ ہی دیوتاؤں کی مانند اس کا جلوہ اُنہیں آسانی سے ہو سکتا ہے۔ بس من کی برتی کے ساتھ ساتھ اس کا انوبھو ہونا نہایت اعلےٰ ترین یکتی ہے۔ اور یہ ہی اس برہم کا ادھیاتم آدیش کہلاتا ہے۔

بھُومکا:- پچھلے منتر میں برہم کی اپاسنا کا طریقہ بتلایا۔ اب اس اُپاسنا کے پرکرن میں "تدون" نام سے اس برہم کی اُپاسنا کو کہتے ہیں۔

तद्ध तद्वनं नामतद्वनमित्युपासितव्यं । स य एतदेवं

वेदाभि हैनं सर्वाणि भूतानि संवाञ्छन्ति ॥ ६ ॥

ارتھ:- وُہ یہ برہم "تدون" نام والا ہے۔ اُس کی اس نام سے اُپاسنا کرنی چاہیئے۔ جو اس نام سے برہم کی اُپاسنا کرتا ہے۔ اُسے سب بھُوت پرانی چاہتے ہیں۔

ترجمہ:- He is verily to be worshippcd by the name "Tadwan".

All beings pray to him who thus knows that Brahman.

ویاکھیا:۔ "تت" کے معنی "اُس" کے یعنی برہم "کے ہیں اور "ون" اُسے کہتے ہیں۔ جو ورنے یوگ یعنی بھجن کرنے یوگ ہووے۔ یوں اِن دونوں پدوں کو ملا کر "تدون" اُپاسیہ برہم کا ہی نام ہے۔ مطلب شرتی بھگوتی کا اس نام کی اُپاسنا سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن ادھیکاری پُرشوں نے ساینچ اور جھوٹ کی امتیاز کر کے بخوبی جانا ہے۔ کہ اس سنسار کے اندر ورنے یوگ فقط ایک پرماتما کی ذات ہے۔ وہ یہ جان لیتے ہیں۔ کہ بجز اُس کے تمام متھیا اور معدومی المعلوم ہونے کے باعث اُپاسنا کے یوگیہ نہیں۔ چنانچہ جو بھگت یا ایشور پریمی اس یقین سے "تدون" اس نام کی اُپاسنا کرتا ہے۔ اُسے تمام بھوت چاہتے ہیں اور اسی کے ہو جاتے ہیں۔

یکھش کی کتھا کے نروپن کرنے کے بعد اسی کھنڈ کے دوسرے منتر میں ہم نے یہ بھومکا لکھی تھی۔ کہ اس یکھش کی کتھا سے لوٹ کر شرتی بھگوتی سوتر روپ سے بیان کرتی ہے۔ اور ٹھیک اس کے مطابق اگلے کئی ایک منتروں کی ویاکھیا کی گئی۔ مگر بعض کا خیال ہے۔ کہ یہ تمام منتر بھی بھگوتی اُما دیوی نے دیو راج اندر کو کہے تھے۔ اس لئے اب اُنہیں منتروں کی تشریح ویاکھیا کے اندر ہی از سر نو دوسرے طریق پر دیتے ہیں۔

پھر اُنہوں نے اُما دیوی سے پوچھا کہ اے ماں۔ کس طرح اُسے ہم ہمیشہ ہی دیکھیں اور پاویں۔ اُس نے کہا بیٹا۔ اُس کا پانا بڑا مشکل ہے۔ یہ تو جس طرح بجلی چمکتی ہے۔ اُسی طرح چمکتا اور مخفی ہو جاتا ہے۔ یہ جو بادل اور بجلیاں چمکتی ہیں۔ اُن سب میں ہے۔ اور یہی اُن میں آپ چمکتا ہے اور یہ تو تمہارے تکبر توڑنے کے لئے آنکھ کی جھپک کی طرح مجسّم ہو کر آیا تھا۔ اور چشم زدن میں انتردھیان بھی ہو گیا تھا۔ یہی اس کا ادھی دیو مرتبہ ہے۔ لیکن اس طرح اُس کا دیکھنا واقع میں اُس کا وصل نہیں۔ وصل کی وجہ دوسری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس طرح باہر سب میں ویاپک ہے۔ اُسی طرح یہ تمہارے اندر بھی ویاپک ہے۔ جب تم انترمکھ ہو کر اُسے اپنا آتم روپ مان کر پہچانو گے۔ تو وصل پاؤ گے۔ ورنہ بڑی بھگتیوں اور بڑے پنوں سے اپنے بھگتوں کے لئے کبھی کبھی بجلی کی چمک کی طرح یا آنکھ کی جھپک کی طرح مجسّم ہو آتا ہے۔ اور انتردھیان ہو جاتا ہے۔ مگر وصل چاہو تو اپنے اندر منو برتیوں کو دیکھو۔ یہ جو من میں سنکلپ اُٹھتے ہیں۔ اُن میں ساکھشی آتما کا نور منعکس ہوتا ہے۔ یہی اُس کا ادھیاتم سروپ ہے۔ اُسے جو پہچانتا ہے۔ اور اپنا آتما جانتا ہے۔ اُس سے وصل پاتا ہے۔ ادھی دیو روپ میں جو ملتا ہے۔ اُس سے ایک نہیں ہوتا۔ بلکہ خوف میں رہتا ہے۔ مگر ادھیاتم میں اس سے ایک ہو کر غنی ہو جاتا ہے۔ بس اتنا کہہ بھگوتی اُما بھی غائب ہو گئی۔ اور یہ ہی اُن چند منتروں کی پھر سے ویاکھیا کی گئی ہے۔

بھومکا۔ اس کے بعد شرتی بھگوتی برہم ودیا کی پراپتی میں چند سادھنوں کو کہنا چاہتی ہے۔ اس لئے خود ہی شِشّ کا سروپ بنا کر سوال اُٹھاتی ہے۔ یا یوں سمجھو۔ کہ جو کچھ اوپر اس کین اُپنشد کے منتروں میں شروع سے آخیر تک بتلایا گیا ہے وہ عین برہم ودیا کا ہی نروپن تھا۔ فقط اس امر کی تصدیق کرنے کی غرض سے آپ ہی شِشّ ہو کر سوال کرتی ہے۔ اور خود ہی گورو بن کر جواب دیتی ہے۔ یوں اس اگلے منتر کی دو پرکار سے بھومکا ہو سکتی ہے۔

उपनिषदं भोब्रूहीत्युक्ता त उपनिषद्ब्राह्मीवावत उपनिषदमब्रूमेति ॥७॥

ارتھ:۔ (اے گورو دیو) مجھے اُپنشد کہو؟ گورو نے جواب دیا۔ تمہارے لئے اُپنشد کہی جا چکی ہے۔ نشچے کر کے برہم سمبندھی

اُپنشد ہم نے تمہیں کہی ہے۔

The pupil speaks: O venerable, tell the Upnishad.

The teachers answers: The Upnishdas is made known to thee, we have explained to thee the Upnishad referring to Brahman.

ویاکھیا:۔ برہم سمبندھی اُپنشد کو ایک بار اچھی طرح گورو سے سُن لینے پر بھی" उपनिषदं भोब्रहि " یعنی اے آچاریہ مجھے اُپنشد کہو اس قسم کے شِشّ کے سوال کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ اگر اُس نے سُنی ہوئی بات کے متعلق ہی پھر پوچھا ہو۔ ایسا سمجھا جاوے تو یقیناً ایسا پوچھنا "چربت چربن" یعنی چابے ہوئے کو پھر چابنے کی طرح فضول اور ویرتھ ہو گا۔ اور اگر پہلے بتلائی ہوئی تمام اُپنشد مکمل نہیں تو " प्रेत्यास्माल्लोकादमृता भवन्ति ॥ " یعنی بعد موت امر ہو جاتے ہیں۔ اس اوپر کہے ہوئے برہم ودیا کے پھل کا نروپن بھی اسنگت ہے۔ اور چونکہ مندرجہ بالا منتروں کے اندر اُپنشد سمبندھی کوئی بات چھوڑی بھی نہیں ہے۔ اندریں حالات اس کا کیا حل ہونا چاہیئے۔ یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے؟

یہاں عین اس موقعہ پر جبکہ تمام اُپنشد پھل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔ اس قسم کے شِشّ کے سوال کا یہ ہی مطلب سمجھا جائے گا۔ کہ وہ گورو سے یہ جاننا چاہتا ہے۔ کہ کیا یہ برہم سمبندھی اُپنشد موکھش روپ پھل کے پیدا کرنے میں بالکل آزاد ہے۔ یا اپنے ساتھ اور اور سادھنوں کی بھی اپیکھشا رکھتی ہے۔ اگر سچ مچ یہ سوتنتر ہے۔ تو آچاریہ کو ایسا کہنا چاہیئے۔ کہ اس سے پرے اور کچھ تو نہیں۔ اور دوسرے پکھش میں اگر واقعی اسے کچھ سادھنوں کی ضرورت ہے۔ تو اُن سادھن سمبندھی اُپنشد کو بتلانا چاہیئے۔ اس طرح اگر شِشّ کے دل کی بات کا انومان کیا جاوے تب اُس کا جواب یہ ہے۔ کہ گو آچاریہ نے برہم ودیا سمبندھی اُپنشد کو بخوبی کہا ہے۔ مگر شِشّ اس بات کی اچھی طرح تصدیق کرنا چاہتا ہے۔ کہ کیا واقعی اُسے وہ اُپنشد کہی گئی ہے۔ جسے اُس نے پوچھا تھا۔ چنانچہ جواب میں آچاریہ نے کہا۔ کہ ہاں تمہارے لئے نشچے کر کے برہم ودیا سمبندھی اُپنشد ہم نے کہی ہے۔

مگر پھر بھی یہ شک ہوتا ہے۔ کہ محض اس تصدیق کے لئے ہی ایسا سوال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اگلے منتر میں تپ دم اور کرم وغیرہ کا ذکر ہوا ہے۔ جو ویدانتوں کے اندر سہکاری سادھن شمار ہوتے ہیں؟ (جواب) ٹھیک ہے کہ اگلے منتر میں تپ دم اور کرم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مگر جان لو کہ وہ تمام سادھن گو برہم ودیا اُتپتی میں کارن ہوتے ہیں۔ لیکن موکھش روپ پھل کو فقط ایک برہم ودیا ہی اُدے کرتی ہے۔ جس طرح دیپک (چراغ) کی اُتپتی میں تیل روئی برتن اور دیا سلائی وغیرہ ان تمام کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اندھیرا دور کرنے میں فقط ایک روشنی ہی درکار ہے۔ اسی طرح برہم ودیا کی اُتپتی میں گو تپ دم اور کرم آدی تمام سادھن بتلائے جاتے ہیں۔ مگر اودیا (جہل) نورتی پوربک سب دکھوں کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی جو عین موکھش کا سروپ ہے۔ بجز برہم گیان ناممکن ہے۔ اس لئے اگلے منتر کے اندر جن تپ دم اور کرم کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ قلب کی صفائی میں ذریعہ تو ہیں۔ مگر برہم ودیا کے ساتھ مل کر موکھش میں سہکاری سادھن نہیں۔ اس لئے جو اُپنشد پھل کے ساتھ اوپر منتروں میں بیان ہو چکی ہے۔ وہ مکمل ہے۔ اور شِشّ فقط اس تصدیق کے لئے ہی پوچھتا ہے۔ کہ اے آچاریہ مجھے اُپنشد کہو۔ اور آچاریہ اُسے درست جواب دیتا ہے۔ کہ وہ اُپنشد تمہیں اچھی طرح کہی جا چکی ہے۔

اس کے علاوہ یکتی سے بھی اسے یوں سمجھو کہ جملہ تپ دم اور کرم آدی کا ادھیکاری ورن آشرمی پُرش ہے۔ جسے یہ

دانست ہے۔ کہ اس ورن یا آشرم والا میں ہوں۔ اور یہ کرم میرا کرتویہ ہے۔ اور سچ ہے کہ ایسے انسان کے لئے ہی وید اُچت دھرم کرم کو بیان کرتا ہے۔ نہ کہ دوسرے کے لئے اور دھرم گرنتھوں کے اندر علیحدہ علیحدہ دھرم کرم کا ذکر بھی اس لئے ہوا ہے۔ چنانچہ جو انسان جس جس ورن یا جس جس آشرم کے اندر ہوتا ہے۔ اس کے لئے وہ وہ مخصوص دھرم کرم وید نے نشچے کئے ہیں جن کے باعث انتہ کرن کی شدھی ہونے سے یہ برہم گیان کا ادھیکاری ہوتا ہے۔ لیکن جب اُتم ادھیکاری مُمکشو نے بعد انوشٹھان دھرم کرم تمام کریا کارک اور پھل کو انت بدھی سے تیاگ کیا ہو۔ اس کے بعد کب ان کا انوشٹھان سادھن روپ ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے تو سرب کرم تیاگ ہی وید بتلاتا ہے۔ اور کہا بھی ہے۔

"मोक्षमिच्छन्सदा कर्म त्यजेदेव ससाधनम् ।
त्यजतैव हि तज्ज्ञेयंत्यक्त प्रत्यकपरं पदम् ॥"

یعنی موکھش کا خواہشمند سادھن کے ساتھ تمام کرم کا تیاگ کرے۔ تیاگ کرنے سے ہی تیاگی کو اپنے انتر آتما موکھش پد کی پراپتی ہوتی ہے۔ شریمد بھگوت گیتا کے اندر بھی "योगारूढस्य तस्यैव शमः कारणमुच्यते" یعنی اروڑھ یوگ پُرش کے تائیں کرم کا تیاگ ہی کارن ہے۔ کہا ہے۔ اس لئے بھی اگلے منتر کے اندر بتلائے ہوئے سادھن فقط صفائی قلب میں مخصوص ہیں۔ گیان کے ساتھ مل کر موکھش میں سہکاری سادھن نہیں۔ موکھش فقط برہم ودیا سے ہوتی ہے۔ جسے ہم تشریح کے ساتھ اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اور وہ بیان اپنی جگہ پر عین مکمل ہے۔ اور یہ سوال کہ اے آچاریہ۔ مجھے اُپنشد کہو صرف تصدیق کی غرض سے ہے۔ اس سے جدا اور کچھ مطلب اس سوال کے اندر نہیں۔

بھومکا:۔ جس برہم ودیا سمبندھی اُپنشد کا اوپر کئی منتروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس کی پراپتی کے لئے سادھنوں کو شرتی بھگوتی بتلاتی ہے۔

तस्यै तपो दमः कर्मेति प्रतिष्ठा वेदाः सर्वाङ्गानि सत्यमायतनम् ॥ ८ ॥

ارتھ:۔ اوپر کہی ہوئی براہمی اپنشد کے تپ ۔ دم ۔ کرم ۔ وید اور ویدانگ یہ پرتشٹھا ہیں۔ اور ستیہ آیتن ہیں

ترجمہ:۔

The means for its obtainment are :
Restraint of the senses, subduing of them and work; the Vedas with all their parts are its foundation, and truth its abode.

ویاکھیا۔ اس برہم ودیا میں تپ دم کرم وید اور ویدانگ نیز ستیہ یہ تمام سادھن ہیں۔ ان کے لکھشن ہم نیچے کہتے ہیں۔ (۱) تپ:۔ شریر اندرے اور من کی سُبھاوک کریاؤں کو نرودھ کر کے شاستر وکت مارگ میں چلانے کا نام تپ ہے۔

(۲) دم:۔ وشیوں سے اندریوں کا دمن دم کہلاتا ہے۔

(۳) کرم:۔ گو خاص طور پر اگنی ہوتر کا انوشٹھان ہی کرم نام سے کہا جاتا ہے۔ مگر یہاں اپنے اپنے ورن اور آشرم کے مطابق جو دھرم وید نے ودھان کئے ہیں۔ وہ سب کرم ہی سمجھنے چاہیئں۔

(۴) وید اور ویدانگ:۔ رگ آدی چار وید اور سکھشا آدی چھ وید کے انگ ہی وید اور ویدانگ کہلاتے ہیں۔ مگر یہاں ان

سے بھی مراد سواد ھیائے کی ہے۔ جو موکھش مارگ میں ایک نہایت اعلےٰ اور ضروری سادھن مانا گیا ہے۔ اور آخر میں ہے۔
(۵) ستیہ۔ من بانی اور شریر کے اندر جو نشکپٹ بھاو ہے۔ اُسے ہی ستیہ کہتے ہیں۔ یہ اور اور نہیں لکھے ہوئے بھی انیک سادھنوں کے اُپلکھشن ہیں۔ مگر چونکہ یہ خاص طور پر جانے گئے ہیں۔ اس لئے شرتی بھگوتی نے ان کو نہایت ضروری سمجھ کر لکھا ہے اور پھر اُن کے اندر بھی اس نے ستیہ کو اور بھی ترجیح کے ساتھ کہا ہے۔ " आयतनम् — " کے معنی آشرے کے ہیں۔ اور آشرے وُہ ہوا کرتا ہے جس میں کوئی چیز ٹھہرے۔ مطلب شرتی کا یہ ہے۔ کہ یہ اوپر بتلائی ہوئی برہم ودیا محض ستیہ میں ہی ٹھہرتی ہے جس طرح شیرنی کا دودھ سونے کے ہی برتن میں ٹھہر سکتا ہے۔ اسیطرح ست آدی سادھن سمپن ادھیکاری میں ہی یہ برہم ودیا پھلی بھوت ہو سکتی ہے۔ شویتا شوتر اپنشد میں کہا بھی ہے۔

यस्यदेवे परा भक्तिर्यथादेवे तथा गरौ ।
तस्यैते कथिता ह्यर्थाः प्रकाशन्ते महात्मनः ॥

یعنی جس کی دیو (پرماتما) میں پرم بھگتی ہے۔ اور جیسی ہی پرماتما میں ہے۔ ویسی ہی جس کی ست گورو میں ہے۔ اُس کے دل و دماغ میں ہی تمام وید و یدانت کا مطلب کھل جاتا ہے۔ اس لئے جب تک آدمی کامل اور وکھشیپ نشکام کرم اور نشکام اُپاسنا سے دُور نہیں ہوتا۔ برہم ودیا اُپدیش کے دیئے جانے پر بھی یا تو راکھ میں آہوتی کی طرح بالکل ضائع چلا جاتا ہے۔ اور یا اُس سے بالکل الٹا ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ برہم ودیا ادھیکاری ہو کر ہی اچاریوں سے لی جاوے اِدھر سمرتی بھی فرمائش کرتی ہے۔ کہ " ज्ञान मुत्पद्यते पुंसां क्षयात्पापस्य कर्मणः یعنی پاپ پرورتی کے ہٹنے پر ہی جیوؤں کو گیان کی اُپتی ہوتی ہے۔

مول شرتی کے اندر ॥ इति پاٹھ ہے۔ وُہ اور ادر " अमानित्वमदाम्भित्वं ॥ آدی شبھ گنوں کے بھی اُپلکھشن کے لئے ہے اس کے بعد ॥ प्रतिष्ठा پاؤں کو کہتے ہیں جس طرح آدمی کے سارے جسم کا بوجھ پاؤں پر ہوتا ہے۔ اُسی طرح یہ برہم ودیا کا آدھا بھوت بھی تپ دم اور کرم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے بغیر پاؤں کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا یوں ہی ان تپ آدی سادھنوں کے بنا یہ برہم ودیا ٹھہر نہیں سکتی۔ یہاں شرتی النکار سے بھی اُپدیش کرتی ہے۔ تپ دم اور کرم کو پرتشٹھا یعنی پاؤں بتلاتی ہے اور کرم اور گیان کے پرکاشک ویدوں کو جسم کے اور اور انگوں کی طرح کہتی ہے۔ اور ستیہ کو آئیتن یعنی آسن نام دیتی ہے۔ کہ جس پر برہم ودیا استھت ہوتی ہے۔ ستیہ کا دوسرا نام سرلتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ آدمی اندر باہر سے یکساں ہو۔ اس لئے جو لوگ چھل کپٹ اور جھوٹ سے خالی ہیں۔ اور پرکرتی سے شانت اور سادھو سبھاؤ ہوتے ہیں۔ اُنہیں میں برہم ودیا آشرے لیتی ہے۔ گو تپ آدی میں ہی تو ستیہ کا بھی گرہن ہو سکتا تھا۔ مگر شرتی بھگوتی اِسے علیحدہ خاص طور پر اس لئے کہتی ہے۔ کہ اور اور سادھنوں کی نسبت یہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ نیز اس ستیہ کی مہماں میں سمرتی بھی ہے۔

अश्वमेध सहस्रं च सत्यं च तुलया धृतम ।
अश्वमेध सहस्राञ्चु सत्यमेकं विशिष्यते ।

جس کا مطلب ہے کہ ہزاروں اشومیدھ یگیہ سے بھی ستیہ پالن سریشٹ ہے۔ بس لب لباب اس تمام منتر کا یہ ہے کہ انسان کو برہم ودیا کے ادھیکاری بننے کے لئے ان تمام سادھنوں کا انوشٹھان کرنا چاہئے۔ ورنہ گوروؤں سے ہدایت

کی ہوئی بھی برہم ودیا سپھل نہیں ہوتی۔

بھومکا:- اب اس آخری منتر میں اس اوپر کہی ہوئی برہم ودیا کے پھل کو بتلاتے ہوئے اس کین اپنشد کو سماپت کرتے ہیں۔

यो वा एतामेवं वेदापहत्य पाप्मानमनन्ते स्वर्गे लोके ज्येये ।
प्रतितिष्ठति प्रतितिष्ठति ॥९॥ इति चतुर्थ खण्डः ॥४॥

ارتھ:-

جو نشچے پوربک اس اپنشد کو جس طرح یہ نروپن ہوئی ہے۔ جانتا ہے۔ وہ پاپ کو ناش کر کے اننت مہان سورگ لوک میں استھت ہوتا ہے۔ استھت ہوتا ہے۔

Whoever knows this Upnishad in such a manner (as it has been described) after having shaken off all sin, abides in the Eternal, glorious place of heaven, abides in heaven.

ویاکھیا:- "केनेषितम्" ، اتیادی منتر کے دوارہ کہی ہوئی اور "ब्रह्म ह देवेभ्यः" ، اتیادی آکھیان کے دوارہ استتی کی ہوئی اس کین اپنشد کو جو مہاں بھاگیہ جانتا ہے۔ اور شرون منن ندھیاسن دوارہ اسے ٹھیک اپنے انوبھو میں اتارتا ہے۔ وہ اودیا کام اور کرم روپ پاپ کو چھوڑ کر اننت یعنی جس کا انت نہیں اور مہان یعنی جس کا پار نہیں۔ ایسے سکھ سروپ اور پرکاش روپ آتم تو میں لین ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ پھر جنم مرن کے چکر میں نہیں آتا۔ گو اس سے پہلے بھی "प्रेत्यास्माल्लोकादमृता भवन्ति" یعنی بعد موت امر ہو جاتا ہے۔ اس منتر دوارہ برہم ودیا کا پھل بیان کر آئے ہیں۔ تو بھی اپنشد کی سماپتی میں پھر اس کا انوواد مانو ہی سمجھنا چاہیئے۔ یہاں "اننت" پد اور "مہان" پد سورگ کے دو وشیشن پڑے ہیں۔ اس لئے دیوراج اندر کرکے ادھشٹت سورگ لوک وشیش سے یہاں مطلب نہیں۔ کیونکہ وہ "यत् कृतकं तत्तदनित्यम्" یعنی جو جو کارج ہے سو سو انت ہے اس نیائے کے مطابق انت ہے۔ اور اسے پراپت کرنے والا بھی بعد ختم ہونے پن کرم گرتا ہے۔ یتھا سمرتی "क्षीणे पुण्ये मर्त्यलोकं विशन्ति" یعنی پن کے سماپت ہونے پر بھومی لوک میں گرا دیا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں سورگ سے مراد سکھ سروپ آتم تو ہی ہے۔

نیز مول منتر میں "पाप्मानम्" پد سے بھی پرسدھ پاپ کا گرہن نہ کرنا بلکہ پرکرن انوسار پاپ پد کا ارتھ مول اگیان یعنی اودیا (جہل) ہی لیا جاوے گا۔ کیونکہ فقط اسی جہل کی ناشک ہی تو یہ برہم ودیا ہے جسے اس کین اپنشد میں درشایا گیا ہے۔ اور درحقیقت یہ مول اودیا ہی تمام دکھوں کی بیج اور جڑ ہے۔ اس کے ناش ہونے پر تمام دکھوں اور کلیشوں نیز جنموں کی پرمپرا شانت ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو آخر میں شرتی بھگوتی نے اننت اور مہان سورگ میں وِدوان کی استھتی بیان کی ہے۔ وہ بھی محض کہن ماتر ہے۔ کیونکہ بجز اودیا یعنی جہل برہم اور جیو کے درمیان کوئی امر حائل نہیں۔ بس جونہی یہ پردہ جہل اٹھ جاتا ہے۔ یہ جیو جو پہلے بھی برہم ہی تھا۔ عین برہم روپ سے استھتی کرتا ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے۔ اور ٹھیک اسی بات کو شرتی بھگوتی فقط انوواد کرتی ہے۔ دوبارہ "प्रतितिष्ठति" پد اس کین اپنشد کی سماپتی کے لئے دیا گیا ہے۔

اوم شم

ترانۂ وحدت

از قلم شری موہن جی [illegible]

خاص ایشورانک کیلئے

عقل ہے محدود وہ محدود ہو سکتا نہیں — شاہدِ مطلق کبھی مشہود ہو سکتا نہیں
خالق و مخلوق فانی ہیں مگر اے رازداں — جو ہے اصلِ بود وہ نابود ہو سکتا نہیں
ظلمتِ جہلِ خودی سے کیا تعلّق ہی مجھے — شعلہ ہمرنگِ غبارِ دود ہو سکتا نہیں
جو خدا ہے غیر میری ذات سے اے ہمنشیں — وہ کسی صورت مرا معبود ہو سکتا نہیں
اُس کے دل کو تا میسّر ہو نہ ایمانِ خلیل — لائقِ دیدارِ حق نمرود ہو سکتا نہیں

سر کٹا کر راہِ حق میں کوئی موہن دیکھ لے
یہ وہ سودا ہے کہ جو بے سود ہو سکتا نہیں

بات کرتا ہوں

از قلم شری موہن ہوری جی موہن

خاص رسالہ اوم کے ایشورانک کیلئے

جہانِ ہوش پہ چھانے کی بات کرتا ہوں — جنوں کے عہد کو لانے کی بات کرتا ہوں
حجابِ دید اٹھانے کی بات کرتا ہوں — خدا سے آنکھ ملانے کی بات کرتا ہوں
وجود میں نہیں آیا تھا پیکرِ خاکی — میں اُس سے پہلے زمانے کی بات کرتا ہوں
پڑے ہوئے ہیں جو پردے نگاہِ باطن پر — میں وہ حجاب اُٹھانے کی بات کرتا ہوں
نثارِ عالمِ کیف و سُرور ہے جس پر — اک ایسے بھولے فسانے کی بات کرتا ہوں
نہ میکشی کی تمنّا نہ بے خودی سے غرض — کسی کا راز چھپانے کی بات کرتا ہوں
نگاہِ اہلِ جہاں میں ہوں لاکھ دیوانہ — مگر میں کتنی ٹھکانے کی بات کرتا ہوں

رہینِ حسرتِ دیدار ہو کے میں موہن
نصیبِ شوق جگانے کی بات کرتا ہوں

برہم درشن (دیدارِ حقیقت)

ویدانت بھاؤ پروفیسر برملچند صاحب

پُرانے سے پُرانا عالمگیر خیال

تاریخ انسان میں ایشور کا خیال اس قدر پرانا ہے۔ کہ اگر اس خیال کو انسانیت کا ہمزاد کہا جائے۔ تو مبالغہ نہ ہوگا۔ سوچنا انسانیت کی صفات مخصوصہ میں سے ہے۔ سوچنے کے آغاز سے ہی انسانیت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ اور غالباً جب سے انسان کے اندر سوچنے والی قوت نمودار ہوئی ہے۔ تب سے ہی انسان کے دماغ میں ایشور کا خیال اُٹھتا چلا آتا ہے۔

بھلا کون فردِ بشر ہوگا۔ جس کی نگاہ نے اپنے آپ سے اوپر اُٹھ آسمان کی وسیع اور نورانی دُنیا نہ دیکھی ہو؟ اسی طرح بھلا کون منشیہ (سوچنے والا وجود) ہوگا۔ جس کی ذہنی نظر نے کبھی ایشور کی جھلک نہ پائی ہو؟ وہ اس خیال کی تائید کرے یا تردید۔ یہ دوسری بات ہے۔ مگر ہر انسان کو اپنے آپ سے ایک برتر ہستی یا طاقت کا خیال ضرور ہی آیا کرتا ہے۔

ایسی اقوام چلی آئی ہیں۔ اور اب بھی زمین پر آباد ہیں۔ جو سائنس۔ آرٹ۔ تہذیب و اخلاق کو جانتی ہی نہیں۔ جن کا کوئی لٹریچر نہیں ہے۔ مگر ان کے درمیان ایشور کا خیال کسی نہ کسی رُوپ میں پایا گیا ہے۔ وہ محسوس کرتی ہیں۔ کہ کوئی ہستی یا طاقت ان سے برتر موجود ہے جس کے ساتھ انسان تعلق قایم کر سکتا ہے۔

اس قدر پرانے اور عالمگیر خیال کو یہ کہہ کر اُڑا دینا کہ اس کی پیدائش جہالت اور خوف سے ہے۔ محققانہ سپرٹ ظاہر نہیں کرتا۔ سچائی کی بے تعصبانہ کھوج کا تقاضا تو یہ ہے۔ کہ غلطی میں بھی علم اور جھوٹ میں بھی سچائی کے عناصر کو معلوم کیا جائے وہم میں اصلیت اور دہوکے میں بھی حقیقت کا پتہ لگایا جائے۔ یہاں تک کہ خواب سے بھی بیداری اور موت سے بھی زندگی کے اسباق سیکھے جائیں۔

کھنڈن منڈن (تردید و تائید) ایک سطحی شئے ہے۔ محقق لوگوں کا سوچ بچار اس تضاد سے اوپر رہتا ہے۔ وہ مت کی بجائے ست پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اصلیت اور حقیقت کو جاننے کے درپے رہتے ہیں۔

ایشور کے خیال کی صرف قدامت اور ہمہ گیری ہی ہر ایک محقق کو اسبات کے لئے مجبور کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ بے تعصبانہ طریق اس خیال کی اصل حقیقت کا پتہ لگایا جائے۔

قدامت اور ہمہ گیری کے علاوہ اگر انسانی تاریخ پر اس خیال کے اثر کو دیکھا جائے۔ تو اس کی بے انداز طاقت کا پتہ لگ جائے گا۔

ایشور کے خیال نے انسان کو بہت سہارا دیا ہے۔ آس بندھوائی ہے۔ اس کی بدی یا حیوانیت کو دبایا اور نیکی یا رُوحانی میلانات کو اُبھارا ہے۔ زندگی کو معنی دیئے ہیں۔ اسے محبت۔ ہمدردی۔ خدمت اور ایثار کے لئے تیار کیا ہے۔ اس کی خودی کو اگر مٹایا نہیں تو کمزور ضرور کیا ہے۔ اور خود غرضی کو گھٹایا ہے۔ اسے اطاعت کا سبق سکھلا کر تنظیم میں امداد کی ہے۔ اور زندگی کی حقیقی قدوروں (Values.) کی طرف بتدریج جگا کر انسان کے ذہنی حواس کو نشوو نما دی ہے۔ انہی اثرات کی بدولت بعض کے لئے تو یہ خیال خیال ہی نہیں رہا۔ بلکہ ایسی زندہ حقیقت بن گیا ہے۔ کہ اس کے بغیر جینا ہی محال ہو گیا ہے۔ بھگتوں نے ایشور کی یاد کو زندگی اور اس کی فراموشی کو موت بتلایا ہے۔ صُوفی لوگ اسے جانِ جاں کہتے آئے ہیں۔ سنتوں نے محسُوس کیا ہے کہ اور سب کچھ کھو کر اسے پالیا تو سب کچھ پالیا۔ اور اسے بھول کر سب کچھ پالیا۔ تو کچھ بھی نہیں پایا۔ ان کا تجربہ شہادت دیتا ہے۔ کہ ایشور اُپاسنا سے غیر معمُولی طاقت۔ بے خوفی اور خوشی حاصل ہوتی ہیں۔ پریمی لوگ اسے اپنا حقیقی باپ ماں۔ بھائی۔ دوست اور مالک جان کر اپنا پریم کیول اُسی میں لگانا چاہتے ہیں۔ یوگی جن دُنیا و مافیہا سے خیال کو ہٹا کر اپنے آپ کو اس بحرِ نُور و سرور میں ڈبونے کا یتن کرتے ہیں۔ غرضیکہ مختلف صُورتوں میں ایشور کا خیال انسانی دُنیا پر اس طرح سے چھایا ہُوا ہے۔ جیسا کہ آسمان زمین پر اگر انسان نے بڑی سے بڑی قربانیاں اور بے غرضانہ خدمات کی ہیں۔ تو ایشور کے نام پر اور اگر ہولناک ستم ڈھائے اور خون کی ندیاں بہائی ہیں۔ تو اس مقدس خیال کے زیرِ اثر۔ ملک ملک میں۔ شہر شہر بلکہ گاؤں گاؤں میں ایشور کے نام پر مندر۔ مسجدیں۔ اور گرجے دیکھنے میں آتے ہیں۔

ایشور کے خیال کی پیدائش

ایشور کے خیال کی کوئی تائید کرے یا تردید۔ یہ نہائت عجیب۔ نہائت شاندار اور اُبھارنے والا خیال سدا اور ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ قابلِ تحقیق بات تو یہ ہے۔ کہ اس خیال کی پیدائش کیونکر ہُوئی؟

عام طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ دُنیا میں وقتاً فوقتاً ایسے افراد کا ظہور ہوتا چلا آیا ہے۔ جو ایشور کی طرف سے زمین پر اس غرض سے بھیجے گئے تھے۔ کہ وہ لوگوں کو ایشور کا خیال دلا کر اس کا پیغام دیں۔ مگر جب ہم وحشی سے وحشی اقوام کے اندر بھی ایشور کا خیال موجود پاتے ہیں۔ تب یہ بیان کوئی وزن نہیں رکھ سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ پیدائش عالم کے شروع میں ہی مکت پُرشوں نے جنم لے کر ایشوری گیان کو لوگوں پر پرکٹ کیا تھا۔ مگر یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ مکت پُرش خود کس طرح مکت ہُوئے تھے اور انہیں خود ایشور کا خیال کس طرح آیا تھا۔

کسی بھی پیغامبر یا مقدس کتاب میں اعتقاد رکھنے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ ہمارے دل میں ایشور کا خیال موجود ہو۔ جس دل میں پیشتر سے ایشور کا خیال موجود نہ ہو۔ اس کے لئے پیغامبر اور مقدس کتاب کوئی قدر و قیمت نہیں رکھ سکتے۔

اس قدیم ترین اور ہمہ گیر خیال کی پیدائش کا حقیقی راز معلوم کرنے کے لئے انسان کو اپنی ہستی میں غوطہ زن ہونا پڑیگا۔ انسان کو بجا طور پر سوچنے والا حیوان کہا گیا ہے۔ کیونکہ عالم حیوانات میں صرف انسانی وجود کے اندر ہی وہ جوہر عقل پایا جاتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ "معلوم سے نامعلوم"۔ "حاضر سے غائب"۔ "واقعی سے ممکن"۔ اور "معلُول

سے علت" کا پتہ لگا سکتا ہے۔ کہیں دھواں دیکھ کر وہ جان لیتا ہے۔ کہ وہاں آگ بھی ضرور موجود ہے۔ جب وہ کسی گھڑی کو دیکھتا ہے۔ تو گھڑی کے احساس اور علم کے ساتھ وہ اسبات کا بھی یقینی علم رکھتا ہے۔ کہ کوئی گھڑی ساز تھا یا ہے۔ گھڑی جس میں ترتیب اور مقصد پائے جاتے ہیں۔ خود بخود نہیں بن سکتی۔ مکان کبھی خود بخود تعمیر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب وہ انسان نیچر میں ترتیب۔ باقاعدگی۔ صنعت اور وسایل و مقاصد کی حیرت انگیز مطابقت دیکھتا ہے۔ تو اُسے قطعی طور پر یقین ہو جاتا ہے۔ کہ اس کائنات کو بنانے یا پیدا کرنے والا بھی کوئی ہے۔ قانون بغیر مقنن کے کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور جب دنیا کے ہر ذرے اور واقعہ پر اٹل اور عالمگیر قوانین کی حکومت دیکھی جاتی ہے۔ تب ماننا ہی پڑتا ہے۔ کہ اس قانون کو واضع اور نافذ کرنے والی بھی کوئی عظیم ہستی موجود ہے۔

حواس کی راہ سے نیچر میں تو مادہ اور حرکت پائے جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی شعور پایا نہیں جاتا۔ لیکن زندہ اجسام کی بناوٹ اور قدرت کے اعمال میں انتھاہ حکمت کے آثار دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور حکمت بغیر حکیم کے وجود نہیں رکھ سکتی۔ اس لئے عقلاً ماننا پڑتا ہے۔ کہ کوئی حکیم مطلق موجود ہے۔ جو اس قدر پُر حکمت دنیا کو وجود میں لاتا ہے۔

اور جہاں شاعر کی نظر قدرت میں ہر جگہ حسن و جمال کا مشاہدہ کرتی ہوئی ناقابل بیاں سرور سے مسرور ہوتی ہے۔ وہاں فردِ عام بھی دنیا میں کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی خوبصورتی کی جھلک دیکھا کرتا ہے۔ اور چونکہ خوبصورتی ایک ذہنی قدر —— (Mental value) ہے۔ ہر سوچنے والے شخص کو خواہ مخواہ خیال آتا ہے۔ کہ ذرات کی اتفاقیہ حرکت کبھی شبنم کے چمکیلے موتیوں۔ پھولوں کی نازک پنکھڑیوں۔ پرندوں کی دل کش آوازوں۔ اور بچوں کی دلفریب مسکراہٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ طلوع و غروبِ آفتاب کے شاندار نظارے۔ ستاروں کی نورانی نظریں۔ آسمانوں کی وسعت اور خاموشی۔ دریاؤں کی روانی جنگلوں کی مستی۔ برفانی چوٹیوں کی بلندی۔ سمندر کی ہر دم کھیلتی ہوئی لہریں خواہ مخواہ انسانی دل میں یہ خیال پیدا کرتی ہیں۔ کہ فطرت کی پُر حیرت شاعری کے پیچھے کوئی پرم کوی (شاعرِ مطلق) ضرور موجود ہے۔ مادہ اور طاقت تو صرف قلم دوات کی مانند ضروری مسالے ہیں۔ ان کے ذریعے غیر محدود مکان و زمان کے صفحات پر سدا نئی سے نئی نظمیں لکھنے والی ذات کی موجودیت میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ قلم اور دوات خود بخود کبھی نظم نہیں لکھ سکتے۔

نیچر میں حکمت اور خوبصورتی کے ساتھ باہمی کشش اور موافقت کا پایا جانا بھی صاف طور پر بتلاتا ہے۔ کہ یہ صرف بے شعور ذرات اور اندھی طاقتوں کے اتفاقیہ اور بے معنی کھیل کا اکھاڑہ نہیں ہے۔ مادیات کے درمیان کشش ثقل کا موجود ہونا اشارہ دیتا ہے۔ کہ تمام ذرات آپس میں گہرا رشتہ رکھتے ہیں۔ بجلی کی مثبت اور منفی رَؤں میں کشش ظاہر کر رہی ہے۔ کہ دنیا کی بنیادی سچائی صرف طاقت نہیں۔ بلکہ کشش و محبت ہے۔ نباتات اور حیوانات میں نر اور مادہ کا باہمی رشتہ اور موافقت اعلان کرتے ہیں۔ کہ جس طرح مادی دنیا کے ظہور کے لئے کشش کا ہونا ضروری ہے۔ زندگی کے ظہور و ارتقا کے لئے محبت بھی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ ایک طرف بچے کی بھوک دوسری طرف ماں کے تھنوں میں پیشتر سے ہی دودھ کی تیاری۔ ایک طرف جانداروں کی تڑپتی ہوئی اشتہا اور دوسری طرف زمین سے بافراط اناجوں، سبزیوں اور پھلوں کی پیدائش ایک طرف آنکھ اور دوسری طرف روشنی کا چشمہ سورج۔ نباتات اور حیوانات میں کاربن اور آکسیجن میں باہمی لین دین۔ قدرت میں قدم قدم پر اس قسم کی موافقت کے تعجب خیز ظہورات خواہ مخواہ یہ خیال پیدا کرتے ہیں۔ کہ اس دنیا کو بنانے اور چلانے والی کوئی طاقت یا ہستی موجود ہے۔ جو چشمہ محبت و موافقت ہے۔

رُوحانی حواس کی شہادت

اِنسانی وجُود جو درخت کائنات کا آخری اَور نہایت شاندار اَور پُر اسرار پھل ہے۔ اپنے اندر کئی طرح کے حواس رکھتا ہے۔ جسمانی حواس سے تو وُہ جسمانی دُنیا کا علم حاصل کرتا ہے۔ ہم بیرونی دُنیا کو اپنے حواس جسمانی کے مطابق ہی جانتے ہیں۔ اگر ان حواس کی بناوٹ یا تعداد مختلف ہوتے۔ تو ہم اپنے آپ کو ایک مختلف دُنیا میں پاتے۔ ذہنی حواس سے ہمیں حکمت۔ حُسن و جمال۔ نیکی و محبت کی غیر مادی اَور بے انداز دُنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اگر انسان ان حواس سے بہرہ ور نہ ہوتا۔ تو اُسے کبھی بے ترتیبی۔ بدصُورتی اَور بدی کا خیال نہ آتا۔ اَور نہ ہی سائنس و فلسفہ۔ آرٹ اَور اخلاق وجُود میں آ سکتے۔ عالم قدوُر (The world of values) کو صرف اِنسان ہی جان سکتا ہے۔ یہ خصُوصیت اُسے باقی تمام جانداروں سے تمیز کرتی ہے۔

مگر جسمانی اَور ذہنی حواس کے علاوہ انسان رُوحانی حواس بھی رکھتا ہے۔ مغرب میں بالعموم ان حواس کا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ ان کی تحقیقات جسمانی اَور ذہنی حواس اَور ان کے موضوعات پر ہی محدُود چلی آتی ہے۔ مگر انسان کی حقیقی بیداری۔ آزادی اَور خوشی، رُوحانی حواس کے جاگنے اَور نشوونما پانے پر انحصار رکھتی ہے۔ یہ حواس ہر فرد بشر میں کم و بیش پائے جاتے ہیں اَور اس لئے توجہ اَور تعلیم سے بیدار اَور شگفتہ کئے جا سکتے ہیں۔

یہاں ہم صرف پانچ قسم کے حواسِ رُوحانی اَور ان کے موضوعات (objects) کا ذکر کریں گے۔

(ا) حسِّ حقیقت رُوئے زمین پر تمام جانداروں کے درمیان صرف انسان ہی ایک ایسا زندہ وجود ہے۔ جو حقیقت کی حِس رکھتا ہُوا حقیقی (سَت) اَور غیر حقیقی (اَست) کے درمیان تمیز کرنے کے قابل ہے۔ کُل کائنات کو غیر حقیقی اَور ہستی موہوم خیال کر کے حقیقت (جو سچ مُچ موجُود ہے) کی خاطر دُنیا اَور اس کی لذات کو خیر باد کہنا۔ اَور اپنا آپ کھونے کے لئے تیار ہونا صرف انسان کے حصے میں آیا ہے۔ انسان ہی ہر ایک واقعہ اَور ظہُور کے متعلق یہ سوال اُٹھا سکتا ہے۔ کہ جو کُچھ معلُوم ہو رہا ہے۔ وُہ نفس الامر میں ہے یا نہیں۔ اسی حس کی بدولت انسان کبھی نہ کبھی محسُوس کرتا ہے۔ کہ کوئی حقیقت موجُود ہے۔ جس کے رُوبرو تمام ظہُوراتِ مکانی و زمانی سایوں کا کھیل ہیں۔ ظہُور میں سے دیکھنا یا اس سے پرے جانا صرف انسان کا ہی کام ہے۔ اسی حسِ حقیقت سے ہی انسان جانتا ہے۔ کہ وُہ ہے۔ عقل اس کے ہونے کو ثابت نہیں کر سکتی۔ اس کی اپنی ہستی عقل کی شاہد ہو کر اسے قدر و قیمت دیتی ہے۔ حقیقت کی حسّ بیدار ہو کر صاف صاف دکھلا دیتی ہے۔ کہ ایک بذاتِ خود حقیقت موجُود ہے۔ حواس جسمانی و ذہنی صرف ظہورات کا علم دے سکتے ہیں۔

(ب) حسِّ ابدیت حیوانات نقطہ حال میں جیتے ہیں۔ ان میں ماضی کی یاد اَور آیندہ کی سوچ کی قابلیت ہی نہیں ہے۔ مگر انسان ماضی۔ حال اَور مستقبل کو جانتا ہے۔ صرف اپنا ماضی ہی نہیں۔ بلکہ کُل ماضی کو جاننے کی خواہش رکھتا ہے۔ اَور صرف اپنا مستقبل ہی نہیں بلکہ کُل کائنات کا انجام دریافت کرنے کے لئے بے تاب ہوتا ہے زمانے کی صفت لگاتار گذرنا ہے۔ یہ ایک طرح کا مستقبل کا ماضی میں بہاؤ ہے۔ جسے کوئی روک ہی نہیں سکتا۔ دُوسرے لفظوں میں ماضی مستقبل کو ہڑپ کئے چلا جا رہا ہے۔ مگر جس طرح حرکت کے ساتھ سکون۔ بڑائی کے ساتھ چھوٹائی بلندی کے ساتھ پستی کے تصوّرات لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح گذرنے کے تصور کی تہ میں نہ گذرنے کا احساس بھی موجُود رہتا ہے،

ورنہ انسان زمانے کے گذر کو بھی خیال میں نہ لا سکتا۔

اسی نہ "گذرنے" کا نام ابدیت ہے۔ ابدیت بے انجام مستقبل کا نام نہیں۔ بلکہ یہ وُہ ابدی اب ہے۔ جس میں گذر نہیں ہے۔ یہ وُہ اچل زمین ہے۔ جس پر زمانے کی رَو بہ رہی ہے۔ جس طرح ستاروں کا گھومنا آسمان کے اندر ہی ممکن ہوتا ہے۔ اس طرح زمانوں کا کھیل بھی ابدیت کے میدان میں جاری ہے۔ ابدیت کی حِس صرف انسان میں ہی پائی جاتی ہے۔

(ج) حِس غیر محدُودیت محدُود اور غیر محدُود کا خیال سوائے انسان کے اور کسی جاندار میں موجود نہیں۔ اندر اور باہر کی مانند محدُود اور غیر محدُود بھی ایک دُوسرے کی نسبت سے معنی رکھتے ہیں۔

انسان نہ صرف اشیا اور واقعات کی حدُود کو جانتا ہے۔ بلکہ اپنی حدُود سے بھی آگاہ ہے۔ اور جب وُہ ساری کائنات میں کوئی شے بھی غیر محدُود نہیں پاتا۔ تب اس سے عارضی یا مُستقل طور پر بے زار ہو کر غیر محدود کی تلاش کے لئے بیقرار ہوتا ہے۔ کسی شے کی حد کو دیکھنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہم اس حد سے پرے دیکھنے یا پرے کا خیال کرنے کے قابل ہیں۔ پرے کی حِس ہی غیر محدُود (اننتم) کی حِس ہے۔ مکان زمان۔ اشیا۔ واقعات سب کے سب محدُود ہیں۔ اگرچہ مکان اور زمان غیر محدُود سے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن چُونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے تمیز کئے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ایک دُوسرے کو محدود کرنے والے ہیں۔

جب انسان کُل موجُودات کو محدُود کہتا ہے۔ تب وُہ اپنے اندر باخبری یا بے خبری میں غیر محدُودیت کی حِس رکھنے کا اعلان کرتا ہے۔ یہ ایک انسانی خصُوصیت ہے۔ کہ وُہ محدُود جسم و ذہن رکھتا ہوا بھی غیر محدُود کی بھُوک اور پیاس میں ایسا بیقرار ہو جاتا ہے۔ کہ اپنی جسمانی و ذہنی ضرُوریات کو ہی بھُول جاتا ہے!

(د) حِس کُلیت ظہُور و حقیقت۔ عارضی و ابدی۔ محدُود و غیر محدُود کی مانند انسان کو جزو کل کا بھی خیال آتا ہے۔ جزُو و کُل میں باہمی نسبت سے معنی رکھ سکتے ہیں۔ انسان جانتا ہے۔ کہ زمین۔ چاند۔ سُورج۔ ستارے کائنات کے اجزا ہیں۔ اگرچہ وُہ ساری موجُودات کی کلیت کو ذہنی طور پر نہیں جان سکتا۔ مگر وُہ تمام معلُوم اشیا اور واقعات کو ایک غیر محدُود کل کے اجزا خیال کرنے کے لئے مجبُور ہے۔ کلیت کے پچھواڑے (Back ground.) کے بغیر جزویت کا تصور ہو ہی نہیں سکتا۔ کلیت کی یہ رُوحانی حِس روز مرّہ کے تجربے میں بھی کام دیتی ہے۔ ہم حیوان یا درخت کو پہلے کل کے طور پر جان کر بعد میں اس کے اجزا کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہم اجزا سے کُل کی طرف نہیں جاتے۔ بلکہ کُل سے اجزا کی طرف رجُوع کرتے ہیں۔ اسی حِس کی بدولت ہی انسان محسوس کرتا ہے۔ کہ یہ کائنات مجمُوعہ اشیا و واقعات نہیں بلکہ ایک کُل ہے۔ جو بے انداز اجزا رکھتا ہے۔

(ہ) حِس وحدت جُزو و کُل کی طرح ایک (واحد) اور انیک (کثیر) کے خیالات بھی ایک دُوسرے کی نسبت سے ہی ہستی رکھ سکتے ہیں۔ جو شخص دو۔ تین۔ چار۔ پانچ کا علم رکھ سکتا ہے۔ وُہ "ایک" کو بھی جانتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کائنات میں کثرت اور اختلاف کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تب اس تجربے کی تہ میں وحدت کا رُوحانی احساس بھی موجُود ہوتا ہے۔ آج کسی انسان نے بھی حواس کی راہ سے دُنیا کی وحدت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ دُنیا میں بے شمار شکلوں۔ رنگوں۔ آوازوں۔ ذائقوں وغیرہ کے احساسات پائے جاتے ہیں۔ مگر انسان اس دُنیا کو ایک خیال کرکے اسے ایک دُنیا (Universe.) کا نام دیتا ہے۔ اسے کئی دُنیائیں (Multiverse.)

نہیں کہتا ۔ حالانکہ جب حواس اور ذہن کی راہ سے ایک کی تلاش کرتا ہے ۔ تب زمین و آسمان میں کہیں اس کا پتہ نہیں ملتا ۔

تجربہ عام میں بھی حس وحدت کام کرتی ہے ۔ ہم درخت اور حیوان کو دیکھتے ہی کہہ دیتے ہیں ۔ کہ یہ ایک درخت اور ایک حیوان ہے ۔ اسی حس کی بدولت ہم اپنے وجود میں بے انداز اجزا اور اختلافات رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ وجود کو واحد جانتے ہیں ۔ بیرونی تجربہ اس وحدت کی طرف راہ نمائی نہیں کر سکتا ۔ اندرونی طور پر ہی ہم کل کائنات ۔ اشیا کی اور اپنی وحدت کو محسوس کرتے ہیں ۔ سب سے پہلے ہمیں ایک اور کل کا علم ہوتا ہے ۔ اس کے بعد انیک اجزا کا خیال آتا ہے ۔

اندھیرے میں روشنی

جسمانی حواس سے ہمیں صرف جسمانیات کا ہی علم ہو سکتا ہے ۔ اور اگر ہم سائنس کی مانند اپنے علم کی نیو بیرونی حواس پر کھڑی کریں ۔ تب ہم کبھی مادہ سے پرے نہیں جا سکتے ۔ اس حالت میں جس قدر بھی کھوج کریں گے ۔ اسی قدر ہی یہ بات ثابت ہوگی ۔ کہ مادہ ہی کل موجودات کی بنیادی حقیقت ہے ۔ زندگی اور ذہن اس کے ارتقائی ظہورات ہیں ۔ اور روح اور خدا غالباً وہم و خیال ہیں ۔

لیکن اگر ہم جسمانی حواس کے ساتھ ساتھ اپنے ذہنی حواس (عقل و تخیل) کو بھی کام میں لائیں ۔ تب اس کائنات میں ایسے حقائق کا پتہ لگیگا ۔ جن کی توجیہ کبھی مادہ اور حرکت سے نہیں کی جا سکتی ۔ مثلاً جب ہم راگ سنتے یا کوئی تصویر دیکھتے ہیں ۔ تو چونکہ ہم اس راگ اور تصویر کی خوبصورتی کو بھی محسوس کرتے ہیں ۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس راگ اور تصویر میں مادہ اور اس کی حرکات کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ یا جب ہم کوئی کتاب پڑھتے یا تقریر سنتے ہیں تو چونکہ ہم اُن کے معنی بھی سمجھتے ہیں ۔ اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے ۔ کہ کتاب اور تقریر میں سوائے مادہ اور اس کی حرکات کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ چیزوں اور واقعات میں خوبصورتی ۔ سچائی ۔ نیکی اور محبت کے احساسات کو کبھی بھی مادہ اور اس کی حرکات کی تاریکی سمجھا نہیں جا سکتا ۔

کائنات کو جسمانی حواس سے محسوس کرتے ہوئے ہم اپنی ذہنی نظر سے اس کے اندر صاف طور پر ترتیب ۔ خوبصورتی وسائل و مقاصد کی موافقت ۔ نیکی اور محبت کا مطالعہ کرتے ہوتے یہ کہنے کے لئے عقلاً مجبور ہو جاتے ہیں ۔ کہ یہ کائنات صرف ایک باجہ ہی نہیں ۔ بلکہ نج بھی رہا ہے ۔ صرف کاغذ اور رنگ موجود نہیں ہیں ۔ بلکہ ایک تصویر کھچ رہی ہے ۔ صرف سیاہی کی لکیریں نہیں بلکہ ایک کتاب لکھی جا رہی ہے ۔ صرف خام مسالا ہی موجود نہیں بلکہ نہایت عالی شان عمارت بھی تیار ہو رہی ہے ۔

کائنات میں مادہ اور اس کی حرکات کے سوا کچھ نہ دیکھنا بتلاتا ہے ۔ کہ ابھی تک ہماری ذہنی پیدائیش پورے طور نہیں ہوئی ۔ ورنہ ذہنی طور پر جاگا ہوا انسان صاف صاف دیکھتا ہے ۔ کہ کائنات پر مادہ اور طاقت کی حکومت نہیں ہے ۔ وہ ہر وقت ۔ ہر جگہ ۔ ہر شے میں سچائی نیکی ۔ خوبصورتی کی بے خطا علامات دیکھ کر غیر جسمانی اور پاکیزہ تر خوشیاں حاصل کرتا ہے ۔ اور بیرونی لذات کی غلامی سے آزاد ہو کر عارضی اشیا کے لئے نہیں ۔ بلکہ اُن ابدی اور غیر محدود قدور

کے لئے جینا ہے Values.

قدور (Values.) کے لئے جینے میں ہی انسان کی انسانیت ہے۔ انسانی وجود رکھتے ہوئے صرف اشیاء لذات کے لئے جینا حیوانیت سے بھی نچلے لیول کی بات ہے۔ اگر انسان قدور کے لئے جینا سیکھ لے۔ تو آج ہی دُنیا سے باہمی مقابلہ و جنگ دور ہو کر کُل افراد و اقوام کے درمیان باہمی تعاون اور محبت کا رشتہ قایم ہو جائے۔ اور یہی مصیبت ناک زندگی ہی سچی اور پاکیزہ خوشیوں کا راگ بن جائے۔

اور جب انسان روحانی طور پر بیدار ہو کر جسمانی اور ذہنی حواس کے ساتھ ساتھ اپنے روحانی حواس کو بھی استعمال کرنے لگتا ہے۔ تب یہی دُنیا جو صرف جسمانی حواس سے مادہ اور اس کی اتفاقیہ حرکات کا بے معنی کھیل معلوم ہوتی تھی۔ اور ذہنی نظر سے سچائی، ترتیب، خوبصورتی اور نیکی کے آثار دکھلاتی تھی۔ ایک روحانی ہستی محسوس ہونے لگ جاتی ہے۔ گویا رات سے دن ہو جاتا ہے۔ راگ کے ساتھ راگی، تصویر کے ساتھ مصور نظر آنے لگتا ہے۔ ساری کائنات ایک زندہ وجود واحد دکھائی دیتی ہے۔ ہر شے ہر واقعہ اور ہر حالت میں ایک لاغیر حقیقت کا جو ابدی، غیر محدود، کُل اور ایک ہے۔ روبرو مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان اپنے آپ کو بھی ایک محدود، عارضی اور جزوی ظہور دیکھنے کی بجائے عین ابدی اور غیر محدود، کُل اور ایک حقیقت جان کر انا الحق (اہم برہم اسمی) کا نعرہ بلند کرتا ہے۔

صرف جسمانی حواس کی بیداری اور غلبے کی حالت میں انسان اپنے آپ کو چاروں طرف سے بے شعور مادہ اور اندھی طاقت سے گھرا ہوا دیکھتا ہے۔ اور خود کو بھی اسی دُنیا کا ایک جزو ناچیز خیال کرتا ہے۔

(۸) ذہنی طبقہ پر بیدار شخص اپنے آپ کو صرف شکلوں کے درمیان نہیں بلکہ عالمگیر خوبصورتی میں۔ صرف آوازوں کے درمیان نہیں بلکہ ابدی راگ میں پاتا ہے۔ اپنے آپ کو بے انداز طاقتوں کے بھنور میں دیکھنے کی بجائے ہر طرف محبت اور نیکی سے گھرا ہوا جانتا ہے۔ اور خود کو دُنیا کا ایک جزو دیکھنے کی بجائے ایسی شخصیت دیکھتا ہے۔ جو دُنیا کو معنی اور قدر دیتی ہے۔ اور جس کے بغیر ساری کائنات اسی طرح سے ہی بے قدر ہے۔ جیسے کمرہ بغیر روشنی کے اور کتاب بغیر آنکھ کے۔

لیکن جب کوئی شخص روحانی بیداری حاصل کرتا ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو ایک عظیم ترین مکان یا مشین یا جسم میں ہی نہیں۔ بلکہ ایک پرم اننت اور ادویت پُرش میں دیکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بھی عین وہی پرم اننت اور ادویت پُرش جانتا ہے۔

قدامت اور ہمہ گیری کا اصلی راز

ہم بتلا چکے ہیں۔ کہ "ایشور" کے خیال سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی خیال بھی قدیم اور ہمہ گیر نہیں ہے۔ کوئی تائید کرے یا تردید۔ یہ خیال خواہ مخواہ آتا ہے۔ سدا اور ہر جگہ آتا ہے۔

اور جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان صرف جسمانی حواس ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ ذہنی اور روحانی حواس بھی رکھتا ہے۔ تب ایشور کے خیال کی قدامت اور ہمہ گیری کا راز کُھل جاتا ہے۔

ذہنی حواس تو اس قدر بتلاتے ہیں، کہ یہ کائنات صرف مادہ اور اس کی حرکات نہیں ہے۔ اس کے اندر ترتیب۔ ڈیزائن۔ خوبصورتی۔ نیکی۔ محبت اور معنی کے بھی بے خطا آثار اس امر کا یقینی اشارہ دیتے ہیں۔ کہ ان قدور (VALUES) کی تہ میں کوئی غیر محدود حکمت۔ صنعت اور محبت رکھنے والا ذہن بھی موجود ہے۔ اس گھر کا کوئی معمار بھی ہے۔ یہ نہایت مترتب اور باقاعدہ مشین خود بخود نہ تو بن سکتی ہے۔ اور نہ چل سکتی ہے۔ آخر کوئی اس ابدی راگ کو گانے والا بھی ہوگا۔ اور یہ پُر حیرت تصویر بغیر مصور کے وجود میں آ نہیں سکتی۔

سچائی۔ نیکی۔ خوبصورتی وغیرہ قدور (VALUES) کی پیدائش اور قدر شناسی کے لئے شخصیت یا ذہن کا ہونا ضروری ہے۔ صرف مادہ انہیں پیدا نہیں کر سکتا۔ اور نہ انہیں پہچان سکتا ہے۔ اس لئے ذہنی بیداری حاصل ہوتے ہی انسان صرف اپنے وجود میں ہی ذہن نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس کائنات کے اندر یا اس سے پرے یا اس کے پیچھے ایک ذہن کا وجود ماننے کے لئے بھی مجبور ہے۔ جو کائنات کے اندر سچائی۔ نیکی اور خوبصورتی کو ظہور میں لاتا ہے۔ انسانی ذہن ان قدور کو پہچان کر انہیں قیمت تو دے سکتا ہے۔ مگر انہیں کائنات میں خود پیدا نہیں کرتا۔

مگر ذہنی طبقے پر یقینی طور پر ایک ست (حق) شو (نیک) اور سُندر (جمیل) ہستی کا یقینی قیاس تو پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہ قیاس قیاس ہی رہتا ہے۔ اور عقلی قیاس میں ہمیشہ احتمال غالب ہُوا کرتا ہے۔ قطعی اور اٹل یقین نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک کا بیج موجود رہتا ہے۔ مثلاً عقل دھوآں دیکھ کر احتمالِ غالب پیدا کرتی ہے۔ کہ آگ بھی موجود ہوگی۔ مگر اس قیاس میں شک کی گنجائش رہتی ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ آج تک جہاں دھوآں دیکھا گیا ہے۔ وہاں تلاش کرنے پر آگ بھی پائی گئی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے نئے حالات تجربے میں آجائیں۔ کہ جہاں دھوئیں کا وجود آگ کے بغیر ممکن ہو۔

ہم عقلی قیاس سے یقین کر لیتے ہیں۔ کہ جو بشر پیدا ہوا وہ آخر مر ہی جائے گا۔ کیونکہ اب تک کوئی بشر بھی موت سے بچا ہُوا پایا نہیں گیا۔ لیکن اس تجربے اور قیاس کے باوجود آج بھی بعض یوگی اور ماہرین خیال جدید اُمید رکھتے ہیں۔ کہ کبھی انسان جسمانی بقا بھی حاصل کرلے گا۔ جا بجا اس بارہ میں تجربے کئے جا رہے ہیں۔

اس لئے جب تک "ایشور" کے متعلق ہمارا علم صرف ذہنی ہے۔ تب تک اس بارہ میں شک اُٹھتا ہی رہے گا۔ جب کہ انسانی ذہن۔ اس دُنیا کو ہی سراب کی مانند ایک ہستی موہوم خیال کرنے کے قابل ہے۔ تو اس دھوکے کو پیدا اور قائم رکھنے والے وجود کی ہستی میں شک لانا تو آسان تر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج تک اہل عقل و قیاس "ایشور" کی ہستی کے بارہ میں تائید اور تردید کے قطبین کے درمیان ڈگمگاتے چلے آتے ہیں۔

"ایشور" کے خیال کی قدامت اور ہمہ گیری کا راز صرف رُوحانی طبقے پر کُھلتا ہے۔ رُوحانی حواس پوری بیداری حاصل کرتے ہی صاف صاف بلاشک وشبہ دکھلا دیتے ہیں۔ کہ ایک غیر محدود۔ ابدی حقیقت موجود ہے۔ اور وہ کُل ہے۔ اور کُل ایک ہے۔ اس کے سوا یا اس سے پرے نہ کچھ موجود ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ کُل اور ایک ہے۔ رُوحانی نظر کُھلتے ہی شک کی جڑ اکھڑ جاتی ہے۔ دل کی گانٹھیں کُھل جاتی ہیں۔ تب انسان تائید و تردید سے اُوپر اُٹھ کر صرف دیکھتا ہے۔ اور کہتا اور گاتا ہے عقلی دلائل اور منقولات کا سہارا نہیں لیتا۔ وہ

اپنے ہونے اور جینے کی مانند یقینی طور پر براہِ راست جانتا ہے۔ کہ ایک۔ اکھنڈ۔ نتیہ اور اننت ستیہ ہے۔ اور اسے "برہم" کا نام دیتا ہے۔

لیکن رُوحانی حواس کی پوری بیداری نہ بھی ہو۔ کوئی بشر ان حواس سے کلی طور پر محروم پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر فرد بشر دھندلے یا صاف طور پر محسوس کیا کرتا ہے۔ کہ کوئی ہے۔ جو ایک۔ غیر محدود اور ابدی ہے۔ اور اس حقیقت۔ ابدیت۔ غیر محدودیت۔ کلیت اور وحدت کی روشنی ہیں ہی وُہ ظہورات کو ایک نمود۔ زمانے کو ایک طرح کا بہاؤ تمام اشیاء کو محدود اور ایک کُل کے اجزا خیال کرتا ہے۔ اگر یہ روشنی اس کے آسمان ذہن میں تاباں نہ ہو۔ تو اُسے کبھی ظہور۔ زمانے۔ محدودیت۔ جزویت اور کثرت کا خیال تک نہ آئے۔

مگر نامکمل رُوحانی بیداری کی حالت میں وُہ اس رُوحانی احساس کو ذہنی طبقے پر لاکر اسے سمجھنا چاہتا ہے۔ اور اس کے متعلق طرح طرح کے قیاسات اور تصوّرات گھڑتا رہتا ہے۔ اسی حالت میں "ایشور" کے متعلق دُنیا میں مختلف مذاہب کا ظہور ہُوا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ٹٹول اور قیاس کی دُنیا ہے۔ اسی میں ہی شک کے لئے گنجائش رہتی ہے۔ صرف جسمانی حواس یا صرف رُوحانی حواس شک و شُبہ کو جانتے ہی نہیں۔ ان کا تجربہ ہمیشہ براہِ راست ہوتا ہے۔ لیکن ذہنی علم سدا ہی بالواسطہ ہوتا ہے۔ جسمانی حواس سے انسان اپنے علم کا مسالا اور رُوحانی حواس سے اپنے فہم کی روشنی حاصل کرتا ہے۔

شک اور یقین

بادل نہ تو سطح زمین پر رہتے ہیں۔ اور نہ کرہ ہوائی سے اُوپر۔ اسی طرح شکوک نہ تو جسمانی حواس سے پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ رُوحانی حواس سے۔ ان کی پیدائش کا امکان صرف ذہنی اور عقلی طبقے پر ہے۔ کوئی حیوان یا عارف شک نہیں رکھ سکتا۔

اور چُونکہ ذہنی علم ہمیشہ بالواسطہ ہُوا کرتا ہے۔ براہِ راست نہیں۔ اس لئے اس میں شک کی گنجائش رہتی ہے۔ اہل مذہب عام طور پر شک کو روکنے کے لئے ایمان لانے کی ہدایت کیا کرتے ہیں۔ اور شک کو روکنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے۔ کہ جس بات میں شک ہو۔ اس پر پُوری طاقت سے عمل نہیں کیا جا سکتا۔ حیوانات جو صرف جسمانی حواس رکھتے ہیں۔ جو کُچھ بھی کرتے ہیں۔ اپنی پوری توجہ اور طاقت سے کرتے ہیں۔ لیکن ذہنی طبقے پر جینے والے انسانی افراد میں وُہ یکسُوئی اور کلیت نہیں دیکھی جاتی۔ اور اس لئے ان کا عمل پوری طاقت نہیں رکھتا۔

مگر شک کو دبانا اور شے ہے۔ اور اُس کی بیخ کنی کرنا اور شے۔ سوچنے والے انسان کے شک کی جڑ اکھاڑنے کا قُدرتی اور صحیح طریق رُوحانی حواس کی بیداری ہے۔ یقین (وشواس) کی بنیاد اندھے اعتقاد پر نہیں۔ بلکہ رُوحانی نظر کی کشادگی پر ہونی چاہیے۔ جس طرح بادل۔ سُورج۔ چاند۔ ستاروں کو چھو نہیں سکتے۔ اسی طرح جس شخص کے رُوحانی حواس بیدار ہو چکے ہیں۔ عقلی شکوک اس کے سہج وشواس میں جنبش نہیں لا سکتے۔ یہ وشواس اندھے کی لاٹھی نہیں اور نہ ہی اہل استدلال کا پائے چوبیں ہے۔ بلکہ وُہ صاف نظری ہے۔ جو تمام چیزوں اور واقعات میں سے حقیقت کو رُوبرُو دیکھا کرتی ہے۔

صدق دلانہ شک اندھے ایمان سے بے انداز درجے بہتر ہے۔ یہ سچائی کی طرف لے جاتا ہے۔ توہمات کا دشمن ہے اور رُوحانیت کا سچا معاون۔ شک کے بغیر عقلی زندگی نشوونما نہیں پا سکتی۔ شک کو دبانا نظر کو دھندلا کرتا اور ذہنی صحت میں فرق لاتا ہے۔ شک کی جڑ کاٹنا مطلوب ہو۔ تو عقل کو دبانے کی بجائے اس سے اُوپر اُٹھنا چاہیئے اور خاموشی اور خلوت سے رُوحانی حواس کو نشوونما پانے کا موقع دینا چاہیئے۔ ہٹ اور زور سے پیدا شدہ نہیں بلکہ خود بخود طلوع ہونے والی ذہنی خلا و خاموشی میں حواسِ رُوحانی کو شگفتگی کا موقع ملتا ہے۔ اور ان کی شگفتگی پر جو دیکھنے والا یقین حاصل ہوتا ہے۔ وُہ وجود کے کسی بھی حصّے کو دبانے کی بجائے سارے وجُود کو ہی شگفتگی اور یکسوئی بخشتا ہے۔ دُھوپ اور چھاؤں کا جھگڑا زمین پر ہے۔ سُورج میں نہیں۔ اسی طرح شک اور یقین کی لڑائی بھی ذہنی طبقے پر ہی محدُود ہے۔ رُوحانی لیول پر نہیں۔ عقلاً یقین یا شک لانا رُوحانیت سے مَس و کا نہیں رکھتا۔ رُوحانی یقین نہ اندھا ہوتا ہے۔ اور نہ استدلال پر مبنی۔ بلکہ رُوحانی بصیرت پر بنیاد رکھتا ہے۔

ہر فرد بشر کو عقلاً شک لانے کی کُھلی آزادی ہونی چاہیئے۔ سچائی کے عاشق لوگ جب ایشور کی ہستی میں بھی شک لانے کی جُرأت کرتے ہیں۔ تب وُہ اپنی کھوج میں آخر ایسے وشواس کو حاصل کرتے ہیں۔ جو مذہبی مجادلات کی گرد سے اُوپر چمکتا ہے۔ ماننا یا نہ ماننا صرف ذہنی شئے ہے۔ رُوحانیت میں صرف جاگنے اور نہ جاگنے۔ بینا یا نابینا ہونے۔ جاننے یا نہ جاننے کا سوال ہوتا ہے۔

دُنیا میں مذہبی جھگڑے اور ناروا داری کا سبب یہ ہے۔ کہ لوگ عمُوماً عقل سے نچلا۔ اعتقادی۔ روائتی۔ تقلیدی اور رسمی مذہب رکھتے ہیں۔ عقل سے بھی برتر رُوحانی۔ کشفی۔ اور خود اعتمادی اور عملی زندگی کے مذہب کو جانتے ہی نہیں۔ مذہبی جوش رُوحانی افلاس کا ماپ ہے۔

آستکتا اور ناستکتا (کفر و ایمان) کا پرانا جھگڑا بھی ذہنی طبقے پر یا اس سے بھی نچلے لیول پر ہستی رکھ سکتا ہے۔ رُوحانیت کی طلُوع و غرُوب سے مبرا روشنی میں نہیں۔ رُوحانی طَور پر بیدار لوگوں کی نظر میں اس قسم کے مذہبی اور اعتقادی اختلافات نہ صرف کوئی اہمیت نہیں رکھ سکتے۔ بلکہ نہایت مُضحکہ خیز ہیں ؎

اختلافاتِ مذاہب جُملہ اوہام ست و بس
یک حقیقت جلوہ گر دہ کفر و اسلام ست و بس

ترقّی و کمال

رُوحانی حواس کی بیداری بلا شک و شبہ دِکھلا دیتی ہے۔ کہ ایک غیر محدُود اور ابدی حقیقت موجُود ہے۔ اور وُہ کُل لا غیر ہے غیر محدُودیت اور غیریت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ غیریت کے ساتھ لازمی طور پر محدُودیت پائی جائے گی۔

یہی حقیقت ہی تو جسمانی حواس کی راہ سے دُنیا (جگت) معلُوم ہوتی ہے۔ اور ذہنی نظر سے خُدا کہلاتی ہے۔ برہم ایشور

[illegible]

رُوپ دھارن کرتا ہے۔

جو شخص اپنی رُوحانی ہستی کی طرف نہیں جاگا۔ وُہ اپنے وجُود میں جسم اور ذہن کے سوا کُچھ نہیں پاتا۔ اِسی طرح جب تک ہمارے رُوحانی حواس بیدار نہ ہوں۔ ہمیں جگت اور اُسے پیدا کرنے۔ قائم رکھنے اور مٹا دینے والے ایشور کے سوا کُچھ نظر نہیں آتا۔

انسانی وجُود نہایت پیچیدہ اور پُراز اختلاف تو ہے۔ مگر مرکب نہیں۔ یعنی انسان جسم ذہن اور رُوح کا مجمُوعہ نہیں ہے وُہ ایک غیر منقسم اور لاتجزی ہستی ہے۔ جو ذہن اور جسم وغیرہ مختلف صُورتوں میں نمُودار ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح برہم۔ ایشور اور جگت جُداگانہ حقائق کے نام نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی اکھنڈ اور ادویت ستا کے مختلف پہلو ہیں۔ ایشور برہم کا ہی ایشور تو ہے۔ ایشور کی ہر ب شکتی برہم کی ہی اپنی شکتی ہے۔ برہم سے الگ اس کی کوئی جُداگانہ ہستی نہیں ہے۔ اور اسی طرح جگت بھی برہم کا ہی رُوپ ہے۔ یعنی برہم ہی جگت ہو کر آنکھوں کو دکھائی دیتا۔ کانوں سے سُنا جاتا۔ جلد سے چھوا جاتا۔ اور ناک سے سونگھا جاتا ہے۔ اور جسے جیو کہتے ہیں۔ وُہ بھی برہم کی ہی ایک ظہوری مرکز کے سوا کوئی اپنی الگ تھلگ ہستی نہیں رکھتا۔ اگر برہم کے سوا کُچھ اور ہو یا ہو سکے۔ تو وُہ برہم کی حد ہو جائے گی۔ اور برہم کی تردید کرنے والا ہوگا۔

"انسان وہی کُچھ اپنے اِرد گرد دیکھتا اور خیال کرتا ہے۔ جو کُچھ کہ وُہ خود ہے"

We behold what we are.

جو شخص صرف اپنے ان مے کوش کی طرف جاگا ہے۔ وُہ اپنے اِرد گرد بھی جسمانیت کے سوا کُچھ نہیں دیکھتا۔ اس کے لئے ایشور بھی ایک ساکار اور جسمانی ہستی ہی ہوگا۔ اپنے آپ کو ساکار اور جسمانی خیال کرنے والا بھلا کس طرح ایشور کے نِراکار اور غیر جسمانی ہونے کا تصوّر باندھ سکیگا؟

اور جو شخص ان مے کوش سے اُوپر اُٹھ کر پران مے کوش میں بیدار ہُوا ہے۔ وُہ اپنے اِرد گرد بھی مادہ اور جسمانیت کے علاوہ طاقت اور زندگی کو حکمران دیکھیگا۔ وُہ محسُوس کرتا ہے۔ کہ جس طرح میرے وجُود میں طاقت اور زندگی جسم پر حکمران ہو رہے ہیں۔ اسی طرح نیچر بھی صرف مادی ہستی نہیں۔ بلکہ اُسے چلانے والی اس کے اندر ہی طاقت اور زندگی موجُود ہے اور اس سے بھی آگے چل کر جو شخص اپنے منومے کوش میں جاگ اُٹھا ہے۔ وُہ اپنے آپ کو جسم یا طاقت سمجھنے کی بجائے منومے (ایک خیالی ہستی) سمجھتا ہے۔ اور جس طرح وُہ اپنے وجُود کے اندر دیکھتا ہے۔ کہ جسم پر طاقت اور طاقت پر اس کا اپنا خیال و ارادہ حکمران ہیں۔ اُسی طرح وُہ اپنے اِرد گرد بھی دیکھتا ہے۔ کہ اگرچہ قدرت میں بے انداز مادہ اور طاقت موجُود ہیں۔ مگر ان کے پیچھے ایک عظیم ذہن (ہرنیہ گربھ) موجُود ہے۔ جو اس جگت کو پیدا کرتا اور چلاتا ہے۔

منومے کوش سے بھی اُوپر اُٹھنے والا شخص اپنے آپ کو وِگیان مے کوش جانتا ہے۔ اور اپنے ذاتی تجربے سے سمجھتا ہے۔ کہ طاقت مادہ کو۔ خیال طاقت کو اور دانائی (حکمت) خیال کو استعمال کرنے والے ہیں۔ وُہ اپنے ماحول میں بھی مادہ۔ طاقت اور خیال کے علاوہ اشیا اور واقعات کے اندر بے انداز حکمت کا مُطالعہ کرتا ہے۔ اور خوب جانتا ہے۔ کہ ایسے مترتب۔ باقاعدہ اور پُراز مقاصد دُنیا کو پیدا کرنے والی ایک غیر متناہی حکمت ہے۔

اور جس شخص نے "آنند مے کوش" میں (سدا...) حاصل کی ہے۔ وُہ صاف صاف دیکھتا ہے۔ کہ جیسے اس

کے اپنے وجود کے اندر مادہ۔ طاقت۔ خیال اور حکمت کو کام میں لانے والی شئے آنند ہے۔ یعنی وُہ جو کچھ بھی کرتا ہے۔ آنند کو پانے یا ظاہر کرنے کے لئے ہی کرتا ہے۔ اس طرح بیرونی کائنات کی پیدائش۔ قیام اور اس کی لگاتار تبدیلی اور تجدید کا راز آنند (مسرّت) میں پایا جاتا ہے۔ یہ سارا جگت آنند سے ہے۔ آنند میں ہے۔ اور آنند کی طرف ہی حرکت پذیر ہے۔ اسے ہر سُو حسن و جمال کا ہی پیدا ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا پانچ طرح کی بیداری ظہورات کی طرف بیداری ہے۔ ذات کی طرف نہیں۔ صرف ظہورات کی طرف جاگے ہُوئے پُرش کو اپنے آپ سے الگ اور بے انداز بڑے ایشور کا خیال خواہ مخواہ آتا ہے۔ مگر جو شخص اپنی ذات میں جاگ اُٹھتا ہے۔ وُہ اپنے آپ سے الگ اور مہان ایشور اور اس کے اننت گنوں کو دیکھنے کی بجائے ہر سب برہم کا درشن کرتا ہے۔ وُہ براہِ راست اور بلاشبہ جانتا ہے۔ کہ کیول برہم ہی موجود ہے۔ ایشور۔ جیو۔ جگت اُسی ایک اکھنڈ ادوّیت برہم کے ظہوری پہلو ہیں۔ وُہ اپنے آپ کو بھی ایک جسم یا طاقت یا ذہن یا جذبہ سمجھنے کی بجائے جانتا ہے۔ کہ وُہ آپ بھی برہم ہی تو ہے۔ برہم کی اَنش یا اس کا کوئی پہلو نہیں۔ بلکہ پُورن برہم ہے۔ ظہوری پہلو پر وہ اپنے آپ کو جگت اندر پاتا تھا۔ اب سارا جگت اُسے اپنی ذات کے اندر اسی طرح ہی دکھائی دیتا ہے۔ جیسے سمندر کے اندر بُلبُلے اور سُورج کے اندر کرنیں۔

جب تک انسان اپنی حقیقت میں بیدار نہ ہو۔ اُسے اپنے آپ سے الگ اور مہان ایشور کا خیال آتا ہی رہے گا۔ اور اسی خیال کی پرستش میں ہی وُہ اپنی ترقی دیکھے گا۔ اور ایشور کے یوگ میں ہی وُہ اپنی کمزوری۔ جہالت اور محدودیت سے نجات پانے کا اُمیدوار ہوگا۔ اُسے اپنے سامنے ترقی کا بے حد میدان دکھائی دے گا۔

مگر جو شخص اپنے آپ میں بیدار ہُوا ہے۔ وُہ زمانے میں ترقی ڈھونڈنے کی بجائے حال میں ہی اپنی ذات کے اندر کمال کو حاصل کرتا ہے۔ اور وُہ بیرونی ایشور کی تلاش کی بجائے۔ برہم پرکاش میں اپنی زندگی دیکھتا ہے۔ یعنی وُہ اپنے آپ سے باہر طاقت۔ زندگی۔ حکمت اور سُرور ڈھونڈھنے کی بجائے خود ہی بے انداز طاقت۔ زندگی۔ حکمت اور سُرور کا اکھٹ اور سدا جاری رہنے والا چشمہ بن جاتا ہے۔

ایشور کے تصوّر میں اختلاف اور تبدیلی

ہم سب جانتے ہیں کہ کائنات ایک ہے۔ مگر کائنات کے متعلق ہمارے تصوّرات سدا ہی مختلف اور تبدیلی پذیر رہے ہیں اور رہیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہمارے حواس جسمانی محدود ہیں۔ وُہ ایک ہی وقت میں ساری کائنات کو محسوس نہیں کر سکتے۔ ہر شخص اپنے اپنے مقام اور زاویہ نگاہ سے دیکھا کرتا ہے۔ سارا ہمالہ کسی ایک فوٹو میں منعکس نہیں ہو سکتا۔ اس کی تصاویر لازمی طور پر مختلف اور بدلنے والی ہی ہُوں گی۔

اسی طرح ایشور کے متعلق بھی نہ کبھی ایک خیال ہُوا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ ایک طرف ہمارے ذہنی حواس کی محدودیت اور دُوسری طرف ایشور کی غیر محدودیت اس بات کو اٹل اور لازمی قرار دیتے ہیں۔ کہ ایشور کے متعلق ہمارے تصوّرات کبھی یکساں اور غیر متغیر نہیں ہو سکتے۔

یہی سبب ہے ۔ کہ اگرچہ عام طور پر مذاہب ایشور کی ہستی کے قائل ہیں ۔ لیکن ان کے تصورات میں سدا ہی اختلاف پایا جاتا ہے ۔ یہی اختلافِ تصوّرات ہی تمام مذہبی تعصبات فسادات کی بنیاد ہے ۔ وُہ ایشور یا خُدا کو ایک کہتے ہُوئے بھی اس کے تصوّرات اور اسماء پر لڑتے جھگڑتے ہیں ۔ اور ایک دُوسرے کو ناستک اور کافر کہنے میں ذرا نہیں شرماتے ۔ سوشل ضروریات سے مجبُور ہوکر مذاہب کے درمیان توافق پیدا کرنے کے لیئے کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں ۔ مگر وُہ سب کی سب لیگ اوف نیشنز کی مانند کبھی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتیں ۔

جب تک اندھوں کی آنکھ نہ کُھلے اور وُہ ہاتھی کی کلیّت کو ایک نظر سے نہ دیکھیں ۔ صرف ہاتھوں کی ٹٹول سے وُہ کبھی ہاتھی کی وحدت اور کلیّت کو نہیں جان سکتے ۔ ان میں ہر ایک اپنی اپنی سچائی کا مدعی بن کر دُوسروں کو جھُوٹا پکارتا رہیگا ۔ مگر سب کی آنکھ کھلتے ہی پتہ لگے گا ۔ کہ سب ہی سچّے تھے ۔ صرف نقطہ نگاہ کی تنگی نے دھوکہ اور اختلاف پیدا کر رکھا تھا ۔

اسی طرح جب تک انسان کی اندرُونی نظر نہ کُھلے یعنی وُہ اپنے آپ میں نہ جاگ اُٹھے ۔ وُہ جگت اور ایشور کے متعلق مختلف تصوّرات رکھنے پر مجبُور ہوگا ۔

بھلا جو شخص اپنے وجُود میں جسمانیت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا ۔ وُہ ایشور کو کس طرح غیر جسمانی اور نراکار خیال کر سکیگا ؟ اور جو شخص منومے کوش یا دگیان مے کوش میں جاگ اُٹھا ہے ۔ وُہ کیونکر اس کے ساتھ اتفاق رائے رکھ سکیگا ؟ نہ صرف ہماری محدُودیتِ حواس کے باعث ہمارے تصوّرات مختلف ہُوں گے ۔ بلکہ ہماری اپنی حالت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتے بھی رہیں گے ۔

اس کے علاوہ نیچر کے متعلق انسانی علم جُوں جُوں آگے بڑھتا ہے ۔ ایشور کے متعلق اس کا خیال بھی لازمی طور پر بدل جاتا ہے ۔

مثلاً کبھی اس دُنیا کو بے شعور ذرّات اور اندھی طاقتوں کا مجمُوعہ سمجھا جاتا تھا ۔ اور دُنیا میں ترتیب ۔ مقاصد اور باقاعدگی کا مشاہدہ خواہ مخواہ یہ خیال پیدا کرتا تھا ۔ کہ اس دُنیا کو ترتیب ۔ باقاعدگی اور مقاصد دینے والی کوئی ہستی ضرور موجُود ہے ۔ اور وُہ دُنیا سے اسی طرح جُداگانہ وجُود رکھتی ہے ۔ جیسے معمار مکان سے جُداگانہ اور بیرُونی ہستی رکھتا ہے ۔

مگر جب مطالعہ قُدرت نے انسان کو یقینی طور پر دکھلا دیا ۔ کہ یہ دُنیا صرف ذرّات اور طاقت کا مجمُوعہ نہیں ۔ بلکہ زندہ ہے ۔ اس میں زندہ جسم کی مانند اپنے اندر سے ہی خُود بخود نشوونما پانے کی طاقت موجُود ہے ۔ اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ اس کے اندر بھی ہمارے وجُود کی مانند ذہن بھی موجُود ہے ۔ اور اس اندرُونی زندگی اور ذہن کے ذریعے یہی بے شعُور معلُوم ہونے والی دُنیا اپنے آپ کو اس ترتیب اور خوبصُورتی کے ساتھ پیدا کرنے اور باقاعدگی کے ساتھ مقاصد کی طرف لے جانے کے قابل ہے ۔ تب سے پرکرتی اور جگت سے الگ ایشور کا خیال خُود بخود اُڑنا شرُوع ہوگیا ۔

اب جن لوگوں کے دل و دماغ میں قُدرت کی اپنی ارتقائی طاقت و زندگی میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا ۔ وُہ ایشور اور خُدا کو دُنیا کی حدُود سے باہر یا اس سے جُداگانہ ہستی نہیں سمجھتے ۔ بلکہ صاف طور پر دیکھتے ہیں ۔ کہ جگت کا ایشور جگت کی اپنی ہی جان ۔ اپنی ہی شکتی اور اپنی ہی جیوتی ہے ۔ جگت ایشور کا رُوپ ہے ۔ یا گیت ہے ۔ اور ایشور اس کی جگت کا اندرُونی رُوح جمال و محبّت ہے ۔ ٹینی سن سچ کہتا ہے ۔

A tremendous whole,

Whose body is nature and God is the soul.

"وہ ایک نہایت عظیم کل ہے۔ اس کا جسم قدرت ہے اور اس کی رُوح خدا ہے"۔

اس ذہنی طبقہ پر بیدار لوگ ایشور کو دُنیا سے الگ۔ دُور، پرے یا غائب نہیں دیکھتے۔ بلکہ اپنے ہر طرف اس کو دیکھتے چھُوتے۔ سُنتے اور اس کے ساتھ بیوہار کرتے ہیں۔ وہ اپنے جسم کو ایشور کے عالمگیر جسم کا ایک عضو جانتے ہیں۔ اور ذہن کو بھی اُس عالمگیر ذہن کا ایک سیل خیال کرتے ہیں۔ وہ اپنی حرکات کے اندر ہی ایشور کی شکتی کو اپنے جینے میں ہی اس کی زندگی اور اپنے ذہن میں ہی اس کی روشنی کو دیکھتے اور اس میں جیتے ہیں۔ ان کی نظر میں "ہمہ از دست" اور "ہمہ اوست" میں کوئی تضاد نہیں رہتا۔ وہ ایشور کا دھیان کرتے وقت جگت کو بھلانے کی کوشش کرنے کی بجائے جگت میں ہر جگہ اور ہر وقت اس کا تخلیقی عمل دیکھتے ہیں۔ ان کی نظر میں ایشور نے یہ دُنیا پیدا نہیں کی بلکہ سدا کر رہا ہے۔ اور وُہ کسی اور شے کو پیدا نہیں کر رہا۔ بلکہ خُود ہی پیدا (نمُودار) ہو رہا ہے۔ ان کی نگاہ میں خالق و مخلوق کا تفرقہ نہیں رہتا۔

اور رُوحانی طبقہ پر بیدار (آتم وِت) لوگ تو برہم کے سوا کچھ دیکھتے ہی نہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ وہ جگت کے اختلافات اور تغیرات کی طرف سے اندھے اور بے خبر ہو رہتے ہیں۔ بلکہ یہ معنی ہیں۔ کہ انہیں ہر طرف برہم ساگر ہی اُچھلتا دکھلائی دیتا ہے۔ سارا جگت ایک ہی زندگی کا نت نیا گیت سنائی دیتا ہے۔ ایک ہی آنند میدان ابدیت میں رقص کرتا ہُوا نظر پڑتا ہے۔ دیکھنے والا رشی اسی نظر سے ہی دیکھتا ہُوا اعلان کرتا ہے۔

सर्वं खल्विदं ब्रह्म ॥ मां० उ० १-२

"یقیناً یہ سب کچھ ہی برہم ہے"۔

ایشور بھگتی

ایشور بھگتی ایک قدرتی جذبہ ہے۔ انسان ایک خود آگاہ وجود ہونے کے باعث جب اپنی حدود کو دیکھتا ہے۔ تب لازمی طور پر اس کے ساتھ غیر محدود کا خیال اسی طرح آیا کرتے ہیں۔ جیسے نیچے کے ساتھ اُوپر کا اور اندر کے ساتھ باہر کا۔ جو شخص اپنے جسم کی محدودیت دیکھتا ہے۔ وُہ لازمی طور پر اپنے ارد گرد کائنات کے غیر محدود جسم کو بھی دیکھتا ہے۔ ورنہ اُسے اپنا جسم ہی نظر نہ آسکتا۔ اسی طرح جیو اپنے آپ کو جانتا ہُوا ایشور کا خیال کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اپنی چھوٹائی۔ محدودیت۔ عدمِ تکمیل کے ساتھ ضروری ہے حد بڑائی۔ غیر محدودیت اور کمال کا خیال آتا ہے۔ جس طرح جسم اور نیچر ایک دُوسرے کی نسبت سے جانے جاتے ہیں۔ اسی طرح جیو[1] اور ایشور دونو کا گیان ہی نسبتی ہے۔

[1] یہاں جیو سے مُراد انسانی رُوح سے ہے۔ حیوانات اور نباتات پر یہ بات صادق نہیں آتی۔

ایشور کی عظمت۔ غیر محدودیت اور کمال۔ خوف اور ہیبت پیدا کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم ایشور کو غیر محدود سچائی نیکی اور خوبصورتی کا آدرش جانتے ہیں۔ تب ہمارے دل میں قدرتاً اور خواہ مخواہ حیرت۔ احترام اور تحسین و محبت کے جذبات اُچھلنے لگتے ہیں۔ اور چونکہ سچائی نیکی اور خوبصورتی کی حد نہیں ہے۔ اس لئے یہ جذبات بھی غیر محدود نشوونما کی قابلیت رکھتے ہیں۔ کوئی شخص بھی جو عقل۔ ضمیر اور دل سے بہرہ ور ہے۔ اس قدرتی بھگتی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

لیکن جو بھگتی ذہن کی بچگانہ حالت میں عین قدرتی اور ابھارنے والی ہے۔ وہی بھگتی ذہن کی پختگی Maturity. پر غیر قدرتی اور مضر ثابت ہوتی ہے۔ ذہنی بچپن میں انسان ایشور کو اپنے آپ بلکہ قدرت سے بھی باہر۔ دُور سے دُور اور غائب خیال کرتا ہے۔ اور اپنی کمزوری۔ جہالت اور محدودیت دیکھ کر اس کی پناہ اور امداد کا طلبگار رہتا ہے۔ یہ بھگتی ایک طرح کی تسکین۔ بے خوفی اور سہارا تو دیتی ہے۔ مگر انسان کو ذہنی پختگی سے دُور رکھتی ہے۔

مگر پختہ اور ترقی یافتہ ذہن ایشور کو صرف کائنات کے اندر ہی نہیں بلکہ اپنے مرکز ہستی میں بھی دیکھتا ہے۔ اور محسوس کرتا ہے۔ کہ اس کے اندر ہی غیر محدود سچائی۔ نیکی اور خوبصورتی کے چشمے موجود ہیں۔ اپنے مطلوب کو آسمانوں میں ڈھونڈھنے کی بجائے اپنے دل میں دیکھتا ہے۔ یہ تصور خود اعتمادی۔ ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔ تب انسان محسوس کرتا ہے۔ کہ اگرچہ وہ ایک پہلو پر محدود مخلوق ہے۔ بلکہ دُوسرے پہلو پر خود ہی غیر محدود خالق بھی ہے۔ زندگی کی دُنیا میں ہمیشہ جُزو کے اندر کُل موجود ہوتا ہے۔ ذہنی پختگی انسانی لباس میں چھپا ہوا خُدا دکھلاتی ہے۔ تب اس اندرونی خُدا کی اطاعت عین آزادی معلوم ہوتی ہے۔ اسی حالت میں ایمرسن کہتا ہے۔

I, the imperfect, adore my own perfect.

"میں محدود ہوتا ہُوا اپنے ہی غیر محدود کے گُن گان کرتا ہوں"۔

جب تک ہم مادی منطق کے ذریعے رُوحانی حقائق کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ تب تک غیر محدود اپنے آپ سے باہر ہی معلوم ہوتا رہے گا۔ کیونکہ مادی منطق کی رو سے محدود میں غیر محدود اور جُزو میں کُل کا کلیتاً موجود ہونا محالات سے ہے۔ لیکن رُوحانی منطق دکھلاتی ہے۔ کہ زندہ جسم میں ہر جزو کے اندر کُل موجود ہوتا ہے۔ اور ہر خیال میں سارا ذہن ہی پایا جاتا ہے۔ مادی منطق کبھی اس بات کو نہیں مانے گی۔ کہ قطرہ کے اندر سارے کا سارا سمندر موجود ہو سکتا ہے۔ لیکن رُوحانی منطق اعلان کرتی ہے۔

کبیر بوند سمانی سمندر میں ایہہ جانے سبھ کوئے

سمندر سمانا بوند میں ایہہ برلا بُوجھے کوئے

موجودہ سائنس کی بُنیاد مادی منطق پر ہے۔ اس لئے اگر ہم سائنس کے ذریعے جیو اور ایشور کے سمبندھ کو سمجھنا چاہیں تو یہ ایسی بات ہوگی۔ کہ گز کرے کہ اس کے ذریعے سچائی محبت اور خوشی کو ماپنے کی کوشش کی جائے۔ رُوحانی حقائق کو رُوحانی منطق کی روشنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس رُوحانی منطق پر اب تک باقاعدہ طریق سے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

جب کوئی بچگانہ ذہن ایشور کے بارہ میں اننت پُورن پِتا اور پربھو کے نام سنتا ہے۔ تو وہ اپنی محدودیت ۔ بے کسی۔ عاجزی۔ محتاجی۔ اور غلامی کے اقرار میں ہی بھگتی کی رُوح دیکھتا ہے۔ اور پناہ لینے مانگنے اور بخشش کا طالب رہنے کو اپنا دھرم سمجھتا ہے۔

لیکن پختہ اور بالغ ذہن ان ناموں کو سُن کر اپنی ہی ممکن اور پوشیدہ غیر محدود طاقت اور آزادی کو محسوس کرتا ہے۔ اور ایشور تو کو اپنے ہی وجود کی گہرائیوں میں دیکھتا ہے اسے اپنے اندر ایشور کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور اس لئے اس کی ایشور بھکتی۔ آتم بھگتی کا رُوپ دھارن کر لیتی ہے ؎

عجب من شمس تبریزم کہ عاشق گشتہ ام بر خود
چُوں خود در خُود نظر کردم ندیدم جز خُدا در خود

اس طرح کا بھگت اپنی قسمت کا آپ مالک ہوتا ہے۔ وُہ بیرونی ایشور کی پناہ لینے اور اس سے مدد مانگنے کی بجائے آتم وشواس رکھتا ہوا زندگی میں اپنا ایشور تو ظاہر کرتا ہے۔ اور کسی بیرونی ہستی کے آگے سجدہ کرنے کی بجائے خُود ہی مسجد اور مسجود ہو جاتا ہے۔ وُہ سورگ میں جانے کی تمنا نہیں رکھتا۔ بلکہ اپنے اندر سے سورگ نمودار کرتا ہے۔ اور ہر معاملہ میں بیرونی اسناد پر لٹکے رہنے کی بجائے اپنی سند آپ ہوتا ہے۔

غلط تصوّرات اور اُن کے مضر نتایج

اگرچہ ایشور کے متعلق انسانی تصور سدا ہی نسبتی رہے گا۔ لیکن تصور کا نسبتی اور غلط ہونا ایک شے نہیں جہاں ایشور کا اضافی تصوّ خاص حالات میں اور ایک حد تک زندگی میں اُبھارنے والا ثابت ہوتا ہے وہاں غلط تصورات دُنیا میں طرح طرح کی آفات لاتے ہیں۔ مثلاً

جب ہم ایشور کو اس کثیف دُنیا سے دُور اور اُوپر خیال کرتے ہیں۔ تب اُسے ملنے کے لئے اس دُنیا سے بیزار رہتے ہیں۔ بلکہ ہم دُنیا سے بیزاری کو ہی وصال باری کی ایک شرط خیال کرتے ہیں اور دُنیا کو سمجھنے اور بہتر بنانے کا خیال چھوڑ کر عاقبت میں ایشور کے پاس رسائی اور مقام حاصل کرنے کے لئے مذہبی رسوم میں اپنی طاقتوں کو ضایع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اس عاقبت پرستی کا نتیجہ یہ ہُوا ہے۔ کہ یہ دُنیا رنج والم کا گھر چلی آتی ہے۔ اگر ہم اس دُنیا میں ایشور کو دیکھ سکتے ۔ تو کبھی اُسے بُھلانے یا اُس سے بیزار ہونے کی کوشش نہ کرتے۔ یا جب ہم ایشور کو بھی فرد بشر سے ملتا جلتا ایک نہایت ہی طاقتور۔ نُورانی اور شاندار شخص (Person) خیال کرتے ہیں۔ تب دُنیا میں جا بجا بچولیوں (مذہبیہ ورتیوں) کا ظہور ہوتا ہے۔ اور بعض تو اس کے اوتار یا پیغمبر ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اور ہم قوانین قدرت و زندگی مطالعہ سے غافل رہ کر ان کی سفارش یا مہربانی حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس مالک کل کی طرف سے عفو و رحم کی امیدیں ہمیں قوانین قدرت کی پابندی سے غافل کر دیتی ہیں۔ اور پربھو کی خوشنودی یا ناراضگی کے سوا ہمارا کوئی اخلاقی اصُول ہی نہیں رہتا یا جب یہ مان لیا جاتا ہے۔ کہ صرف ہمارا اوتار یا پیغامبر ہی موجودہ وقت میں زندگی کی رہنمائی کے لئے پوری اور آخری سچائی پیش کرتا ہے۔ تب مختلف عقیدہ کے لوگوں کے لئے ناروا داری اور تشدد کی پیرٹے پیدا ہو کر سوشل زندگی کو زہر آلود کر دیتی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ اس قسم کا سلوک عین ثواب خیال کیا جاتا ہے۔ اپنے اپنے مذہب کی سچائی کو

کامل بے خطا اور آخری مان لینا علمی کھوج کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ اور لوگ نیچر کی عالمگیر۔ رُوحانی اور مقدّس ترین قدرتی کتاب کا مطالعہ چھوڑ کر الہامی کتب کے ہی کیڑے بنے رہتے ہیں۔

یا جب کوئی فرد یا جماعت یہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ کہ ہماری قسمت کا فیصلہ ازل سے ہی ہو چکا ہے۔ اور ہماری سعادت اور بندگی اسی میں ہے۔ کہ جو کچھ ہم پر گذرے اُس پر صبر و شاکر بلکہ راضی رہا کریں۔ تب انسان اپنی انسانیت کے لیول سے نیچے گر جاتا ہے۔ انسانیت کی صفات مخصوصہ ذمّہ داری اور تخلیق ہیں۔ قسمت پرستی ہمیں غیر ذمہ داری اور ساکن قبولیت سکھلاتی ہے۔

یا جب لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ پرانے خود مختار سلطانوں کی مانند ایشور بھی اپنی خوشامد اور مدح سرائی سے خوش ہوتا ہے۔ اور اس کے خوش ہونے پر جو کچھ چاہو مل جاتا ہے۔ تب وُہ گیان اور پرشارتھ کا راستہ چھوڑ کر ایشور کے گن گانے اور ناچنے میں اپنے وقت اور اندرونی طاقت کو لگایا کرتے ہیں۔ اور غلامی۔ پناہ گیری اور محتاجی میں رُوحانی بہبودی خیال کرتے ہیں۔ دُنیا میں مانگنے سے بڑھ کر ذلّت کونسی ہوگی؟ مگر غلط عقائد کے زیر اثر لوگ اپنے پربھو کے آگے گڑگڑا کر پرارتھنائیں کرتے ہیں۔ اور اپنی انسانی شان و عظمت کو بالکل کھو بیٹھتے ہیں۔

اور بعض لوگ تو پربھو کی کرپا حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو نیچ۔ پاپی۔ دین۔ دُربل۔ مُوڑھ۔ داس کی بار بار آتم سوجھاو (auto suggestion,) دیا کرتے ہیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر تباہ کُن مشق کون سی ہو سکتی ہے!

جن لوگوں نے ایشور کو اس دُنیا سے الگ یا باہر مان رکھا ہے۔ وہ اس پربھو کی اُپاسنا کرتے وقت دُنیا اور مافیہا کو بھلانے کا یتن کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ملنے کے لئے اور سب سے تعلّق توڑنا چاہتے ہیں۔ اور باجے بجا بجا کر گاتے ہیں۔ ؎

ساچی پریت ما دھو تم سنگ جوڑی
تم سنگ جوڑ اور سنگ توڑی

نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کے ایشور کے پیارے (بھگت) دُنیا کے حق میں ناکارے ہو جاتے ہیں۔ انہیں گھر۔ سوسائٹی اور کام کاج کی ذرا پرواہ نہیں رہتی۔ اور ان کی متعدی مثال سوسائٹی میں ایک طرح کی وبا پھیلانے کا اثر رکھتی ہے۔

اور جو اقوام بدبختی سے اس غلط عقیدے کی شکار ہو رہی ہیں۔ کہ دُنیا میں صحت و بیماری۔ خوشحالی اور افلاس آزادی اور غلامی۔ پیدائش اور موت ایشور کے ہاتھ میں ہیں۔ کسی فرد یا مجموعہ افراد کا اس میں دخل نہیں۔ ان کی ذلّت و مصیبت کی زندہ مثال خود ہندوستان ہے۔ اس عقیدے کے لوگ صحیح معنوں میں جیتے نہیں۔ بلکہ صرف زندگی کو سہا کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ شانتی دیتا ہے۔ مگر یہ شانتی موت کی ہے۔ اور پتھروں کی طرف نیچے لے جانے والی ہے۔ زندگی کو آگے بڑھانے والی نہیں۔

بعض نے ایشور کو نہ صرف جج۔ بلکہ سزا و جزا دینے والا مان رکھا ہے۔ اور اس کی سزائیں بھی اس قدر وحشیانہ کہ انسانوں کے ساتھ حیوانی سلوک کرنا تو درکنار انہیں حیوان ہی بنا دیا جاتا ہے۔ یا وُہ انہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ کی اُس آگ میں ڈال دیتا ہے۔ جس کا ایک ذرہ بھی اپنی شدّت حرارت سے اس زمین کو پل بھر میں بخار کی مانند اڑا سکتا ہے!

ایشور کو مالک۔ جج اور سزا جزا دینے والا ماننے والے لوگ ہی اس دُنیا میں خود دُوسروں کے مالک جج اور سزا دہندہ بننے میں فخر اور کامیابی خیال کرتے ہیں۔ یہی عقیدہ رکھنے والی اقوام دُوسری اقوام پر خدائی برتری حاصل کرنا اور قایم رکھنا چاہتی ہیں۔ جماعتی خُدا کے غلط تصوّر نے تاریخ انسانی میں کئی خُونی باب لکھ دیئے ہیں۔

وُہ —— تُو —— مَیں

ہم شرُوع میں ہی بتلا آئے ہیں۔ کہ انسان جسمانی اور ذہنی حواس کے علاوہ رُوحانی حواس بھی رکھتا ہے۔ اور اگرچہ حقیقت میں کُل انسانی تجربے کی بنیاد رُوحانی حواس پر ہے۔ مگر زمانے میں ہمارا علم جسمانی حواس سے شرُوع ہوتا ہے۔ اور ان کے بعد بذریعہ تعلیم و تربیت ذہنی حواس نشوونما پاتے ہیں۔ ابھی تک انسانی دُنیا روحانی حواس کی نشوونما کی عالمگیر بیداری کے لئے کوئی تدبیر سوچی اور عمل میں نہیں لائی گئی۔

مگر حواسِ رُوحانی ہر فرد بشر میں موجُود ہوتے ہیں۔ اور دُھندلے طور پر ایک غیر محدُود ابدی حقیقت کا خواہ مخواہ خیال دلاتے ہیں۔ جو کُل اور لاغیر ہے۔ اور جب انسان اپنی ظاہری چھوٹائی اور دُنیا کی بے ثباتی دیکھتا ہے۔ تب اس حقیقت کو قدرتاً اس دُنیا سے باہر اور دُور خیال کرنے کے لئے مجبُور ہوتا ہے۔

اس لئے شرُوع شرُوع میں انسان خُدا کو غائب۔ دُور ترین اور اس دُنیا سے پرے خیال کر کے اس کی طرف "وہ" کہکر اشارہ کرتا ہے۔ اسے جس غیر محدُود۔ کاملہ حقیقت کا دھندلا سا خیال آتا ہے۔ اُسے وُہ اپنے اندر یا دُنیا میں کہیں نہیں پاتا۔ کیونکہ اُسے ہر شے محدُود اور عارضی دکھلائی دیتی ہے۔

اس حالت میں مذہب میں اطاعت پر زور ہوتا ہے۔ کرم یوگی اسی طریقے پر جیتا ہے۔ وُہ اپنے آپ کو مالک کا بندہ یا پربھو کی انش جان کر اس کے لئے نشکام کرم کرتا ہے۔ اور اس کی زندگی عین خدمت (سیوا) ہوتی ہے۔

لیکن جب تجربے کی ٹھوکریں انسان کو قُدرت کی طرف جاگنے کے لئے مجبُور کر دیتی ہیں۔ تب وُہ اس قدرت کے اندر غیر محدُود حکمت۔ نیکی خوبصورتی اور محبّت کے آثار دیکھنے لگتا ہے۔ اور آخر کار یہ بیداری حاصل کرتا ہے۔ کہ اُسے جس غیر محدُود ابدی حقیقت کا خیال آتا تھا۔ وُہ تو اس دُنیا کے اندر ہی موجُود ہے۔ یہ دُنیا ایسا کارخانہ ہے جس میں خالق و مخلوق عامل و معمُول کی جُدائی نہیں۔ مصنُوعات میں نقش و نقاش۔ عمارت اور معمار کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ مگر زندگی میں نہیں جب تک انسان اس قدرت کو بے جان خیال کرتا تھا۔ تب تک اس کے بنانے یا پیدا کرنے والے کو اس سے باہر جانتا تھا لیکن جب وُہ دیکھتا ہے۔ کہ قُدرت مُردہ نہیں زندہ ہے۔ پیدا کی نہیں گئی۔ بلکہ خُود بخود پیدا ہو رہی ہے۔ تب وُہ اس قُدرت کے اندر ہی قادر کو دیکھتا ہے۔ اس کے جسمانی حواس بھی ایشور درشن کے جھروکے بن جاتے ہیں۔ وُہ ہر حرکت میں اندرُونی طاقت۔ ہر صنعت میں اندرونی صانع۔ ہر صُورت میں اندرُونی مصوّر اور ہر واقعہ میں اندرُونی حکمت کو رُو برُو دیکھتا اور پہچانتا ہے۔ اور اسے "وُہ" کہنے کی بجائے "تُو" سمجھ کر خطاب کرتا ہے۔ پہلے وُہ پربھو سے ملنے کے لئے منازل سے گذرنا اور سفلی مقامات سے علوی مدارج کی طرف اُٹھنے اور گھر کو لوٹنے کی طلب رکھتا تھا۔ اب وُہ دوڑ ختم ہو جاتی ہے۔ اور وُہ دن بدن شناسائی اور محبّت کو بڑھاتا ہے۔ اس حالت میں مذہب میں محبّت (بھگتی) پر زور ہوا کرتا ہے۔

اس کے بعد دُنیا کی چوٹیں انسان کو اس کے اپنے وجود کی طرف بیدار کرتی ہیں۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ جس غیر محدود ابدی حقیقت کو وہ دُنیا سے پرے یا دُنیا کے اندر خیال کرتا تھا۔ وہ کلیتاً اس کے ننھے سے وجود میں موجود ہے۔ اور اس کا ننھا پن اس کی جسمانیت کا دھوکا ہے۔ اپنے شعور اور چیتنا کے لحاظ سے وہ اس دُنیا کے اندر نہیں بلکہ دُنیا اس کے اندر ہے۔ وہ دُنیا کا جُزو نہیں بلکہ دُنیا اس کا ایک جُزو ہے۔ جسے وہ اپنی صرف ایک حالت (بیداری) میں محسوس کرتا ہے۔ جان لیتا ہے۔ کہ کل کا اندرونی ایک ہی تو اس کا اپنا اندرونی ایک ہے۔ برہم آتما ہے۔ اور آتما برہم ہے۔ جیوا نیک ہیں۔ مگر آتما ایک ہے۔ کل ہر ب۔ انت۔ پُورن اور نتیہ ہے۔ اب وہ سمجھتا ہے۔ کہ جس دلبر کو وہ دُنیا کے اندر یا اس سے پرے ڈھونڈتا تھا۔ وہ تو دل ہی میں ہمیشہ موجود چلا آتا ہے۔ اگر وہ دل میں موجود نہ ہوتا۔ تو کبھی دل میں اس کا خیال ہی نہ اُٹھتا۔ اور نہ ہی اس کے لئے بے قرار طلب پیدا ہوتی۔ اس رُوحانی بیداری پر وہ ایشور کو "وہ" یا "تُو" کہنے کی بجائے پُوری سچائی اور نُورانی بے خوفی سے "مَیں" کہنے کی جرأت کرتا ہے۔ یہ حالت معرفت کی ہے۔ اور گیان یوگی کا یہی مقام ہے۔

بھکتی سے گیان کی طرف بیداری حاصل کرتے وقت ایک گذر جانے والی حالت نمودار ہوتی ہے۔ جس میں انسان کہتا ہے۔ کہ میرے اندر اور باہر ایشور ہی ایشور ہے۔ مَیں نہیں ہُوں۔ وہی ہے۔ وہ دُنیا اور اپنے آپ کو دیکھ کر "تُو ہی تُو" پکارا کرتا ہے۔ مگر یہ حالت روحانی پختگی ظاہر نہیں کرتی۔

معرفت کے اُجالے میں غیر کا وجود ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ ہر طرف اور اندر باہر اپنا آپ ہی دکھلائی دیتا ہے۔ اس حالت کو بیان کرنے کے لئے اگر کوئی موزوں ترین لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تو "مَیں" ہے مگر اب "مَیں" کا لفظ بھی نئے معنی اختیار کر لیتا ہے۔ یہ وہ عجیب و غریب "مَیں" ہے۔ جو اپنے مقابل میں "تُو" کی حد نہیں رکھتی۔ لوک۔ پرلوک۔ ایشور سب کے سب اپنا ہی چمتکار دکھلائی دیتے ہیں۔

ایشور پراپتی

جو لوگ ایشور کو غائب اور دُنیا سے کہیں دُور مانے ہُوئے ہیں۔ ان کے لئے ایشور کی تلاش اور اس کی طرف سفر اور رسائی کا خیال معنی رکھتا ہے۔ مگر جو اُسے حاضر۔ ہر سو قدرت کے مظاہر میں معنوی نظر سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ وہ ایشور کی تلاش اور اس کی طرف سفر کی بجائے اس کی شناخت چاہتے ہیں۔ وہ کتاب قدرت میں اس کے مُصنّف کو دیکھتے ہُوئے اس کے ساتھ دن بدن اپنا تعارف بڑھانے میں روز افزوں رُوحانی برکات حاصل کرتے ہیں۔ آنکھ کا پھول پر۔ کان کا گیت پر عاشق ہونا قدرتی بات ہے۔ اسی طرح جاگے ہُوئے ذہنی حواس (عقل۔ ضمیر۔ دل) قدرت میں بے انداز سچائی۔ بھلائی اور خوبصورتی کو محسوس کرتے ہُوئے ست۔ شیو۔ سُندر کے ساتھ یکت (واصل) ہونے کی زبردست کشش محسوس کرتے ہیں۔

اگر عقل بیدار نہ ہو۔ تو وہ لائبریریوں کے درمیان رہ کر بھی مصنفین سے محض بے تعلق رہے گی۔ اگر ضمیر خوابیدہ ہو۔ تو بھلے لوگوں کی صحبت میں رہ کر بھی دنیا میں نیکی کی بُو نہ پا سکے گی۔ اور اگر خوبصورتی کی حِس نے نشوونما نہ پائی ہو۔ تو کشمیر کے نظارے اور آسمان کے ستارے بھی بے حُسن معلوم ہوں گے۔ اس کے خلاف ان حواس کی بیداری اس دُنیا کو ہی مجسم سچائی مجسم بھلائی اور مجسم خوبصورتی دکھلائے گی۔

ایشور کی پراپتی اور درشن کے لئے دوڑ دھوپ کی ضرورت نہیں۔ نظرِ بینا درکار ہے۔ دیکھنے والی آنکھ کے لئے سرشٹی کا درشن ہی سرشٹا کا درشن ہے۔ قدرت ہی قادر کا نظارہ ہے۔ جو لوگ اس دُنیا کو اسّت (غیر حقیقی) جڑ (بے شعور) اور دُکھ روپ (پُرمصیبت) بتلاتے ہیں۔ ان کے ذہنی حواس ابھی جاگے ہی نہیں۔ اندھے کو دن دوپہر میں کالی رات نظر آتی ہے۔

راگی کا درشن اس کی خاموشی کی سنسان میں نہیں بلکہ اس کے راگ کے آنند بھرے لہراؤ میں ہُوا کرتا ہے اس طرح ایشور سے یوگ سرشٹی کی راہ سے ہوتا ہے۔ قدرت وصال باری میں روکاوٹ یا پردہ نہیں۔ بلکہ اس وصال کا نہایت قابلِ قدر ذریعہ ہے۔ کتاب کو جھٹلانا۔ دراصل اس کے مصنف کو جھٹلانا ہے۔ اس طرح جگت کو جھٹلانے سے بڑھ کر مکروہ کوئی ناستکتا نہیں ہو سکتی۔

جن لوگوں نے جگت کے معنی و راز کو نہیں سمجھا۔ انہوں نے اسے باتوں باتوں میں اُڑانے (جھوٹا وہم ثابت کرنے) کی بے سُود کوشش کی ہے۔ اور بعض مایاوادیوں نے تو برہم کو جگت کے کلنک سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کی ذمہ داری ایشور کے سر پر تھوپ دی ہے۔ اور ایشور کو ایک عالمگیر دھوکے کا مصنف بتلایا ہے!

ایشور تو سبھی کو پراپت ہے۔ اس سے الگ ہستی۔ طاقت۔ زندگی اور ہوش کہاں! ایشور سے جدائی اور دوری کا دھوکہ۔ غفلت اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ جہالت خودی (اہنکار) کا دھوکہ پیدا کرتی ہے۔ اور خودی سے خود غرضی اور لذت پرستی کے عوارض نمودار ہو کر ذہنی نظر کو دھندلی کر دیتے ہیں۔ اور بے انداز۔ سچائیوں۔ بھلائیوں اور خوبصورتیوں کے درمیان بود و باش رکھتے ہوئے بھی ہم ست۔ شو۔ سُندر کا درشن نہیں پا سکتے۔

جس طرح ہماری جسمانی زندگی نیچر کے تعلق میں ہی وجود رکھتی اور نشوونما پاتی ہے۔ اس طرح ہماری ذہنی زندگی کا قیام اور نشوونما ایشور کے ساتھ یوگ پر ہی انحصار رکھتے ہیں۔ نیچر سے بے تعلقی جسمانی اور ایشور سے بے تعلقی ذہنی موت ہے۔ آنکھ روشنی کے بغیر کیا جئے گی؟ اسی طرح عقل۔ ضمیر اور دل کی زندگی بالترتیب سچائی۔ بھلائی اور خوبصورتی کے تعلق میں ہے اور ان کی نشوونما کے یہ معنی ہیں۔ کہ یہ تعلق لگاتار بڑھتا چلا جائے۔ خورش پوشش اور رہائش گاہ ہماری حیوانی ضروریات ہیں۔ ہماری انسانی ضروریات ہیں۔ سچائی۔ بھلائی اور خوبصورتی۔ جسمانی ضروریات کی فراہمی ہماری دولت نہیں۔ ہماری حقیقی دولت ست۔ شو اور سُندر سے لگاتار تعلق بڑھانے میں ہے۔ اور یہ دولت مادی دولت کی مانند دینے اور بانٹنے سے گھٹنے کی بجائے اُلٹی بڑھتی ہے۔ اور دُنیا میں مقابلے کی بجائے موافقت پیدا کرتی ہے۔ اور یہ یوگ کوئی ساکن شئے نہیں۔ لگاتار بڑھتے چلے جانا ہی اس یوگ کے قیام کی شرط ہے۔

افسوس کی بات تو یہ ہے۔ کہ لوگ ذہنی حواس کی بیداری سے محروم ہونے کے باعث ان قدروں (Values.) کو جانتے ہی نہیں۔ وہ ست شِو اور سُندر کی طلب ہی نہیں رکھتے۔ وہ تو ڈر اور لالچ کے حیوانی جذبات کے بس میں ایک قادر مطلق کا سہارا اور خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کی نظروں میں ایشور مالک کائینات۔ جج اور کرموں کا پھل دینے کی ایک اٹل ایجنسی ہے۔ وہ صرف سُکھی جینے کے لئے اس کی شرن لینا چاہتے ہیں۔ اور دُکھ اور موت سے محفوظ رہنے کے لئے بعض اعمال کے مرتکب نہیں ہوتے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ جس طرح ہمارا انسانی وجود جسمانی اور ذہنی دو پہلو رکھتا ہے۔ اسی طرح قدرت بھی جسمانی اور ذہنی دو پہلو رکھتی ہے۔ جسمانی پہلو کو نیچر کہا جاتا ہے۔ اور اس کے ذہنی اور غیر ذہنی پہلو کا نام ایشور ہے۔ اس قدرت سے الگ یا باہر کوئی شخصی خدا نہیں ہے۔ جو ہمیں یہاں بھیجتا ہو۔ اور ہماری رہنمائی اور حفاظت کے لئے کبھی کبھی خود پھیرا ڈالتا یا اپنے مقربین کے ذریعہ اپنا پیغام دیتا ہو۔

اور بعض نے تو برہم کے ادویت بھاو کو بحال رکھنے کے لئے یہ تھیوری گھڑی ہے۔ کہ مایا میں برہم کے پرتی بنب (چدابھاس) کا نام ایشور ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ ایشور عکس کی مانند صرف معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت ہے نہیں۔ صرف برہم ہی ہے۔ اور اس تھیوری کے گھڑنے کی ضرورت یہ تھی۔ کہ برہم کو جگت کی اُتپتی۔ ستھتی۔ پرلے کے وکار سے محفوظ رکھنا تھا۔

مگر اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ نہ تو ایشور عکس محض ہے۔ اور نہ وہ برہم سے جُدا کوئی جداگانہ ہستی رکھتا ہے برہم جو کل۔ ایک اور لاغیر ہے۔ اس کے گیان۔ رچنا شکتی۔ آنند۔ پریم۔ سوندریہ کا نام ہی ایشور ہے۔ برہم صرف نرگن اور سین ساکشی نہیں۔ بلکہ سرب گنوں کا بھنڈار ہے۔ سورج کی روشنی اگرچہ خود بے رنگ ہے۔ مگر تمام رنگ اسی سے نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح برہم سے ایشور اور جگت کے گنوں اور نشانوں کا ظہور ہوتا ہے۔ مایا قوتِ اظہار بھی برہم کی شکتی ہے۔ ان میں سے جھوٹ کچھ بھی نہیں۔ اگر جھوٹا وہم ہے۔ تو صرف جُدائی کا ہے۔ برہم میں اور برہم سے ایشور۔ جگت اور جیو ست ہیں۔ ہاں برہم سے الگ۔ یہ بذاتِ خود کوئی ہستی نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے ایشور۔ جیو اور جگت کو وہم باطل ثابت کرنے کی کوشش نہایت ہی باطل وہم ہے۔ انہیں برہم سے اور برہم میں برہم کا ہی روپ جاننا سمیک گیان (حقیقی معرفت) ہے۔

برہم درشن

سمجھانے کی خاطر ہم پھر انسانی مثال کو پیش کریں گے۔ جب ہم کسی فرد کو دیکھتے ہیں۔ تب حواس جسمانی سے ہمیں اس کا جسم محسوس ہوتا ہے۔ اور حواس ذہنی سے اس کا ذہن۔ حواس جسمانی ذہن کی کبھی خبر نہیں دے سکتے۔ اور حواس روحانی سے ہمیں پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ انیک اعضا اور خیالات و جذبات رکھتا ہوا بھی شخص واحد ہے۔ اور اپنے جسم و ذہن میں لگاتار تبدیلیوں کے باوجود بھی وہی کا وہی رہتا ہے۔ اس کی کلیت۔ وحدت اور یکسانیت ہمارے روحانی احساسات ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہمارے حواس جسمانی جسم کائینات کی خبر دیتے ہیں۔ اور ہمارے حواس ذہنی اس

جسم عظیم کی حرکات و افعال میں عالمگیر ذہن کی موجودگی دریافت کرتے ہیں۔ مگر یہ ہمارے حواس رُوحانی ہیں۔ جو بتلاتے ہیں۔ کہ اس سدا بدلنے والی اور پُر اختلاف دُنیا کے پیچھے ایک غیر محدود ابدی حقیقت موجود ہے۔ جو سدا وہی کی وہی اور کل ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا انسانی وجود۔ رُوح۔ ذہن اور جسم کا مجموعہ ہے؟ ہم پہلے کہہ آئے ہیں۔ کہ یہ پرانا خیال بالکل غلط ہے۔ حقیقتاً انسان ایک غیر منقسم اور لاتجزی ہستی ہے۔ جو اپنے آپ کو ذہن اور جسم کی لطیف و کثیف صورتوں میں نمودار کرتی ہے۔ رُوح کا علمی نور ہمیں ذہن معلوم ہوتا ہے۔ اور رُوح کی طاقت ہی جسمانیت کے طور پر نمودار ہوتی ہے۔ رُوح سے الگ ذہن اور جسم دونوں ہی اپنی کوئی جداگانہ اور بذات خود قائم ہستی نہیں رکھتے۔

اسی طرح برہم بھی جو رُوح وحیات کُل ہے۔ اپنے ذہنی اور جسمانی پہلو رکھتا ہے۔ یعنی برہم جیوتی ہی ایشور معلوم ہوتی ہے۔ اور برہم شکتی ہی کائنات بن کر نمودار ہوتی ہے۔ دراصل ایک۔ ادویت۔ برہم تتّ۔ برہم جیوتی اور برہم شکتی کے سوا نہ کچھ موجود ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔

برہم کو کوئی بلا نہیں چمٹ گئی۔ کوئی اُپادھی نہیں لگی۔ اور نہ ہی برہم اُداسین (بے تعلق) اور نشکریہ (بے حرکت) ہے وُہ تو کُل روشنی۔ کُل محبت اور کُل طاقت کا چشمہ ہے۔ سُورج بغیر چمکے رہ نہیں سکتا۔ ہو نہیں سکتا۔ برہم بھی ذہنی اور جسمانی طور پر نمودار ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ ایشور اور جگت برہم میں کلیت (مفروض و متوہم) نہیں ہیں۔ تمام روشنیاں۔ تمام طاقتیں۔ تمام اختلافات۔ برہم کی ذات میں موجود ہو کر بھی اسی طرح باہم ایک ہیں جس طرح بے رنگ روشنی کے اندر تمام رنگ۔

برہم کے ساتھ مایا کا خیال ہی اس کا ادویت کھنڈن کرنے کے لئے کافی ہے۔ سچا ادویت واد جس کی شہادت رُوحانی حواس دے رہے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ برہم تتّ میں اپنی ہی سپھرن شکتی موجود ہے۔ اس قوت اظہار کو اگر مایا کا نام دیا جائے اور اُسے برہم کی اُپادھی کی بجائے برہم کی ذاتی تجلّی و شان کہا جائے تو بالکل موزوں ہوگا۔

برہم وُہ کلیت اور وحدت کاملہ ہے۔ کہ جس کے ساتھ اور کسی واقعی یا وہمی وجود کے خیال کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

شنکر آچاریہ پر بدھ مذہب کا اثر تھا۔ وُہ بھی بدھ کی مانند اس جگت کو ایک نمود بے بود مانتا تھا۔ اور روحانی حواس کی غیر معمولی بیداری نے اُسے براہِ راست دکھلا دیا تھا۔ کہ برہم ادویت ہے۔ اس لئے اس جگت اور ایشور کی نمود کو گومگو (انرِوچنیہ) مایا سے منسوب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اگر غلطی ہے۔ تو اس کے عقلی فلسفہ میں ہے۔ اس کے رُوحانی کشف میں ہرگز نہیں۔ اور اسی ذہنی غلطی کا پھل ہے۔ کہ ہندوستان زندگی کے واقعی سوالات کی طرف سویا ہوا صفر ہو رہا ہے۔

بے شک ذہنی حواس جسمانی حواس سے کہیں بڑھ کر معتبر ہیں۔ اور رُوحانی حواس ذہنی حواس کی نسبت زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ لیکن جسمانی اور ذہنی حواس صرف دھوکہ نہیں دیتے بلکہ حقیقت کی جُزوی خبر دیا کرتے ہیں۔ اور اس لئے رُوحانی قیمت رکھتے ہیں اور پوری رُوحانی بیداری کے لئے ان کی نشوونما بھی ایسی ہی ضروری ہے۔ جیسی کہ رُوحانی حواس کی۔

مگر جب سے جگت اور اس کے مصنف ایشور کو مایا سے منسوب کر کے انہیں وہمی ظہورات بتلایا گیا ہے تب سے جسمانی اور ذہنی حواس کی نشوونما کا خیال جاتا رہا ہے۔ اب تو برہم انو بھوتی میں بیرونی حواس اور ذہن کو ایک رکاوٹ سمجھ کر انہیں ساکن اور معطل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور جگت اور ایشور کی فراموشی کو برہم

ساکشات کار کی ایک ضروری شرط ۔ مانا گیا ہے۔

کیا کسی فرد بشر کو ملتے وقت اس کے جسم و ذہن ہماری براہ راست ملاقات میں کبھی روکاوٹ ثابت ہوا کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تب ہمارے حواس جسمانی و ذہن ساکشات برہم درشن میں کیونکر حائل ہو سکتے ہیں؛ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہو گا۔ کہ یہ حواس اس مقصد کے لئے نہایت ہی قیمتی اور قابل قدر وسائل ہیں۔ کسی فرد کے جسم و ذہن سے انکار یا نفرت کرنا گویا اس فرد سے ہی انکار اور نفرت کرنا ہے۔ اسی طرح برہم کو ایشور اور جگت کے روپ میں دیکھنے سے انکار یا نفرت خود برہم ستا سے ہی انکار اور نفرت ہے۔

جس طرح انسان کی ہستی ذہن و جسم سے الگ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح برہم ستا بھی ایشور اور جگت سے انکار کرنے اور انہیں جھٹلانے پر ایک خیالی تجرید ذہنی (Mental abstraction) کے سوا کچھ نہیں رہ جاتی۔ اگر مقرون زندگی کے نقطۂ نگاہ سے یہ کہا جائے۔ کہ ایشور اور جگت کو کلپت اور مفروض کہتے ہی برہم کی ہستی بھی سونی سی رہ جاتی ہے۔ تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا۔ ایسے سونے ۔ اُداسین ۔ نرگن برہم میں شاید ہم ڈوب تو سکیں۔ مگر اس کے ساتھ کوئی زندہ تعلق نہیں رکھ سکتے۔ زندہ تعلق تو یہ ہے۔ کہ نہ صرف روحانی حواس سے ہمیں برہم ستا کا احساس ہو۔ مگر ذہنی حواس سے ہم اس کی بے انداز روحانی تجلیات (سچائی ۔ بھلائی اور خوبصورتی) کا مشاہدہ کریں۔ اور ذہنی حواس سے اس کی بے انداز طاقت کی رووں کے تعلق میں آئیں۔

برہم وحدت مطلقہ نہیں بلکہ کل کثرت و اختلاف کی وحدت ہے۔ اور برہم محض یکسانیت نہیں۔ بلکہ کل تبدیلی کی یکسانیت ہے۔ جس طرح ہماری جسمانی زندگی میں تمام عضوی اختلاف اور فعلی تغیرات کے درمیان وحدت اور یکسانیت ہے اسی طرح برہم میں کل اختلافات و تضادات ایک ہو جاتے ہیں۔ اور کل تغیرات اس کے اندر یکسانیت اختیار کرتے ہیں۔

مثالیں اگرچہ توضیح میں معاون ہو سکتی ہیں۔ مگر بے انداز غلط فہمی بھی پیدا کر سکتی ہیں۔ پانی اور لہریں۔ سونا اور زیورات کی مثالوں نے جو بے جان مادہ سے لی گئی ہیں۔ زندہ برہم کے گیان میں سخت روکاوٹ پیدا کر رکھی ہے۔ زندگی میں اختلاف اور وحدت۔ تبدیلی اور یکسانیت نہ صرف باہم کوئی تضاد نہیں رکھتے۔ بلکہ زندگی کے لئے یکساں طور پر ضروری ہیں برہم کی زندہ وحدت بے انداز اختلافات کا ابدی چشمہ ہے۔ اور برہم کی زندہ یکساں حالی میں دنیا بھر کے تغیرات نہ صرف فرق نہیں لا سکتے۔ بلکہ اس یکسانیت کو اپنے تضاد سے روشن کرتے ہیں۔

برہم ایک غیر محدود ابدی حقیقت ہے۔ وہ سدا ایک۔ لاغیر اور کل ہے۔ اس کے سوا کسی بھی واقعی یا وہمی شئے یا اس کے خیال کا امکان ہی نہیں۔ اس کی لطیف ذہنی تجلیات (سچائی ۔ بھلائی ۔ خوبصورتی) کا نام ایشور ہے۔ اور اسی کی کثیف جسمانی تجلیات کا نام جگت ہے۔ ایشور اور جگت برہم کے دو ظہوری پہلو (SECTIONS) ہیں۔ اور برہم سے الگ کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ ان پہلوؤں کا اقرار و مشاہدہ برہم کے ادویت بھاؤ میں کبھی فرق لانے کا نہیں۔ بلکہ اختلافات اور تغیرات اپنے مقابلہ سے برہم کی وحدت اور یکسانیت کو روشن

کرنے کے ضروری اور نہایت قابل قدر وسائل ہیں۔

اس برہم کو ہو بہو پہچان لینے پر تمام شکوک کی جڑ اُکھڑ جاتی ہے۔ اور دل کی گانٹھیں کھل جاتی ہیں۔ اور مسئلہ بازی کا شور ختم ہو کر محبت و سُرور کی زندگی کا راگ چھڑ جاتا ہے۔

یہ پورا اور سچا برہم گیان ہی تمام مذہبی عنادات کا خاتمہ اور تمام انسانی سوالات کا مکمل حل پیش کر سکتا ہے۔ صرف جگت کا گیان یا صرف ایشور کا گیان برہم گیان کے بغیر ادھورے ہی رہتے ہیں۔ اور اس لئے کسی ایک فرد یا نسل انسانی کو زندگی کی پوری روشنی۔ صحت اور خوشی نہیں دے سکتے۔

جس طرح مہر تاباں کی روشنی اور حرارت نے زمین کو خوبصورتی اور خوشی کا لباس پہنا دیا ہے۔ اسی طرح برہم گیان کا اُجالا انسانی دنیا کو آنند دھام بنا دیگا۔ اقتصادیات۔ سیاسیات اور سائنس سوال زندگی کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ صرف برہم گیان ہی دنیا میں اندرونی وحدت اور موافقت کی سپرٹ کو پھیلا سکتا ہے۔

"آتم درشی"



پھریں تھے ڈھونڈتے جسکو اُسے خود میں نہاں دیکھا
وہی تو تھا جو جلوہ از زمیں تا آسماں دیکھا

صدا جو کانمیں آئی اُسی کی لحنِ دلکش تھی
وہی رنگِ سخن پایا وہی رطب اللساں دیکھا

نہ آیا کام یونسؑ کی طرح کوئی مصیبت میں
کہ مچھلی کے شکم میں بھی اُسی کو مہرباں دیکھا

نبھانا دوستی کا کوئی اُس سے سیکھ لے ہل کر
بُروں کا بھی بھلا پایا نہ ایسا دلستاں دیکھا

ہمارا حال سارا منکشف ہے ذات پر اُسکی
وہ دانا اور بینا ہے نہ ایسا رازداں دیکھا

وہی آیا نظر جب چشم باطن ہو گئی روشن
مکیں دیکھے مکاں دیکھا زمیں دیکھی زماں دیکھا

وہ ہر دم دل میں ہے دیر و حرم والے کہے جائیں
اُدھر ہوگا اِدھر ہوگا یہاں دیکھا وہاں دیکھا

اُسی کو پھول میں پایا برنگِ حسن و بُو ہم نے
اُسی کو بن کے بلبل درد سے گریہ کناں دیکھا

بہت جانو جو سُن کر صرف لفظِ آفریں کہدے
کوئی دانا یہی ہم نے وقارِ خوش بیاں دیکھا

ॐ

اوم ستگورو پرماتمنے نمہ

ایشور انسان اور دہرم!

از قلم شری سوامی شوانندجی سرسوتی۔ رکھی کیش

ہندو دہرم ایک چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے۔ جو یوگ۔ فلسفہ اور مخفی علوم کے طالب علم کی رہنمائی کرتا ہوا اُسے غیبی نامعلوم دُنیا میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ تاکہ وُہ اس کے خُفیہ راز معلوم کرنے کے لئے چھان بین کرے۔ یہ اُس کی حوصلہ افزائی کرتا ہوا اُسے آگے بڑھاتا جاتا ہے۔ حتےٰ کہ وُہ طالب علم ایک ایسی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں وُہ دیکھتا ہے۔ کہ وُہ تمام طاقتیں جن کی چاہ ہر انسان کے دل میں لگی ہوئی ہے۔ اُس کا حکم بجالانے کے لئے تیار بیٹھی ہیں۔ اور تمام دُنیاوی کششیں اُس کو مرغوب کرنے کی کوشش چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ سچ ہے۔ کہ خوشی اور آنند کے لئے کوشش کرنا ہر انسان کی خصلت میں داخل ہے۔ لیکن اپنے کاموں سے جو خوشی اُسے حاصل ہوتی ہے۔ وُہ اُسے عارضی اور چند روزہ پاکر دُکھی اور مایوس ہوتا ہے۔ اندریوں اور حواس کے بھوگ عارضی سُکھ دیتے ہیں۔ لیکن زیادہ بھوگ والاس سے خود اندریاں ہی بوسیدہ اور ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس بھوگ اور آنند کے ساتھ پاپ شامل ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ انسان کے لئے انتہائی دُکھ اور تکلیف ہوتا ہے۔ اور اگر انسان دُنیا کے لاتعداد مزے پُورے طور پر لے بھی لے تو بڑھاپا اپنی بھیانک شکل کے ساتھ موت اور بربادی ہاتھ میں لئے اُس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ کہ سورگ کے بھوگ اندریوں کے بھوگوں سے زیادہ مختلف نہیں۔ یہ ایک ہی خصلت کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ سورگ کے آنند زیادہ رسیلے اور دیرپا ہیں لیکن وُہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وُہ کرم کر کے حاصل کئے جاتے ہیں چُونکہ کرم محدود ہیں۔ اُن کا نتیجہ بھی محدود ہوگا۔ غرضیکہ یہ تمام بھوگ اور آنند ایک خاص حد کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔

اے تھوڑے اعتقاد والے چھوٹے انسان۔ تو کیوں بیفائدہ اس آنند کے لئے کوشش کرتا ہے۔ جو تو جانتا ہے۔ کہ لمحہ بھر سے زیادہ تجھے خوشی اور تسلّی نہیں دے سکتا۔ ایسے آنند کی تلاش کر جو کبھی نہ بدل سکے۔ لامحدود اور عظیم ہو۔ ایسا آنند ایسی ہستی سے ہی مل سکتا ہے۔ جس میں خود کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ اس ہستی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر۔ اور اگر تو اُس کی تلاش میں کامیاب ہو گیا۔ تو یقین رکھ کہ تو ضرور اُس سے کبھی نہ ختم ہونے والا آنند حاصل کر سکیگا۔

دُنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب بیک آواز اعلان کر رہے ہیں۔ کہ اُوپر بیان کی ہوئی ایک ہی ہستی ہے۔ میں یقین دلاتا ہوں۔ کہ وُہ ہستی تم سے زیادہ دُور نہیں۔ وُہ تمہارے بالکل نزدیک ہے۔ وُہ پرماتما ہے۔ جس کی رشی منیوں۔ یوگیوں۔ فلاسفروں

اور پیغمبروں نے مذہبی کتابوں میں اتنی تعریف گائی ہے۔ وُہ تمہارے شریر مندر میں رہتا ہے۔ تمہارے دِل کے اندرونی گوشوں میں اُس کا مقام ہے۔ وُہ تمہارے دِل کا خاموش ساکشی (دیکھنے والا) ہے۔ تمہاری بُدھی کے سب کام دیکھتا ہے۔ ہر شخص اُسے یوگ کے ابھیاس سے پراپت کر سکتا ہے۔

یہ سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ ہندسہ ۱ سے پہلے کتنے ہی صفر لگا دو۔ ان کی کوئی قیمت نہیں بنتی۔ یعنی وُہ سب فضول ہیں جب تک کہ ہندسہ ۱ اُن سے پہلے نہ رکھا جاوے۔ اسی طرح تینوں دُنیا کی دولت کچھ بھی نہیں۔ اگر تم رُوحانی زندگی اختیار کر کے رُوحانی دولت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر تم آتم گیان پراپت کرنے کا یتن نہیں کرتے۔ تمہیں اپنی آتما میں رہنا پڑے گا۔ دُنیاوی زندگی کے ساتھ آتما کی تلاش بھی کرنی پڑے گی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ مسیح نے کہا ہے۔

Seek ye first the kingdom of God and His righteousness, and all these things shall be added unto you.

"پہلے ایشور کے راجیہ اور اُس کی نیکی اور پاکیزگی کو تلاش کرو۔ دُنیاوی چیزیں تمہیں خود ہی مل جاویں گی"۔

یہ سنسار واقعی بڑا عجیب و غریب ہے۔ یہ ایک بہت بڑا عجائب گھر یا تماشہ گاہ ہے۔ پھُول اور ہمالیہ کے نظارے دریاؤں کی آبشاریں، سمندر اور آسمان بڑے خوبصورت اور دلکش ہیں۔ لیکن بھونچال۔ آتش فشاں پہاڑوں کا پھٹنا۔ بجلی گرجتے ہوئے طوفان۔ دریاؤں کی طغیانی۔ پلیگ اور مہلک بخاروں کی وبائیں۔ یہ سب کتنے بھیانک اور ڈراؤنے ہیں۔ خوبصورت بیوی کس طرح دِل کو بھاتی ہے۔ جب وُہ جوان ہے۔ مسکراتی ہے۔ خوبصورت کپڑے پہنتی ہے۔ گاتی ہے باجہ بجاتی ہے۔ ناچ گھر میں ناچتی ہے۔ تو بہت پیاری لگتی ہے۔ لیکن وُہی بیوی ایک خوفناک شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جب وُہ غصّہ سے بھر جاتی ہے۔ جب ریشمی کپڑے اور سونے کے زیورات لینے کے لئے اپنے خاوند سے لڑتی ہے جب کسی دیرینہ عارضہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے۔

موسم بہار بڑا سہانا ہے۔ درخت پھلوں اور پھُولوں سے سجے ہوئے ہیں۔ ہوا خوشگوار ہے۔ لیکن موسم گرما میں گرمی جھلستی ہے۔ اور سردیوں میں جھاڑا کاٹتا ہے۔ جب کسی آدمی کے گھر بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ جب اُس کی شادی ہوتی ہے جب اُسے دولت مل جاتی ہے۔ یا تنخواہ میں ترقی ہوتی ہے۔ تو وُہ ہنستا ہے۔ لیکن وُہ روتا ہے جب اُس کی بیوی مر جاتی ہے جب اُس کا دھن ضائع ہوتا ہے۔ جب اُس کا روزگار چھُوٹ جاتا ہے۔ جب اُسے سانپ یا بچھو کاٹتے ہیں۔ یا جب اُسے بہت سخت بیماری گھیر لیتی ہے۔

اے دوست! اب مجھے بتاؤ کہ اس دھوکے کی دُنیا میں دراصل تمہیں کیا ملتا ہے۔ خوشی یا تکلیف۔ سُکھ یا دُکھ۔ کیا تم نے مایا سے بنی ہوئی اس دُنیا کی دھوکا دینے والی خصلت کو سمجھ لیا ہے۔ یہ سنسار صرف دکھاوا ہے۔ من اور اندریاں تمہیں ہر لمحہ دھوکا دے رہے ہیں۔ تم نے عقل پر پردہ پڑ جانے کی وجہ سے دُکھ کو سُکھ سمجھ لیا ہے۔ اس حواس کی دُنیا میں رتی بھر بھی سُکھ نہیں۔ روپیہ اکٹھا کرنے کے لئے یہ خود غرضانہ کوشش چھوڑ دو۔ سیدھے اُس سُوتر دھاری (تار کھینچنے والے) کی طرف کُوچ کرو۔ جو ان تمام گوشت کے کھلونوں۔ انسانی جسموں کو ہلا رہا ہے۔ جو اس بڑے تماشہ کو قائم رکھتا ہے۔ لیکن خود چھپا ہوا ہے۔ اُس میں ہی تمہیں ابدی آنند اور ہمیشہ قائم رہنے والی خوشی ملے گی۔ اس لئے ہر روز دھیان جما کر اس میں جذب ہونے کی کوشش کرو۔

اگر کسی طرح چھل کپٹ سے تم نے کسی کاروبار میں ایک لاکھ روپیہ کما لیا۔ تو اصل میں یہ سودا تمہیں بہت نقصان دہ ہوگا۔ کیونکہ تم نے اپنی روحانی ترقی برباد کر لی ہے۔ تم نے اپنے من کو اشدھ اور کمینہ ورتیوں یا خیالات کی لہروں سے بھر لیا ہے۔ تم اخلاقی طاقت حاصل نہیں کر سکتے۔ تمہاری ضمیر تمہیں کوسے گی۔ من کی بری خصلت جو تم نے حاصل کی ہے۔ پھر اپنے آپ کو دہرانے کی کوشش کرے گی۔ تم پھر بھی کام کسی اور وقت کرو گے۔ اس بری خصلت کو نکالنے کے لئے تمہیں کئی سال بہت کش مکش کرنی پڑے گی۔

یہ شریر تمہیں کیوں ملا ہے۔ تم نے جنم کیوں لیا تھا۔ تمہاری زندگی کا مشن کیا ہے۔ کیا تم یہاں صرف کھانے۔ پینے۔ مزے اڑانے اور اپنی بیوی اور بچوں کی پرورش کے لئے ہو۔ یا کوئی زیادہ پوتر کام تمہیں سونپا ہوا ہے۔ اے امر آتماؤ۔ امرت کی سنتان۔ جاگو اور دیکھو۔ ایک پرم شانتی اور لامحدود آنند کا ستھان ہے۔ جہاں نہ موت ہے نہ تکلیف نہ رنج نہ دکھ نہ شک اور نہ دہوکا۔ کیا تمہارا دل ایسے آنند اور خوشی کے لافانی مقام تک پہنچنے کے لئے نہیں تڑپتا۔ اپنے من اور اندریوں کو بس میں کرو۔ باقاعدہ اپنے آتما پر وچار کرنے کا ابھیاس کرو۔ تب ہی تمہیں امرتا اور ہمیشہ قائم رہنے والی خوشی پراپت ہوگی۔ تب ہی تم اس پرم دھام تک پہنچو گے۔

انسان آنند کا خواہشمند ہے۔ وہ اسے روپیہ۔ طاقت۔ عورت۔ اولاد۔ مرتبہ وغیرہ سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کی طرف دوڑتا ہے۔ لیکن آنند اسے نہیں ملتا۔ وہ دھکے کھاتا ہے۔ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ شکستیں اور ناامیدیں جھیلتا ہے۔ کبھی ہنستا اور ناچتا ہے کبھی روتا اور افسوس کرتا ہے۔ آخر اس کی اندریاں تھک جاتی ہیں۔ اسے سب چیزوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسے یہ تجربہ ہوتا ہے۔ کہ اندریوں کے وشے فرضی اور دہوکہ دینے والے ہیں۔ ان میں اصلی پائیدار آنند اور خوشی نہیں مل سکتی۔

انسان بہت دکھ محسوس کرتا ہے جب وہ اپنی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا۔ ایک خاص چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اور اسے لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کامیاب ہوگیا۔ تو لمحہ بھر کے لئے اسے خوشی ہوتی ہے۔ اگر ہار گیا تو رنج اور اور افسوس کے ساگر میں ڈوب جاتا ہے۔ بہت پژمردہ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ضرورت پوری ہو جاوے۔ تو دوسری فوراً ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ہر روز نئی ضروریات پیدا کرتا رہتا ہے۔ جن کا کبھی خاتمہ نہیں ہوتا۔ فکر چنتا تشویش اور خوف ان خواہشات کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ ضرورت یا خواہش اگیان سے پیدا ہوتی ہے۔ برہم ہی پورن ہے۔ وہاں سب ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ خواہشات من کو بے چین رکھتی ہیں۔ وہ شخص جسے کوئی خواہش نہیں تمام دنیا کا شہنشاہ ہے۔ شری شنکر مہاراج نے کہا ہے۔" وہ بے فکر مہاتما جو صرف لنگوٹ پہنے پھرتا ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں۔ جسے کسی چیز کی ملکیت کا خیال بھی نہیں۔ اور جسے کوئی خواہش نہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ خوش باش آدمی ہے۔ ضروریات اور خواہشات صرف آتم گیان سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔"

انسان کا سب سے اونچا آدرش کیا ہے۔ سب متفق ہیں۔ کہ ایک مقصد جو انسان اپنے ہر کام میں اپنے سامنے رکھتا ہے۔ وہ خوشی حاصل کرنا ہے۔ اس لئے انسان کا سب سے اونچا آدرش ضروری طور پر ابدی خوشی حاصل کرنا ہے۔ یہ صرف آتما میں ہی مل سکتی ہے۔ دنیاوی چیزوں سے جو خوشی ملتی ہے۔ وہ ناپائیدار اور چند روزہ ہے۔ اس کے ساتھ فکر۔ دکھ خوف اور گناہ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۲)

مذہب یا دھرم اُس شردھا اور اعتقاد کو کہتے ہیں جس سے ایشور کا گیان حاصل کر کے اُس کی پُوجا یا پرستش کی جاتی ہے۔ یہ کلب گھر کی میز پر بحث کی جانے والی چیز نہیں۔ یہ ست یعنی آتما کو دیکھنے اور انُوبھو کرنے کا نام ہے۔ یہ انسان کی سب سے گہری خواہش کو پُورا کرنا ہے۔ اس لئے دھرم کو اپنی زندگی کا اُدیش سمجھو۔ اس کے لئے اپنے جیون کا ہر ایک لمحہ گزارو۔ دھرم کے بغیر بسر کی ہُوئی زندگی اصلی مَوت ہے۔

اپنے خیالات کی چھان بین کرو۔ اپنے مقصد اور اُدیش کی پڑتال کرو۔ خُود غرضی کو دُور کرو۔ خواہشات کو دباؤ۔ اندریوں کو بس میں کرو۔ خُودی کو مٹاؤ۔ سب کی سیوا کرو۔ سب سے پریم کرو۔ اپنے دل کو شُدھ کرو۔ من کی مَیل اُتارو۔ سُنو اور وچارو دھیان جماؤ اور سوچو۔ آتم گیان حاصل کرو۔ سب پیغمبروں۔ رشیوں اور مہاتماؤں کی تعلیم کا سار یہی رہا ہے۔ بھگوان کرشن مہاتما بُدھ۔ عیسےٰ مسیح چینتنہ حضرت محمدؐ اور دُوسرے مہاتماؤں کی تعلیم پڑھو۔

اصلی مذہب آتما یا امر وستو میں جیون گذارنا ہے۔ اصلی دھرم اندریوں اور حواس سے اُوپر ہوتا ہے۔ فلسفہ کا عملی پہلو مذہب ہے۔ اور فلسفہ مذہب کا گیان اور منطقی پہلو ہے۔ مُورتیوں اور تصویروں کی پُوجا۔ مذہب کا پہلا سبق ہے۔ یہ نوواردوں کے لئے دھرم کی معمُولی کچی شکل ہے۔ یہ دھرم کی ابجد ہے۔ اس لئے یہیں دھرم ختم نہیں ہو جانا چاہیئے۔ مہاواکیہ " तत्त्वमसि " تت توم اسی یعنی تُو ہی برہم ہے۔ دھرم کی سب سے اُونچی شکل ہے۔ دھرم ہی تُم کو صحت۔ دولت۔ طاقت۔ سدھیاں اور موکش دیتا ہے۔

فلسفہ کے طالب علموں اور سب جگیاسوؤں کے لئے سب سے ضرُوری بات یہ ہے۔ کہ وُہ صاف طور پر سمجھیں۔ کہ ایشور کے ساتھ انسان کا رشتہ کیا ہے۔ فلاسفر۔ پیغمبر۔ سنت۔ مہاتما۔ رشی۔ آچاریہ اور دُنیا کے مذہبی پیشوا یہی بیان کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ کہ انسان کا رشتہ پرماتما کے ساتھ اور دُنیا کے ساتھ کیا ہے۔ چُونکہ مختلف فلاسفروں نے اس امر کو مختلف طور پر بیان کیا ہے۔ اس لئے مختلف فلسفہ اور مختلف مذاہب پَیدا ہو گئے ہیں۔ شری مادھو نے کہا۔ کہ انسان ایشور کا سیوک یا داس ہے"۔ اور دوَیت کے فلسفہ کو قایم کیا۔ شری رامانج نے کہا " انسان ایشور کی کرن یا شعاع ہے"۔ اور وششٹ ادویت فلسفہ کو قایم کیا۔ شری شنکر نے کہا۔ " انسان برہم یا پرم آتما کے ساتھ یکسانیت رکھتا ہے"۔ اور کیول ادوَیت فلسفہ کو قایم کیا۔ چونکہ لوگوں کا سوبھاؤ اور قابلیت مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے مختلف قسم کے فلسفہ پیدا ہو جانے لازمی ہیں۔ اس سیڑھی کا سب سے اُونچا ڈنڈا ادوَیت کا فلسفہ ہے۔ ایک دویت بادی یا آتما اور پرماتما کو علیحدہ ماننے والا آخیر میں کیول ادوَیت بادی (آتما اور ایشور کے ایکتا ماننے والا) بن جاتا ہے۔ دویت بادی انٹرنس پاس ہے وششٹ بادی بی۔ اے پاس اور کیول ادوَیت بادی ایم۔ اے پاس ہے۔

مُکتی آتما کے گیان سے حاصل ہوتی ہے۔ گیان حاصل کرنے کے لئے من کی ایکاگرتا ضروری ہے۔ ایکاگرتا اُپاسنا سے آتی ہے۔ اُپاسنا چت شُدھی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور چت شُدھی نشکام کرم یوگ سے پراپت ہوتی ہے۔ نشکام کرم کرنے کے لئے اندریوں پر قابو لازمی ہے۔ اور اندریاں وویک اور ویراگ سے بس میں ہوتی ہیں۔

روحانی طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے بعض لوگ گیان یوگ کے راستہ کو پسند کرتے ہیں۔ جس کے تین گُن شروَن منن اور ندھی دھیاسن (سُننا۔ وچار کرنا۔ اور دھیان لگانا) ہیں۔ بعض لوگ بھگتی مارگ کو چاہتے ہیں۔ جس کے

تین درجہ کیرتن۔ بھجن اور شمرناگتی ہیں۔ اور بعض راج یوگ کے راستہ کے شائق ہیں۔ جس کی تین منزلیں دہارنا۔ دھیان اور سمادھی ہیں۔

انسان ایک مِل جُل کر رہنے والا جانور ہے۔ جس کی لاتعداد رغبتیں ہیں۔ اور جس کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ چونکہ وہ ایک جاندار ہے۔ اُس میں جسمانی خواص مثلاً خُون کا دورہ۔ ہاضمہ کا عمل۔ سانس لینا۔ فضلہ کو باہر پھینکنا وغیرہ ہیں۔ اُس میں بہت سی مانسک اور دماغی خاصیتیں مثلاً سوچنا۔ دیکھنا۔ یاد رکھنا۔ غور کرنا وغیرہ بھی ہیں۔ وہ دیکھتا ہے۔ سُنتا ہے۔ ذائقہ لیتا ہے۔ سونگھتا ہے۔ اور محسوس کرتا ہے۔ فلسفہ کی رُو سے اُسے بیان کیا جاوے۔ تو وہ ایشور کی ہی مورتی ہے۔ اُس کا عکس ہے۔ ساکشات برہم ہے۔ اُس نے "منع کئے ہوئے پھل" کو کھا کر اپنی ایشوری شان کھو لی ہے۔ وہ اُسی شان کو پھر من کو قابو کر کے ابھیاس اور دھیان کر کے حاصل کر سکتا ہے۔

(۳)

زندگی ایک رن بھومی یا میدانِ جنگ ہے۔ اس میں فتح حاصل کرنا جیون ہے۔ اپنے مقصد اور منزلِ مقصود کو حاصل کرنے کے لئے لڑنا ہی زندہ رہنا ہے۔ سلسلہ وار بار بار جاگنا زندگی ہے۔ سب سے پہلی لڑائی من اور دس اندریوں کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ یہ تمہارے اصلی دشمن ہیں۔ ان پر فتح حاصل کئے بغیر آگے بڑھنا ناممکن ہے۔ اپنی گرد و نواح کی بُری سوسائٹی۔ پرانی بُری عادتیں پرانے بُرے سنسکار۔ بُرے خیالات اور بُری واسناؤں پر فتح حاصل کرو اپنی ترقی میں مزاحمت کرنے والی سب بُری شیطانی طاقتوں سے مردانہ وار جنگ کرو۔ نیچے گرانے والی سب طاقتوں کا مقابلہ کرو۔

رُوحانی زندگی صرف ایک باتونی زندگی نہیں ہے۔ یہ ایک تھرتھراہٹ بھی نہیں۔ یہ اپنے آتما میں سچ مچ رہنے کا نام ہے۔ یہ خالص شُدھ آنند کا نہایت اعلیٰ انوبھو یا احساس ہے۔ یہ مکمل اور پُورن زندگی ہے۔ وہ شخص جو رُوحانی زندگی بسر کرتا ہے۔ رُوحانی طاقت کا مرکز ہے۔ اُس کی شخصیت میں برقی قوت ہوتی ہے۔ وہ اپنے اندر سے چاروں طرف خوشی شانتی اور آنند کی کرنیں پھینکتا ہے۔ جو لوگ اُس کے پاس بیٹھتے اُٹھتے ہیں۔ اُن کے من حوصلہ اور آنند سے بھرپُور ہو کر اُوپر اُٹھتے ہیں۔

پرم پتا بھگوان پرماتمن دیو کو یاد رکھو۔ جو سب سے بڑا گورو ہے۔ سب لوگوں کا آدی کارن ہے۔ اور سنسار کے اندھیرے کو دُور کرنے والا ہے۔ وہ اس تمام سنسار میں دیاپک ہے۔ اُس کا بانی کوئی نہیں۔ لیکن وہ اس سنسار کا بانی ہے۔ وہ شُدھ چیتن سروپ ہے۔ وہ اس سنسار رُوپی جالے کا تانا بانا ہے۔ وہ ست ہے۔ ابدی ہے۔ بے انت ہے۔ شُدھ اور اجنما ہے۔ ہر روز اُس کا دھیان کرو۔ اُس کے گُنوں کو وِچارو۔ اُس کے بھجن گاؤ۔ اُس کا نام جپو۔ تم امر ہو جاؤ گے۔ اور کبھی نہ ختم ہونے والا آنند حاصل کرو گے۔

ایشور نے اپنی مرضی سے اس دُنیا کو رچا اور پھر اس میں ہی براجمان ہے۔ وہ ہر بشر کے دل اور من میں قائم ہے وُہ پرم دیو ہے۔ وہی اس دُنیا کا رکشک ہے۔

ایشوری زندگی جو دُنیا کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔ انسانوں کے دل میں رہتی ہے۔ ایک چیونٹی کا آتما ہی ایک انسان کا آتما ہے۔ ایک پاپی کا آتما بھی ایک مہاتما کا آتما ہے۔ ایک بھکاری فقیر کا آتما ہی ایک زبردست بادشاہ

کا آتما ہے۔ قدرت کی آخری سچائی ہی انسان کی آخری اصلیت ہے۔ براہِ راست اندرونی آنکھ سے آتما کو انوبھو کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

ایک ہی زندگی ہر شکل میں حرکت کرتی ہے۔ ایک طاقت تمام شکلوں میں کام کرتی ہے۔ بہت سی مختلف طاقتوں کا خیال دماغ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ ایشور ان تمام شکلوں میں موجود ہے۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ اس سے ضرور ایشوری چیتنا حاصل کر سکو گے۔

درخت۔ پھول۔ آگ۔ زمین۔ پانی۔ آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ جانور۔ پرندے۔ پہاڑ۔ دریا۔ سمندر۔ انسان سب مل کر ایشور کا جسم بنتے ہیں۔ ان سب کو بلا تمیز پرنام کرو۔ ان کو ایشور ہی سمجھو۔ تب ہی تم کو سم درشٹی اور وشو پریم حاصل ہوگا۔ تب ہی تمہیں شانتی ملے گی۔ تب ہی تم زمین پر سورگ یا بہشت پا سکو گے۔ شری تلسی داس جی نے کہا ہے۔ "ہر جگہ سیتا رام کے درشن کرو۔ دُنیا صرف سیتا رام سے ہی بھری ہوئی ہے۔ اس لئے ہاتھ جوڑ کر ہر چیز کو پرنام کرو۔" یہ وراٹ روپ کی پوجا ہے۔

بھکتی کا ابھیاس یا ایشور کے لئے من میں پریم پیدا کرنے سے ویراگ اور گیان اکٹھے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بھکتی میں ایسی طاقت ہے۔ اس لئے ست سنگ۔ کیرتن۔ جپ۔ رامائن یا بھاگوت کے مطالعہ اور بھگتوں کی سیوا سے اپنے دل کے اندر ہی پربھو سے پریم پیدا کرو۔ ایک من ہو کر بھگوان کی مہما کے راگ گاؤ۔ ایکاگر چت سے مالا کے منکے گراؤ۔ پورن شردھا سے اس کے نام کا جاپ کرو۔ پوری توجہ سے رامائن اور بھگوت کتھائیں سنو۔ پوتر ستھان مثلاً ہردوار۔ رکھی کیش۔ بنارس۔ پریاگ اور ناسک وغیرہ پر کچھ عرصہ ٹھہرو۔ سادھوؤں کی تلاش کرو۔ سچے بھاؤ سے سنجیدہ طور پر ان سے ملو۔ صرف درشن کر کے ہی سنتشٹ نہ ہو جاؤ۔ ان سے روحانی ہدایات حاصل کرو۔ اور ان پر عمل کرو۔ سداچار گرہن کرو۔ تب ہی سنسار ساگر کو آسانی سے پار کر سکو گے۔

ہر چہرے میں ایشور کا روپ دیکھو۔ ایشور سے جدائی تو موت ہے۔ اس کے ساتھ ایکتا ہی مستقل زندگی ہے۔ برائی اور چھوٹائی کا خیال محض اگیان اور جہالت ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس میں سب کو شریک سمجھو۔ آتم بھاؤ سے سب انسانوں کی خدمت کرو۔ جوانی میں ہی روحانیت کے بیج بوؤ۔ خیال رکھو کہ ان تمام ہاتھوں سے ایک ہی طاقت کام لے رہی ہے۔ ایک ہی طاقت ان سب آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ ایک ہی طاقت ان سب مکھوں سے کھا رہی ہے۔ اس راز کو سمجھو اور ہر جگہ ایکتا محسوس کرو۔ ایسا وشو پریم اپنے اندر بڑھاؤ کہ سنسار کے سب پرانی تمہارے پریم کے دایرے کے اندر آجاویں۔

محسوس کرو کہ تمام سنسار تمہارا اپنا جسم ہے۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے جو حد بندیاں اور روکاوٹیں جدا کرتی ہیں۔ انہیں پگھلا دو اور برباد کر دو۔ اپنے تئیں دوسرے سے بڑا سمجھنے کا خیال اگیان یا دھوکا ہے۔ ईशावास्यमिदं सर्वं ایشور اس سنسار میں بس رہا ہے۔ اس لئے وشو پریم پیدا کرو۔ سب سے رل جاؤ۔ یہ تمام سنسار وشو برندابن ہے۔ محسوس کرو۔ کہ یہ شریر ایشور کا چلتا پھرتا مندر ہے۔ تمہارا دفتر اور مکان سب مندر ہیں۔ سب کام ایشور کی بھینٹ ہیں۔ کام ہی پوجا ہے۔ اپنے آپ کو فاعل یا کام کرنے والا مت سمجھو۔ کسی پھل یا نتیجہ کی امید مت رکھو محسوس کرو۔ کہ تمام جیو ایشور کی مورتیاں ہیں۔ ہر کام کو ایشور کی بھینٹ کر کے یوگ میں بدل دو۔ اگر تم ویدانت کے ودیارتھی

ہو تو اکرتا (نہ کرنے والا)۔ ساکشی (صرف دیکھنے والا) بھاو رکھو۔ اگر بھگتی کے راستہ کے مُسافر ہو تو نِمت (ذریعہ) بھاو رکھو۔ محسُوس کرو کہ ایشور تمہارے ہاتھوں کے ذریعہ کام کر رہا ہے۔ کہ ایک ہی طاقت تمام ہاتھوں سے کام کرتی ہے۔ آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ اور تمام کانوں سے سنتی ہے۔ ایسا بھاو رکھنے پر تم ایک بالکل ہی تبدیل ہوئے بشر بن جاؤ گے۔ تمہارا زاویہ نگاہ ہی بالکل نیا ہو جاوے گا۔

(۴)

ہر روز اپنے دل کو ٹٹولنا اور اپنے خیالات کی چھان بین کرنا نہایت ضرُوری بات ہے۔ تب ہی یوگ کا طالب علم یا بھگت اپنے نقائص کو دُور کر سکتا ہے۔ اور جلدی جلدی رُوحانیت میں ترقی کر سکتا ہے۔ ایک مالی چھوٹے چھوٹے پودوں کی بڑی حفاظت سے رکھوالی کرتا ہے۔ وُہ ہر روز اُن کے آس پاس کی گھاس وغیرہ کو دُور کرتا ہے۔ اُن کے چاروں طرف عُمدہ گھیرا یا باڑ لگاتا ہے۔ مقررہ وقت پر اُنہیں پانی دیتا ہے۔ تب ہی وُہ خوبصُورتی سے بڑھتے ہیں۔ اور پھل دیتے ہیں۔ اِسی طرح ایک یوگ کے وِدیارتھی کو بھی ہر روز اپنے من کو خُوب اچھی طرح اندرُونی نگاہ سے دیکھ کر اپنے نقائص معلُوم کرنے چاہئیں۔ اور پھر اُنہیں مناسب طریقوں سے دُور کرنا چاہیے۔ اگر ایک طریقہ کامیاب نہ ہو تو کئی طریقے اکٹھے استعمال کرنے چاہئیں۔ مثلاً اگر پرارتھنا سے کام نہ چلے تو ست سنگ کرے۔ اور مہاتماؤں اور ودوانوں کے پاس بیٹھے پرانا یام کرے۔ دھیان جمائے۔ خوراک کی پابندی رکھے اور وِچار وغیرہ سے کام لے۔ من میں اُٹھتی ہوئی بڑی بڑی لہریں مثلاً غُرور۔ کپٹ۔ شہوت۔ حرص۔ غصّہ وغیرہ کو ہی دبا لینا کافی نہیں۔ بلکہ چِت کے اندرُونی گوشوں میں چھُپے ہوئے ان کے باریک نشانوں کو بھی مٹانا ازحد ضرُوری ہے۔ تب ہی وُہ بالکل محفوظ رہ سکتا ہے۔

یہ باریک نشان بہت خطرناک ہیں۔ یہ چوروں کی طرح چھُپے رہتے ہیں۔ اور جگیاسُو کو ذرا بھی غافل پا کر اُس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ جب وُہ ذرا سُست ہو جاتا ہے۔ بِچھڑ جاتا ہے۔ منصف مزاجی قایم نہیں رہتی۔ بُدھی کو ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے۔ لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ اندر کی طرف دیکھنے کی بجائے باہر کی طرف دیکھنے لگ پڑتا ہے۔ یا اپنے رُوحانی سادھنوں میں سُستی کر بیٹھتا ہے۔ تو یہ چور بھیانک رُوپ دھار کر اُسے گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کے بالکل ہٹ جانے کی ایک ہی پہچان ہے۔ اور وُہ یہ کہ اگر تُم نے کبھی اپنے روزانہ کے رُوحانی سادھن چھوڑ دیئے ہیں۔ من کی چھان بین چھوڑ کر غافل یا بے فکر ہو بیٹھے ہو۔ ان حالات میں اگر بیرونی واقعات تُمہیں بھڑکانے اور للچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور تمہارے اُوپر ان کا اثر نہیں ہوتا۔ یعنی یہ نقائص تمہارے اندر پھر بھی پیدا نہیں ہوتے تو سمجھ لو کہ ان کے نشان مٹ گئے ہیں۔ اب تم محفوظ ہو۔ لیکن اندرُونی چھان بین کا ابھیاس اور من کو ٹٹولنے کی مشق اتنی آسان نہیں۔ اس کے لئے استقلال۔ برداشت۔ صبر۔ جونک جیسی پکڑ۔ لوہے جیسی سخت قوت ارادی۔ باریک عقل اور حوصلہ وغیرہ کی ضرورت ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے جو پھل ملے گا۔ اُس کی قیمت کا اندازہ مشکل ہے۔ وہ قیمتی پھل امرتا (یعنی موت سے بیخوفی)۔ پرم شانتی اور لامحدود آنند ہے۔ اس کے لئے بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ اس لئے روزانہ سادھن کرتے وقت گڑگڑانا نہیں چاہیئے۔ پُورے من سے۔ تندہی سے۔ بُدھی اور آتما سے اس طرف لگنا چاہیئے تب ہی جلدی کامیابی ممکن ہو سکتی ہے۔

ہر شخص کو روزانہ رُوحانی ڈائیری رکھنی چاہیئے۔ اور رات کو سونے سے پہلے اپنے من کی چھان بین اور دن میں کئے

ہوئے اچھے یا برے کاموں کی پڑتال کرنی چاہیئے۔ دن میں جو نیک کام کئے ہیں۔ انہیں ڈائری میں لکھو۔ جو غلطیاں کی ہیں۔ انہیں بھی درج کرو۔ صبح اٹھتے ہی ارادہ کرو۔ "میں آج غصہ اپنے من میں نہیں آنے دوں گا" "میں آج برہمچریہ دھارن کروں گا۔ اور تمام دن بھر جھوٹ بالکل نہیں بولوں گا۔"

روزانہ ابھیاس کے لئے چند تثلیث (تین تین چیزیں) نیچے درج کیجاتی ہیں:-

(۱) پریم کرنے لائق تین چیزیں ——— مکتی کی خواہش ——— ست سنگ ——— نشکام سیوا

(۲) نفرت کے لائق تین چیزیں ——— کنجوسی ——— ظلم ——— تنگدلی

(۳) تعریف کے قابل تین چیزیں ——— فیاضی ——— حوصلہ ——— شرافت

(۴) حقارت کے قابل تین چیزیں ——— شہوت ——— غصہ ——— غرور

(۵) عزت کے قابل تین چیزیں ——— گورو ——— تیاگ ——— وویک

(۶) قابو میں رکھنے والی تین چیزیں ——— زبان ——— مزاج ——— من کا اچھلنا

(۷) تیاگ کے قابل تین چیزیں ——— بری صحبت ——— بری خواہشیں ——— برے کام

(۸) اپنے اندر پیدا کرنے والی تین چیزیں ——— وشو پریم ——— کشما ——— برداشت

(۹) دور رکھنے والی تین چیزیں ——— چغل خوری ——— جھوٹ بولنا ——— سخت کلامی

آج کل دنیا کی ضرورت۔ پریم یا محبت کا پیغام ہے۔ اپنے دل میں پریم کی بتی جلاؤ۔ سب سے پریم کرو۔ اپنی پریم بھری بغلگیری میں سب جانداروں کو شامل کرو۔ وشو پریم پیدا کرو۔ سب سے پریم کرو۔ مختلف قومیں صرف مخلص (خلوص دلی) اور شدھ پریم سے ہی ملائی جا سکتی ہیں۔ دنیا کی جنگ باہمی محبت سے ہی ختم ہو سکتی ہے۔ لیگ آف نیشنز کچھ نہیں کر سکتی۔ پریم یا محبت ایک عجیب و غریب ایشوری گوندا ایس ہے جس سے سب کے دل جڑ جاتے ہیں۔ یہ ایک ایشوری جادو کا مرہم اثر رکھنے والی مرہم ہے جس کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ہر کام کو شدھ پریم اور محبت سے کرو۔ مکاری۔ لالچ۔ کپٹ اور خود غرضی کا ناش کرو۔ زہریلی گیسیں استعمال کر کے دوسروں کی جانیں لینا بہت بڑا ظلم ہے۔ اس سے بڑا پاپ اور کوئی نہیں۔ وہ سائنسدان جو ان گیسوں کو بناتے ہیں پاپ سے بچ نہیں سکتے۔ اے انسانو! تم جو طاقت، سلطنت اور دولت کے پیچھے بھاگے پھرتے ہو۔ اس دن کو مت بھولو۔ جب پرماتما کے سامنے پیش ہوگے۔ اس وقت پرماتما کو کیا جواب دوگے۔ اپنی ضمیر کو شدھ کرو۔ اور رحم کرو۔ ایسا کرنے پر ایشور کے راجیہ کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہونگے

محبت سے بڑی اور کوئی طاقت نہیں ہے۔ صرف پریم میں آکر ہی نراکار برہم اپنے بھگتوں کو خوش کرنے کے لئے چتربھج روپ ہری کا دھارن کرتے ہیں۔ بھگوان اپنے بھگتوں کے پیچھے جنگلوں میں خوراک اور پانی اپنے ہاتھوں میں لئے بھاگے پھرتے ہیں۔ یہ پریم ہی تھا جس نے بھگوان بدھ۔ حضرت عیسےٰ مسیح۔ ایکناتھ اور بہت سے مہاتماؤں کو مجبور کیا۔ کہ شاستروں کے راز انسانوں کو سکھا دیں۔ ایک بھگت کے ہاتھ میں پریم ایک جادو کا ڈنڈا ہے۔ وہ اسے ایک شاندار طریقہ پر پھراتا ہے۔ اور تمام دنیا کو اپنے تحت میں لے آتا ہے۔ جس کے دل میں پریم ہے۔ وہ تریلوکی کا اصلی شہنشاہ ہے۔

جب لوگ اکٹھے ہو کر سنکیرتن کرتے ہیں تو سینکڑوں یا ہزاروں لوگوں کے گروہ کے ایک ہی وقت میں کئے ہوئے

بھجن اور نام کیرتن سے بڑا اثر پیدا ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر دل کو ہلا دینے والی تھرتھراہٹ اور ایک بڑی جاگ مورتی کرہ ہوائی میں چھوڑتے ہیں۔ اتنی ہی بڑی طاقت اندر کی طرف بہتی ہے۔ اور لوگوں کی روحانی شکتیوں کو تقویت دیتی ہے۔

اکٹھے بیٹھ کر بھجن اور کیرتن کرتے ہوئے لوگوں کی جسمانی حرکت یکساں ہو جاتی ہے۔ اور اُن کے شریروں کو زیادہ طاقت قبول کرنے کے قابل بناتی ہے۔ چونکہ اُن کی توجہ ایک ہی چیز پر لگی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اکٹھے کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اوپر اٹھاتے ہیں۔

جب لوگ اکٹھے بیٹھ کر دھامنتر یا کوئی اور دھونی لگاتے ہیں۔ تو ایک عجیب روحانی طاقت کی لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہ برقی طاقت یا مہاشکتی من کی میل کو دور کر کے ہم سازی پیدا کرتی ہے۔ من کے اچھلنے کودنے کو روکتی اور اگیان کا پردہ اتارتی ہے۔ سنکیرتن صرف بھکتی مارگ کا ہی سادھن نہیں ہے۔ بلکہ ادویت یعنی آتما پرماتما کی ایکتا انوبھو کرنے کا بھی ابھیاس ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شری شنکر نے شری دکشنا مورتی کو کہا تھا؟ " اس آتما کا گیان چار طریقوں سے حاصل ہوتا ہے شرون (شاستروں کا سُننا) منن (سُنے ہوئے پر وچار کرنا) ندھی دھیاسن (دھیان کرنا) اور سنکیرتن "

(۵)

پرہلاد پرارتھنا کرتا ہے۔ "اے بھگوان ہری۔ مجھے اپنے چرنوں میں اتنا ہی گہرا اور پائیدار پریم عطا کیجئے۔ جتنا کہ دنیاوی لوگوں کا ناشوان اندریوں کے وشیوں اور سنسارک چیزوں میں ہوتا ہے۔ جب میں آپ کا سمرن اور چنتن کروں تو وہ آنند میرے من سے کبھی نہ جاوے۔" بھکتی کی کتنی خوبصورت تعریف ہے۔ یہ وچار پرہلاد کے دل کے اندرونی کونہ سے نکلے ہیں۔ ان میں انتہائی پریم اور بھکتی بھری ہوئی ہے۔

اگیانی دنیاوی آدمی کو اپنے استری۔ بچوں۔ دوستوں۔ رشتہ داروں۔ مکان۔ جائداد۔ گائے۔ دولت۔ باغ۔ پوشاک۔ سونا بنگلوں۔ کوٹھیوں۔ روپیہ وغیرہ میں از حد موہ اور دلبستگی ہوتی ہے۔ ایک بھگت کو ایشور اور صرف ایشور میں زبردست پریم اور کشش ہوتی ہے۔ وہ ایشور کے لئے ہی زندہ رہتا ہے۔ اور اُس کے لئے ہی سب کام کرتا ہے۔

ایک خود غرض آدمی اپنے شریر سے ہی محبت کرتا ہے۔ پھر وہ اپنی محبت کو اپنی بیوی۔ بچوں اور دوستوں تک پھیلاتا ہے۔ جب ذرا اور ترقی کرتا ہے تو اپنی جاتی کے لوگوں یا اپنے ضلع کے باشندوں سے محبت کرنا شروع کرتا ہے۔ اُس کے بعد وہ اپنے صوبہ کے لوگوں سے پریم کرتا ہے۔ اُس کا دل اور زیادہ پھیلتا ہے۔ اور وہ اپنے ملک کے لوگوں تک اپنی محبت کو پھیلاتا ہے۔ آخرکار اُس کے من میں تمام دنیا کی بھائی بندی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ دنیا کے ہر حصے کے لوگوں سے اسی طرح پریم کرنے لگتا ہے جس طرح اپنے بھائیوں سے۔

پریم کرنے کی خصلت قدرتی ہے۔ اور تمام انسانوں کے دلوں میں گڑی ہوئی ہے۔ دراصل دنیا میں اس قسم کا کوئی انسان نہیں جس کے دل میں محبت قدرتی طور پر پیدا نہ ہوتی ہو۔ یا جو اوروں کی محبت سے متاثر نہ ہوتا ہو۔ تم کو لازمی طور پر یہ قدرتی پریم کی لہریں بہت حد تک اپنے من میں پیدا کرنی ہوں گی۔ اور ہر قسم کی خود غرضی کو دور کر کے اس پریم کو شدھ کرنا ہوگا۔ اس پریم کو تمام دنیا کے انسانوں تک پھیلانا ہوگا۔ اگر تم اپنی محبت کو پورے زور سے ایشور کی طرف بڑھاؤ۔ تو دنیاوی خوشی۔ دولت۔ خوبصورتی اور طاقت کے لئے جو محبت تمہارے دل میں موجود ہے۔ وہ آہستہ آہستہ دور ہو جاوے گی۔

صرف ایک ہی محبت پائیدار ہے۔ اور وُہ ایشور کی محبت ہے۔ ایسا شُدھ پریم خُود غرضی اور اپنے شریر کے موہ کو دُور کر دیتا ہے۔ یہ قربانی کا جوش من میں پیدا کرتا ہے۔

تمام مخلوقات ایشور میں سے نکلے ہیں۔ ہر شٹی کے لَے ہونے پر وُہ اُسی میں واپس چلے جاتے ہیں۔ تمام دُنیا ایشور کا شریر ہے۔ جب تُم ایشور کو ہی اپنے پریم اور بھگتی کا مرکز بنا لوگے۔ تو تُم کس طرح کسی انسان یا جانور کو اس زمین کی سطح پر تکلیف دے سکوگے۔ تُمہارے دل میں کسی جاندار کے متعلق نفرت پیدا ہی نہ ہوگی۔ تم خُود غرض بھی نہ بن سکوگے۔ کیا کبھی تم اپنے باغ کے سب آم اکیلے کھا سکتے ہو۔

انسانی محبت کبھی کھوکھلی ہے۔ یہ صرف حیوانی کشش ہے۔ یہ جھُوٹی محبت ہے۔ یہ شریر یا جسم کی محبت ہے۔ یہ خُود غرضانہ محبت ہے۔ یہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ یہ سب کپٹ۔ دہوکا اور صرف دکھاوا ہے۔ جب خاوند بے روزگار ہو جاوے تو بیوی اُس کی پرواہ نہیں کرتی۔ وُہ تیوریاں چڑھا کر اُس کو دیکھتی ہے۔ جب بیوی کسی پُرانی بیماری کے باعث اپنی خوبصورتی کھو بیٹھتی ہے۔ تو خاوند اُس کو پسند نہیں کرتا۔ اصلی۔ ہمیشہ قائم رہنے والی محبت یا پریم تمہیں ایشور میں ہی ملیں گے۔ اس کی محبت کبھی بدلتی نہیں۔

کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ "وضُو کرنے اور دانت صاف کرنے کا کیا فائدہ ہے مسجد میں جا کر دو زانو ہونا کس کام آسکتا ہے۔ دل میں دہوکا اور فریب رکھ کر نماز و دُعا پڑھی جاتی ہے۔ پھر مکّہ کا حج کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ ہندو ۲۴ ایکادشی برت رکھتے ہیں۔ مُسلمان تیس ۳۰ دن روزہ رکھتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ تو بتاؤ کہ باقی گیارہ مہینوں کو چھوڑ کر صرف ایک مہینہ ہی خُدا کا مہینہ کس نے بنایا ہے۔ کہتے ہیں ایشور پُورب میں رہتا ہے۔ اور اللہ مغرب میں۔ اپنے دل میں اُسے ڈھونڈو۔ تم کریم اور رام دونو کو وہیں پاؤگے۔ اگر خُدا صرف مسجد میں ہی رہتا ہے۔ تو باہر کا ملک کس کا ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ رام تیرتھوں میں ہے۔ یا مندر کی مُورتی میں۔ لیکن وُہ اُسے اُن دونو جگہ نہیں پا سکے۔ کون کہتا ہے۔ کہ وید اور قرآن جھُوٹے ہیں۔ جو ایسا خیال کرتے ہیں۔ وُہ خود جھُوٹے ہیں۔ ان تمام جسموں میں ایک ہی پرماتما ہے۔ دُوسرا کوئی نہیں۔ آدمی ہو یا عورت سب تیرا ہی رُوپ ہیں۔ کبیر تو اللہ کا بچہ ہے۔ رام اور اللہ یکساں ہی اُس کے گُورو اور پیر ہیں۔"

اپنے تئیں بھگوان کی شرن میں پُورے طور پر گرا دینے کو شرناگتی کہتے ہیں۔ ایشور ہی بھگت کا سہارا۔ شرن دینے والا اور رکشک ہے۔ شرناگتی کے لئے مندرجہ ذیل چھ باتیں ضروری ہیں:۔

(۱) اُن گنُوں کا گرہن کرنا جو انسان کو اپنی بھینٹ بھگوان کے چرنوں میں ڈالنے کے یوگیہ بنا دیں گے۔

(۲) ایسے آچار کا تیاگ کرنا جو ایشور کو منظُور نہ ہو۔

(۳) یہ وشواس یا اعتقاد کہ ایشور ضرور اُس کی رکشا کرے گا۔

(۴) رکشا اور دیا کے لئے بھگوان سے پُر درد اپیل یا پرارتھنا۔

(۵) اپنے آپ کو تُچھ یا چھوٹا سمجھنے کا احساس۔

(۶) پُورے طور پر بھگوان کی شرن میں اپنے آپ کو گرا دینا۔

پہلی پانچ باتیں پُورن شرناگتی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

شری رامانج جی نے لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی جگیاسو اپنے من میں بھکتی کو بڑھانا چاہے تو اُسے مندرجہ ذیل گیارہ گنوں کا ابھیاس کرنا چاہیئے۔

(۱) وویک ۔ یاست اور اسّت کی تمیز۔ (اس میں خوراک کی تمیز بھی شامل ہے۔)

(۲) ویراگ ۔ باقی سب چیزیں چھوڑ کر صرف ایشور کے لئے انتہائی تڑپ۔

(۳) ابھیاس ۔ ایشور کا متواتر وچار

(۴) کریا ۔ اوروں کا بھلا کرنا۔

(۵) کلیان ۔ سب کا بھلا چاہنا۔

(۶) ستیہ ۔ سچ کا پالن کرنا۔

(۷) ارجو ۔ صاف بیانی۔

(۸) دیا ۔ رحم

(۹) اہنسہ ۔ کسی جاندار کو من ۔ بچن یا کرم سے ایذا نہ پہنچانا۔

(۱۰) دم ۔ اندریوں کو وش میں رکھنا۔

(۱۱) خوش باشی اور اُمید۔

بھکتی تمام دھارمک زندگی کی جڑ ہے۔ بھکتی واسناؤں اور خودی کو ناش کرتی ہے۔ یہ من کو اُٹھا کر بہت عظیم بلندیوں پر لے جاتی ہے۔ گیان کے خزانہ کو کھولنے کی یہ چابی ہے۔ بھکتی سے ہی گیان پراپت ہوتا ہے۔ بھکتی دو سے شروع ہوتی ہے۔ اور ایک پر ختم ہوتی ہے۔ جو اس بحث میں پڑتے ہیں۔ کہ بھکتی بڑی ہے۔ یا گیان۔ وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ انہوں نے اصلی تتو کو نہیں سمجھا۔ پرابھکتی اور گیان ایک ہی ہیں۔

کیا تمہیں سچ مچ ایشور کی چاہ ہے۔ کیا تمہیں واقعی اُس کے درشنوں کی پیاس ہے۔ کیا تمہیں اصلی روحانی بھوک ہے۔ بھکتی پر بڑے پُر زور دیاکھیان تُم دے سکتے ہو۔ بھکتی یوگ پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھ سکتے ہو۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ پھر بھی تُمہارے اندر بھکتی کا انش بھی نہ ہو۔ جس کے دل میں ایشور کے درشن کی پیاس ہے۔ اُسی کے دِل میں سچّا پریم پیدا ہوگا۔ اُس کو ہی بھگوان درشن دیں گے۔ ایشور کا مسئلہ "مانگ اور مہیا کرنے" "supply and demand" کا مسئلہ ہے۔ جتنی زیادہ سنجیدہ اور مخلص مانگ ایشور کے لئے ہوگی۔ اس کا جواب اُتنی ہی جلدی ملیگا۔

اے نادان! کاہلوں کی طرح بیٹھ کر صرف ایشور کو اپنی مدد کے لئے نہ پکار۔ بلکہ اُٹھ کر خود بھی ہمّت کر۔ کیونکہ ایشور صرف اُنہی لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ جو اپنی مدد خود کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کر۔ اور باقی ایشور پر چھوڑ دے بھگوان سے اس طرح پریم کر جس طرح رادھا کرتی تھی۔ یہ سب سے اُونچی قسم کی پُوجا ہے۔ رادھا کے قدموں پر چل۔ اُس جیسا پریم بھگوان کرشن کے لئے اپنے من میں پیدا کر۔ یہ پریم آہستہ آہستہ بڑھ جاوے گا۔ اور امرتا اور ایشوری چیتنتا یا ایشور پراپتی کی منزل پر پہنچا دے گا۔

اے ہندوستان! تو دھنیہ ہے۔ اے رشیوں ۔ مُنیوں ۔ یوگیوں اور مہاتماؤں کے خوبصورت دیش ۔ تجھے گنگا ۔ جمنا ۔ نربدا ۔ گوداوری ۔ سندھ اور کاویری جیسی پوتر ندیاں عطا ہوئی ہیں۔ اور ہمالیہ جیسے عظیم الشان پربت تیری شان ہیں۔ اے بھارت ورش ۔ پُرانی شان و شوکت والے پوتر دیش ۔ تجھے پرنام ہے۔ تیری سرزمین شری رام ۔ شری کرشن شری ویاس ۔ شری شنکر ۔ شری دتاتریہ ۔ پتنجلی رشی ۔ مہاتما بدھ ۔ گورو نانک ۔ گورو گوبند سنگھ کے پوتر چرنوں سے چھو کر متبرک ہو چکی ہے۔ اے آریہ ورت مبارک ہے تو ۔ ہزاروں برسوں سے تجھ میں رشی ۔ مُنی اور یوگی تپ اور یوگ کرتے آئے ہیں۔ اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اے ماتری بھومی ۔ دیوتاؤں اور جیون مکتوں کو پیدا کرنے والی ۔ تجھے بار بار پرنام ہے تیرے

کس کس مقام کے آگے سر جھکاؤں ۔ متر کاشی اور رکھی کیش وغیرہ کے سُندر بن اور تپوبن ایک طرف ہیں ۔ اور دوسری طرف کوروکشیتر کی پوتر بھومی ہے ۔ جہاں بھگوان کرشن نے اپنے پیارے شِشیہ ارجن کو گیتا کا برقی پیغام سُنایا تھا ۔ بھگوان تیرے بچوں کی رکشا کریں ۔ اور اُنہیں ست بُدھی ۔ آتما کا گیان ۔ اور آتمک شکتی عطا کریں ۔ تاکہ وہ تیری سیوا کرتے ہوئے تیرا جھنڈا اُونچا رکھ سکیں ۔

وہ پرم پتا پرماتما جس کا ثانی نہیں اور جو آنکھوں سے اوجھل ہے ۔ اور جو تمام جانداروں کی ضروریات کے مطابق اُن کی خواہشیں پوری کرتا ہے ۔ ہم سب کو شُدھ بُدھی پروان کریں ۔

ہری اُدم تت ست   اُدم شانتی

رُوحانی ڈائری یا روزنامچہ

نمبر	سوالات	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	میزان	پچھلے ہفتہ کی میزان
۱	تم رات کس وقت سوئے تھے ۔									
۲	کتنے گھنٹہ سوئے ۔									
۳	گیتا کے کتنے شلوک زبانی یاد کئے یا معنوں کے ساتھ پڑھے ۔									
۴	کتنی مالا جپ کیا ۔									
۵	کتنے پرانا یام کئے ۔									
۶	کتنا عرصہ ست سنگ کیا ۔									
۷	کتنے گھنٹہ نشکام کرم کیا ۔									
۸	کتنا عرصہ آسن کئے ۔									
۹	ایک آسن پر کتنی دیر بیٹھ سکے ۔									
۱۰	کتنا دان کیا ۔									
۱۱	"ہرے رام" منتر کتنی بار لکھا ۔									
۱۲	کتنے گھنٹہ مون (خاموشی) رکھا ۔									
۱۳	کتنی دیر ورزش کی ۔									
۱۴	کتنی دیر دھیان وغیرہ کیا ۔									
۱۵	کیا دھیان میں باقاعدگی رہی ۔									
۱۶	کتنے جھوٹ بولے اور اُن کی سزا اپنے اوپر کیا لی									
۱۷	کتنی دفعہ غصّہ آیا ۔ اور اُس کی سزا اپنے اوپر کیا لی ۔ کتنی دیر غصّہ رہا ۔									

ایشور اور ایشور بھگت

از لالہ نند کشور صاحب مکرجی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی
آنریری مجسٹریٹ فیروزپور

(شری بھگوت گیتا کے گیارہویں ادھیائے سے ماخوذ)

موجبِ تخلیقِ عالم علّتِ اوّل ہے وہ
کیا بشر کیا دیوتا سب کا وہی معبود ہے
اوّلِ منزل بھی وہ ہے آخرِ منزل بھی وہ
جاننے کی شے وہی ہے جاننے والا وہی
آب و آتش باد و باراں ہے وہی مرگ و حیات
اُس کی طاقت بے حساب اور اُس کی شوکت بے مثال

مسکنِ کون و مکاں نورِ مہِ اکمل ہے وہ
اُس کی ہستی لافنا ہے اور لامحدود ہے
بحرِ بے پایاں بھی وہ کشتی بھی وہ ساحل بھی وہ
حق وہی ہے اور حق پہچاننے والا وہی
اور اُسی کے دم سے قائم ہے نظامِ کائنات
ہر جگہ ہر چیز میں موجود ہے اُس کا جلال

صدقِ دل سے ایشور کی جو کوئی بھگتی کرے
ایشور میں محو ہونا جس کا نصب العین ہے
جس کے دل میں بجز خدا کے غیر کی چاہ نہیں
جو نہیں حیران و ششدر مال و زر کیواسطے

اور نہ جو اُس کے سوا ہرگز کسی کا دم بھرے
اُس کے پانے کے لئے جو ہر نفس بے چین ہے
اور دُنیا میں کسی جاندار سے نفرت نہیں
جس کا ہر فعل و عمل ہے ایشور کیواسطے

ایسا عابد مُدعائے زیست پاتا ہے ضرور
ایشور سے مل کے ایشور میں سماتا ہے ضرور

اوم
شری مد بھگوت گیتا

(ادھیائے پنجم)

دربیان جذب وسلوک یعنی گیان اور کرم

مرتبہ پنڈت دینا ناتھ مدن معجز۔ دہلوی بی۔ اے

ارجن

ترک و ایجابِ عمل[۱] دونو بتائے آپ نے
ان میں بہتر جو روش ہے اُس کو ظاہر کیجیے

شری بھگوان

گرچہ دونو ہی طریقوں کا بخیر انجام ہے
ترک سے دُنیا میں ترکِ ترک اعلےٰ کام ہے

ہے وُہ تارک جس نے رغبت[۲] اور نفرت چھوڑ دی
ہے وُہ سالک بیخودی میں جس کو آزادی ملی

مختلف جذب و سلوک احول کو آتا ہے نظر
ایک کی تکمیل سے ملتا ہے دونوں کا ثمر

جس جگہ سالک[۳] پہنچتا ہے وہیں مجذوب[۴] بھی
چشمِ بینا میں ہے یکرنگی سلوک و جذب کی

قلبِ بے پندار[۵] کی حاجت ہی تارک کے لئے
مطمئن رہتا ہے سالک ذات کے دیدار سے

صاف باطن فاتحِ دل واقفِ ضبطِ حواس
ذات کی تسلیم میں اعمال سے ہے بے ہراس

کھاتے چلتے سانس لیتے سوتے سُنتے دیکھتے
اپنی پلکیں بند کرتے یا کھُلی رکھتے ہُوئے

بولتے چھُوتے پکڑتے چھوڑتے اور سُونگھتے
بے تعلق اجر سے ہے سالک اپنے فعل سے

جو ادا کرتا ہے اپنا فرض خواہش چھوڑ کر
برگِ نیلوفر ہے سیلابِ گنہ میں وُہ بشر

سالک آزاد بھی اپنے گذارے کے لئے
بے ہوس عارف کو حاصل ہے سکون دائمی
رُوح انساں بے تعلق ہو کے کُل افعال سے
فاعلیت فعل اور ان کے نتائج کا صدور
نیک و بد دونو سے دائم جان رہتی ہے بری
دُور ہو جاتا ہے جب عقل بشر کا یہ حجاب
عقل و دل کو محو کر کے اہلِ تسلیم و رضا
فیل گتا گائے چنڈال اور فاضل برہمن
قلب بے پندار کے قبضہ میں ہے کُل کائنات
ضابطہ و روشندل عارف ہو کے واصل ذات میں
غیریت کو چھوڑ کر جسکو لگن ہے ذات کی
نفس کی لذات میں تکلیف دہ اور بے ثبات
موت کے آنے سے پہلے حرص و غصہ چھوڑ کر
معرفت کے نُور سے معمور ہے جس کا بطون
عارفانِ پاک طینت بیگناہ و با ثبات
شوق و نفرت سے بچا کر جسنے روکا ہے خیال
ابروؤں کے وسط میں لا کر نظر اطراف سے
دِل حواس و عقل کر دیتا ہے محو علم ذات

کام لیتا ہے دل و جسم و حواس و عقل سے
پاؤں میں جاہل کے پڑتی ہے طمع کی پیکڑی
ساکن ایسے شہر میں ہیں نو ہیں جس کے راستے
جلوۂ قدرت ہے قادر سے نہیں اُن کا ظہور
جہل پردہ ڈالتا ہے عقل پر انسان کی
ذات حق کو علم درساتا ہے مثل آفتاب
معرفت سے عالمِ فانی میں پاتے ہیں بقا
مختلف جسموں میں ہے اک نور جاں پرتو فگن
ایک نقطہ میں سمایا ہے فروغ مہر ذات
مطمئن رہتا ہے۔ آرام اور تکلیفات میں
علم باطن میں اُسے ملتی ہے لافانی خوشی
اُن پہ اے ارجن نہیں کرتے ہیں عاقل التفات
وصل کی بے انتہا راحت کو پاتا ہے بشر
اُس کا حصہ ہے وصالِ ذات کا اعلےٰ سکوں
فیض پہنچاتے ہوئے دُنیا کو پاتے ہیں نجات
ایسے حق بیں کو میسر ہے سدا حق کا وصال
جانچتا ہے سانس کو جو ناک سے چلتے ہوئے
وہ علائق سے بری ہے اُس کی ہر دم ہی نجات

میں ہوں سب شغلوں کا مرجع مالک اور پروردگار
مجھ کو جو ایسا سمجھتا ہے وہ پاتا ہے قرار

خاص اُدم کے "الیشور انک" کیلئے

ॐ

جیو ایشور اور جگت ایکی

از مہاتما دولت رام جی برہمچاری

ایک ہی شدھ سروپ سچدانند برہم نرگن اور نراپادھک ہوتا ہوا بھی متھیا اوپادھی کے سبب جیو بھاؤ - ایشور بھاؤ اور جگت بھاؤ کو پراپت ہو رہا ہے ۔

جب ستوگن پردھان مایا اوپادھی کو دھارن کر کے یہی چیتن دیو ہی تمام سرشٹی کی رچنا کرتا اس کی رکھشا یا استھتی کرتا یا اُس کو لے کرتا ہے تو یہ ایشور کہلاتا ہے ۔ سرشٹی رچنے کے سبب اسکو برہما پالن (رکھشا) کے سبب اس کو وشنو اور لے (نا‌ش) کر دینے سے اسیکو رُودر یا شِو کہا جاتا ہے ۔ سرشٹی رچنا کرنے میں ستوگن کے ساتھ رجوگن کی پردھانتا رہتی ہے ۔ استھتی میں رجو اور تموگن ستوگن کے آدھین رہتے ہیں ۔ لے کرنے کے لیے تموگن کو پردھان اور باقی دونوں کو گون رکھا جاتا ہے

یہ پہلی اوپادھی مایا ویاپک اور مہان شکتی والی ہے ۔ اس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ ہی سوائے ادھشٹان برہم سروپ کے جانے بِنا یعنی اپروکش برہماتم گیان کے بِنا اس کا کبھی خاتمہ ہی ہو سکتا ہے ۔ اس کے اندر ایسی آشچریہ رُوپ شکتی ہے کہ اَن ہونی باتوں کو بھی اپنے ادھشٹان کی ستا کو پا کر دکھاتی ہے ۔ جیسے دیکھیے ویریہ کے گندے قطرہ سے سھتول دیہہ کی اُتپتی ہو رہی ہے ۔ جو قیاس میں نہیں آ سکتا ۔ کہ کس طرح ممکن ہے ۔ نیز اس اَن ہوتے استھاور جنگم رُوپ جگت کو درڑھ رُوپ سے ستیہ انوبھو کرانا اسی کا کام ہے ۔ شدھ برہم سروپ چیتن دیو کو ہی ڈھانپنے وت ڈھانپ رہی ہے اور ہے بھی اس کے آشریہ پر قائم ۔ جیسے اندھیرے کی اُتپتی کی کارن بھی دیوار ہی ہے ۔ اور اُس اندھیرے سے دیوار ہی ڈھک جاتی ہے ۔ دھواں اگنی سے ۔ بجلی گربھ سے ۔ کائی جل سے پیدا ہو کر بھی اگنی ۔ گربھ اور جل کو بالترتیب ڈھک رہے رہے ہیں ۔ اس لئے یہ انرووچنیہ رُوپا مایا بہت ہی آشچریہ رُوپا ہے ۔ پھر یہ کہیں کہ یہ ہے ہی نہیں تو ایسا بھی نہیں کیونکہ اَست وستو کبھی بھی دکھائی ہی نہیں دے سکتی ۔ اور "میں کچھ نہیں جانتا" اس رُوپ سے سُشپتی کے انوبھو دوارا اگیان بھی سب کو پرتکش ہے ۔ اور اگیان اور مایا مترادف (पर्याय) الفاظ ہیں ۔ اور یہ کہیں کہ یہ سچ مچ ست سروپ ہے ۔ تو گیان ہو جانے پر قائم رہنی چاہیئے ۔ کیونکہ جیسے رجو کا گیان ہو جانے پر سانپ نہیں رہتا ۔ اُسی طرح ادھشٹان کا گیان ہو جانے پر اس مایا کا پتہ ہی نہیں چلتا ۔ جیسے دیا لیکر دیکھنے سے اندھیرا کہیں نہیں ملتا ۔ ایسے ہی یہ مایا ہے کہ ادھشٹان کا گیان ہو جانے پر یہ کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی ۔ ایسی انرووچنیہ وستو کا نام ہی مایا ہے جو کہ اپنے کاریہ سمیت متھیا (ست اَست سے وِلکھن) پرتیتی مانتر ہے جسکو زبان اُردو میں معدوم المعلوم نام سے پکارا گیا ہے ۔ اسلئے پرشن کا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کہ چیتن سروپ برہم پر بھی مایا کا متھیا پردہ پڑ جانے سے اس کے

سروپ میں کچھ واستوک ہانی ہو سکتی ہے۔

ایسا نہیں ہے۔ مِتھیا وستو سے یتھارتھ ہانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ سوپن جگت سے سوپن پرش کی تو ہانی متصور ہو سکتی ہے۔ اصلی سُوپناوی پُرش کا بال بھی بیکا نہیں ہُوا کرتا۔ بلکہ اسی مایا کے تینوں گنوں کو دھارن ورت دھارن کرتا ہُوا یہ شُدھ برہم ہی ستوگن کی پردھانتا سے سرشٹی اتپتی پرلے آدک ولاس سا کرتا ہے۔ تو اسی حالت میں اسکو ایشور کہا جاتا ہے۔ اور جب مایا کے رجو پردھان ستوگن اور تموگن کو گون روپ سے دھارن کر کے یہی چیتن دیو اسکو جزدی حالت میں دھارن کرتا ہے۔ تو یہی ایک چیتن اُپادھی کی انیکتا سے انیک سا ہُوا ہُوا پُن پاپ دُکھوں اور سکھوں وغیرہ کا کرتا بھوگتا جیو ہوتا ہے۔ کئی پرکار کے نئے نئے کرم وشیوں کے سیون سے اسکی واسنا مضبوط ہوتی چلی جاتی ہے اور نہ معلوم کب تک اس اگیان کی کرپا سے تینوں قسم کے تاپوں سے تپتا چلا جاتا ہے۔ اسی لئے بھگوان وششٹ جی نے کہا ہے کہ " ہے رام جی۔ اس اگیانی جیو کے ہُوئے ہُوئے اور ہونیوالے جنموں کی گنتی شیش بھگوان بھی اپنی ہزار جِہواؤں سے انیک کلپ تک بھی نہیں گن کر سُنا سکتے۔

ان جنموں اور ان میں ہونے والے دُکھ شوک اور تاپ کا بالکل ذرا سا نمونہ ہم اس پرتھوی لوک میں رہنے والے تُچھ جیووں کی ہاہاکار اور دردناک پکار کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ مگر یہ سب واسنا اور اُس کی ماتا اودیا کی کرپا کا ہی پھل ہے۔ اگر اس سے چھٹکارا پانے کی کسی پرم سوبھاگیہ وان پُرش کے اندر پوری چاہ یا سچی تڑپ پیدا ہو جائے۔ تو اسکو منزل بمنزل ساتھ لیجا کر ویراگیہ کا پرم ہتکاری دیوتا ہی **گیان نگر** کے شہنشاہ **گورو دیو** مہاراج کی شرن میں جا پہنچاتا ہے جن کی کرپا کٹاکش سے جنم مرن کا دور ہمیشہ کے لیئے بند ہو سکتا ہے۔ ورنہ بصورت دیگر کہیں تو گدھا بنکر ڈنڈے کھاتا ہے۔ کہیں بیل یا گھوڑا بن کر بوجھ ڈھوتا ہے کہیں شکار بن کر گلا کٹواتا ہے۔ اور کہیں اگر منشیہ بھی بن گیا تو اس کے لیئے بھی ماں کے ناپاک گربھ واس کے لیئے نو ماہ تو اُلٹا لٹکنا پڑتا ہے۔ پھر بچپن میں انیک قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ حتے کہ بے زبان ہُوا گندگی میں پڑا رہتا ہے۔ مکھی مچھر کاٹتے ہیں۔ اور ذرا بڑا ہونے پر خوف استاد دم توڑتا ہے۔ پھر جوانی میں کام دیو آستاتا ہے۔ اور بیوی بچّوں کے لیئے ٹٹو بن کر پیسہ پیسہ کما کر لاتا ہے۔ اور بڑھاپا آنے پر تو بیماری اور چِنتا دیوی سانس نہیں لینے دیتی۔ گذشتہ کا پچھتاوا اور عقبےٰ کا خوف اس کی حالت قابلِ رحم کر دیتا ہے۔ اور بالآخر پُنیہ پاپ کی گٹھڑی اُٹھائے سوکشم شریر کے سہارے پران چھکڑے پر سوار ہو کر اپنی منزل کو چل دیتا ہے۔ اور پھر از سرِ نو کولھو کے بیل کی طرح اس چکّر میں گھومنا شروع کر دیتا ہے۔ ہاں اگر گورو دیو کے چرنوں میں اپنا سب کچھ ارپن کر دے۔ اور ویراگ کا عصا لیکر گیان نگر کے لیئے اپنا مارگ شروع کر دے تو ضرور ہی اس اودیا کے چنگل سے رہائی ہو سکتی ہے۔ پنچدشی کار شری ودیارنیہ سوامی نے جیو کی دشا کو ڈیڑھ شلوک میں قلمبند کیا ہے جو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

कुर्वते कर्म भोगाय, कर्मकर्त्तु च भुञ्जते
नद्यां कीट इवावर्त्तादावर्तान्तरमाशुते
व्रजन्तो जन्मनो जन्म, लभन्ते नैव निर्वृतिम् ॥ पं० द० १-३० ॥

ارتھ:۔ سکھ آدی کو بھوگنے کے لیئے تو یہ کرم کرتے ہیں (آگے کو) کرم کرنے کے لیئے یہ بھوگوں کو بھوگتے ہیں۔ ایسے ہی یہ جیو ندی میں پڑے ہوئے اُن کیڑوں کی طرح ہیں جو ایک چکر سے نکل کر جھٹ دُوسرے چکّر میں جا پھنستے ہیں۔ ایسے

ہی یہ جیو بھی ایک جنم سے اور دوسرے جنموں کو پاتے رہتے ہیں ۔ انہیں کبھی بھی وشرام یا سُکھ نہیں مل سکتا ۔

اس پھنسی ہوئی حالت میں جب کہ یہ کئی پرکار کا پنیہ پاپ رُوپ کرموں کا کرتا اور اُن کے سُکھ دُکھ پھل کا بھوگتا ہوتا ہے تو اس حالت میں اپنے نراد پادھک چتنیہ سروپ پرمیشور اودیا اوپادھی آروپ کر نیسے ہی جیو کہلانے لگتا ہے ۔ مگر یہ سب کچھ اُن ہوتا ہی ست سا ہو کر پرتیت ہو رہا ہے یہی اگیان کی مہما ہے ۔ جسکی مثال سوپن ہے ۔ کہ وہاں بھی آرام سے نرم نرم بستر پر محلات میں سویا ہوا چکرورتی مہاراجہ انی کنگال ہو کر اپنے سمبندھیوں سے بچھڑ کر اور دُور گھنے جنگلوں میں درندوں اور ڈاکوؤں کے بھئے سے دُکھی اور مہاں دُکھی سا ہو رہا ہے ۔ اور ایک ایک کوڑی اور اَن کے گراس کے لئے ترستا سا ہے ۔ ٹھیک کہا ہے جل میں مین پیاسی ری سادھو جل میں مین پیاسی ——— مگر یہ سب اگیان رُوپ نِدرا کے باعث ہی ہو رہا ہے اور اس کا علاج بھی اور کوئی نہیں ۔ فقط جاگنا ہی اس کا ایک ماتر اُپائے ہے ۔ اور پھر وہ اپنی جگہ پر آرام سے اپنے آپ کو موجود دیکھتا ہے ۔ اور وہ نِدرا ہے کیا ؟ اور کیسے ٹوٹے ۔ اس کو اب ذرا تفصیل سے کھولا جاتا ہے ۔ یہ تو اوپر کہا ہی جا چکا ہے کہ اودیا یا مایا انِروچنیہ شکتی برہم کی ہے ۔ جو اُسی کو ڈھکتی ہوئی اس کے آشریہ موجود رہتی ہے ۔ اور اس کے اندر آورن اور وکشیپ ۲ دو شکتیاں ہیں ۔ آورن تو جاگرت سوپن اور سُشپتی تینوں میں بنا رہتا ہے ۔ مگر وکشیپ صرف جاگرت اور سوپن میں ہی رہا کرتا ہے ۔ اُسی وکشیپ کے رفعہ ہو جانے پر ہی سُشپتی میں آنند سروپ آتما کا آبھاس اودیا برتی میں پڑتا ہے ۔ جسکی مثال دُنیا کے کسی سُکھ میں نہیں ملتی ۔ جو کہ ہر ایک پر تجربہ سے ظاہر ہے ۔

جیو وکشیپ شکتی سے کیا کیا کشٹ اُٹھاتا ہے ۔ اس کا نمونہ پہلے لکھا گیا ہے ۔ نرک آدک دُکھوں اور سورگ میں بھی پرسپر ایرکھا دویش اور کمی بیشی رہنے سے مانسک کشٹ بنا ہی پڑا ہے ۔ اور جگت کے اندر ادھیاتمک کے علاوہ دوسرے پرانیوں سے بھی انیت کشٹ ملا ہی کرتا ہے ۔ جس کا نمونہ موجودہ بھیانک جنگ سب کے سامنے موجود ہے ۔ اور سانپ شیر آدک کا بھئے بھی مہاں ہے ۔ اسکو ادھی بھوتک دُکھ کہا جاتا ہے ۔ بجلی گرنے ۔ ژالہ باری ۔ قحط ۔ بھونچال ۔ طوفان کمی زیادہ بارش وغیرہ کا اثر تو کروڑوں جیووں پر یکدم ہو جاتا ہے ۔ اور ان ناگہانی آفاقی دُکھوں کو ادھی دیوک بولا گیا ہے ۔ یہ سب دُکھ کسی کے بس کی بات نہیں ۔ کہ ٹال سکے ۔ ہاں بے موت اور لافانی حقیقت کی رسائی ہو سکے ۔ اور وہ بھی نیریت سے مبرّا تو ہی اُس کا چھٹکارا ہے ۔ ورنہ مشکل ہی مشکل ہے ۔ اور اِن دُکھوں کا ایک ایک کر کے علاج چارہ سے باہر ہے ۔ اِن سب کا علاج خارجی تو کوئی نہیں ہے ۔ کیونکہ بیماری اندرُونی ہے ۔ اور یہاں معاملہ برعکس ہو رہا ہے ۔ کہ پیٹ درد کے لئے پاؤں کا علاج ہو رہا ہے ۔ یعنی دُنیاوی ذرائع یعنی بھوگوں کی پراپتی ۔ عمدہ خوراک ۔ پوشاک ۔ بیوی ۔ بچے ۔ نوکر چاکر ۔ دھن ۔ مال ریڈیو سینما وغیرہ سے اُسکو دور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے ۔ مگر نہ تو ان سے آج تک یہ دُکھ کچھ کم ہوئے اور نہ کبھی ہوں گے بلکہ کھارے جل کی طرح پیاس بڑھاتے ہی چلے جائیں گے ۔ اس کا تو کیول اُپائے گیان ہی ہو سکتا ہے ۔ جیسا کہ اندھیرا کا واحد علاج پرکاش ہی ہے ۔

اب اس اندھکار مئے جگت میں پرکاش کہاں سے پیدا ہو اور کیسے ؟ یہ سوال ذرا پیچیدہ ہے ۔ خوب غور سے جب ذرا سوچا جاوے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اگنی بانسوں کی باہمی رگڑ سے پیدا ہو کر بانسوں کو ہی جلا ڈالتی ہے ۔ اور آپ بھی شانت ہو جاتی ہے ۔ یا سوپن کا شیر سوپنادی کو جگا کر خود بھی نشٹ ہو جاتا ہے ۔ ایسے ہی یہاں بھی گورو کے اُپدیش سے ویراگیہ اور گیان ہو کر ایک برہم تتو کی ہستی کو قائم کر دکھاتا ہوا آپ بھی شانت گری کے شانت ہو جاتا ہے ۔ اور ایک برہم آتم دیو ہی

رہ جاتا ہے۔

وہ اپدیش مختصراً یُوں کہا جا سکتا ہے کہ کُل دو ہی پدارتھ ہیں۔ ایک درشیہ اُور دوسرے درشٹا۔ درشٹا سب کو جاننے اور دیکھنے والے کو کہتے ہیں۔ اور درشیہ دکھائی دینے والی وستو یا جانی گئی چیز کو کہتے ہیں۔ یہ تمام جگت مع اپنے شریر من۔ بدھی اندریہ پران آدک درشیہ ہی ہے۔ کیونکہ جاننے میں آ رہا ہے اور آتما ہی شدھ سچدانند سروپ درشٹا ساکشی ہے۔ یہ سب درشیہ

است جڑ دُکھ رُوپ اُور پریچھن رُوپ ہے۔

اس است جڑ دُکھ درشیہ اناتم وستو کا تجھ آتما سروپ سے واستو کوئی سمبندھ نہیں بلکہ تُو اسنگ شدھ سروپ ہے۔ اور نرِوکار ہے۔ یہ دیہہ آدک تتھا جگت آدک کی پرتیتی جو ست رُوپ سے ہو رہی ہے یہ اودیا کی وجہ سے ہے۔ واستو میں تو شدھ سچدانند سروپ ہی ہے۔

اور جیسے ایک اودیا کے سبب تجھے اپنے سے بھن یہ جگت دکھائی دے رہا ہے ایسے ہی تُو نے اپنے سروپ سے علیحدہ کوئی ایشور بھی کلپنا کر رکھا ہے۔ نہیں تو جیو جگت ایشور ایک شُدھ برہم سروپ ہی ہیں جو کہ ساکشی رُوپ سے اس پران انتشکرن اور اندریہ رُوپ سوکشم دیہہ میں پرویش کیا ہُوا ہے یعنی اس سنگھات کے پرکاشنے کے باعث اس کا نام ساکشی کہا جاتا ہے۔ ورنہ برہم اُور ساکشی میں بھید ہے ہی نہیں۔ اس وحدت وجودی کی تائید میں کہ جگت جیو اور برہم ایک ہی ہیں انیک پرمان دیئے جا سکتے ہیں جن میں سے بہت تھوڑے واکیہ پرمان رُوپ سے نیچے دیئے جاتے ہیں۔

१. ईशावास्य मिद ँसर्वं   ईश० उ० १-१

ارتھ:- یہ تمام جگت ایشور بھاؤنا سے ڈھکنے (فورت) کرنے یوگیہ ہے۔

२. सर्वं खल्विदं ब्रह्म   छा० उ० ३-१४-१

ارتھ:- نشچے کر کے (یقینی طور پر) یہ تمام برہم ہی ہے۔

३. सर्वं ह्यतद ब्रह्म मां उ २-२

ارتھ:- یہ تمام جگت برہم رُوپ ہی ہے۔

४. अयमात्मा ब्रह्म   मां० उ० १-२

ارتھ:- یہ آتما ہی برہم ہے۔

५. पूर्णमदः पूर्णमिदं पूर्णात् पूर्णमुदच्यते
पूर्णस्य पूर्णमादाय पूर्णमेवावशिष्यते ॥ (यजु० शान्ति पाठ)

ارتھ:- اگیات (پردکش) یا اودیا کرت کارن یا مایا رُوپ بھی پُورن برہم ہی ہے گیات اپروکھش یعنی کاریہ جگت بھی برہم رُوپ ہی ہے۔ کیونکہ پُورن سے پُورن ہی ظاہر ہو سکتا ہے اور پُورن کی پُورنتا کو انگیکار کرنے سے پُورن ہی شیش رہ جاتا ہے۔

६. अहमात्मा गुडाकेश सर्व भूताशयस्थितः ॥ भ० गी० १०-२०

ارتھ:- ہے ارجن سرب پرانیوں کے ہردے میں میں ہی ساکشی رُوپ سے براجمان ہُوں۔

७. क्षेत्रज्ञं चापि मां विद्धि सर्व क्षेत्रेषु भारत ॥ भ० गी० १३-२

ارتھ :۔ ہے راجن۔ مجھے ہی سرب کشیتروں (دیہوں) کے اندر ان کا سوامی کشیتر گیہ جان۔

८. महान्तं विभुमात्मानं मत्वा धीरो न शोचति क० उ० १-२-२१

ارتھ :۔ مہان وبھو رُوپ کو یہ گیانی پُرش آتما ساکشی رُوپ سے شرون منن ندھیاسن کر کے شوکوں کو پراپت نہیں ہوتا۔

तत्त्वमसि छा० ६-८-७

ارتھ :۔ تم (شدھ چیتن ساکشی ہی برہم سرُوپ) ذہو۔

१०. आत्मैवेदं सर्वं छा० ७-२५-२

ارتھ :۔ یہ تمام آتما ہی ہے۔

ان تمام پرمانوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیو ایشور جگت ان کا واستو سرُوپ برہم ہی ہے۔ مگر اُپادھی کے باعث ان کا فرضی بھید معلوم ہو رہا ہے۔

اور اس تمام مضمون کا لب لباب یہ ہے کہ فرضی اُپادھی کو متھیا نشچے کر کے ادھشٹان سروپ برہم کا آتما رُوپ سے ورِدھ اپروکش بودھ ہو جانے پر اُپادھی کے باعث پیدا ہونیوالے تمام دُکھ بھی گیان سَم کال (گیان اُتپتی کے ساتھ ہی) ناش ہو کر تمام شوکوں کی نورِتی وت نورتی اور پرمانند سروپ کی پراپتی وت پراپتی ہو سکتی ہے۔ اور یہی مکتی ہے۔ ایسا شدھ اپنا برہم سرُوپ جان لینے پر کچھ کرنا دھرنا باقی نہیں رہتا۔ یعنی کرتارتھ ہو کر یہاں ہی جیون مُکت ہو کر دیہہ چھوٹنے کے پیچھے کیولیہ مُکتی کو پراپت ہوتا ہے۔ فقط۔

'اوم شم'

خود شناسی

از شری سوامی ملک ہیراج جی

اُٹھا جو پردہ دوئی کا دل سے ہوئی سلامت مدام یارو
محیط دیکھا سبھوں میں خود کو مٹی حقارت سلام یارو

امن وہ پایا کہ جس کے آگے ہزار فردوس خاک چُومیں
قیام اپنے میں ہو کے قائم مٹی خموشی کلام یارو!

مدام راحت مدام عشرت مدام عظمت مدام حشمت
سُرور دائم غرور دائم عروج دیکھو دوام یارو

یہ خود شناسی خدا شناسی خدا شناسی یہ خود شناسی
سمجھ سر مو نہ فرق اس میں نہ چھیڑو دیگر کلام یارو

جوش بیخودی!

از منشی سورج نارائن صاحب مہر

پی کر شراب وحدت مستانہ ہو رہا ہوں
اے میکشو میں خود ہی میخانہ ہو رہا ہوں۔

فہم و ذکا دوئی ہے عقل و خرد خودی ہے
میں جوش بیخودی سے دیوانہ ہو رہا ہوں

ہے نام اسی کا ہستی دل میں ہو جوش مستی
آ تو بھی مست ہو میں پیمانہ ہو رہا ہوں

ہے میرے دل کی ساحت ارض و سما کی وسعت
اے لامکاں میں تیرا کاشانہ ہو رہا ہوں

اے بیدخواں برہمن اے شیخ پاکدامن
میں کعبہ ہو رہا ہوں بتخانہ ہو رہا ہوں

آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر تم ڈھونڈتے ہو کس کو
میں زیب ہر مکان و ہر خانہ ہو رہا ہوں

جز نور اب نہیں ہے میری نظر میں کچھ بھی
میں شمع معرفت کا پروانہ ہو رہا ہوں

صیاد آپ میں ہوں اور صید آپ میں ہوں
خود دام ہو رہا ہوں خود دانہ ہو رہا ہوں

میں طالبان حق میں رہتا ہوں سب کے آگے
اور واصلان حق میں فرزانہ ہو رہا ہوں

الفاظ مجھ سے نکلے مجھ سے کلام نکلا
میں آن کر زباں پر افسانہ ہو رہا ہوں

عاشق ہوں مہر میں خود معشوق بھی ہوں میں خود
خود زلف عنبریں ہوں خود شانہ ہو رہا ہوں











خدا کس جگہ ہے۔ خدا کس جگہ ہے ـــــ وہ ہے اُس جگہ یا اس جگہ ہے
کبھی سوئے مسجد کبھی سوئے مندر ـــــ کبھی اِن کے باہر کبھی اِن کے اندر
ملا واعظوں سے ملا عابدوں سے ـــــ ملا عاملوں سے ملا زاہدوں سے
جو دیکھا تو ہر اک کا دعویٰ جدا ہے ـــــ ہر اک زعم میں اپنے اہلِ ہدیٰ ہے
شریعت تعصّب کی رُوحِ رواں تھی ـــــ طریقت جو دیکھی دکاں ہی دکاں تھی
کہیں معرفت نے نہیں رُخ دکھایا ـــــ حقیقت کا کوسوں پتہ تک نہ پایا
مذاہب کے جھگڑوں سے دِق ہو گیا میں ـــــ بکھیڑے وہ دیکھے کہ حیران تھا میں
غرض ملتوں کے یہی رنگ دیکھے ـــــ جہاں بحث اُٹھی جنگ کے ڈھنگ دیکھے
خدا کس جگہ ہے۔ خدا کس جگہ ہے ـــــ وہ ہے اُس جگہ یا اس جگہ ہے

یہ سوال اور اسی طرح کی تلاش ہر جگہ جاری ہے۔ اور رسالہ اودم کے اس نمبر کے شائع ہونے کا بھی یہی سبب ہے۔ آؤ ہم تلاش شروع کریں۔

جس چیز کی ہمیں تلاش ہے۔ ضروری ہے کہ ہمیں اُس کی پہچان ہو۔ ورنہ مطلوبہ چیز ہم نہیں پائیں گے۔ جیسا کہ اگر ہم برہمی بوٹی کی تلاش میں جنگل میں پھر رہے ہوں تو جب تک ہمیں اس کی پہچان نہ ہو خواہ وہ جا بجا ہماری آنکھوں کے سامنے ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اُسے نہیں اکھیڑیں گے۔ کیونکہ ہمیں پہچان نہیں کہ "یہ" برہمی بوٹی ہی ہے۔ ایسے ہی الیشور کی تلاش شروع کرنے سے پہلے اُس کی پہچان کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اسے ہم کبھی نہ پائیں گے۔

اگر ہمیں اس کی پہچان ہوتی تو وہ چونکہ ہر جا حاضر ناظر ہے۔ ہم بلا امداد غیری اسے پہچان لیتے۔ جو چیز ہر جگہ ہر وقت موجود ہو اس کی تلاش کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ تلاش اس چیز کی ہوتی ہے جو کہیں پائی جاتی ہو۔ اور کہیں پائی جاتی ہو۔ چونکہ ہم خود سوچنے سے گھبراتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے اس لیئے ہم دوسروں کا آسرا ڈھونڈتے ہیں۔ میرے خیال میں اس معاملہ میں دوسرے کا آسرا لینا ہمیں صرف اس چیز سے واقفیت دلاتا ہے جس کی واقفیت وہ شخص دیتا ہے جس کا آسرا

لیا جاتا ہے۔ اور وہ اس شخص کا خیال ہوتا ہے نہ کہ حقیقت۔

اگر فرض کر لیں کہ دوسرا شخص ہمیں حق کی پہچان دے سکتا ہے۔ تو بزرگوں کے کلام میں ہم یہ پاتے ہیں کہ اس حقیقت کا رُوپ رنگ اور ریکھ جیسکھ کرڈ کہہ نہ سکت کہیہ" ترجمہ:- کوئی کہہ نہیں سکتا کہ اس حقیقت کا رُوپ رنگ کیا ہے۔ اس کی شکل صورت کیسی ہے۔

ذرا غور فرمائیے کہ کیا حقیقت اس پہچان سے پہچانی جا سکے گی۔ اور یہ پہچان کوئی پہچان بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ پہچان کے لئے ضروری ہے کہ اس چیز کا کوئی رُوپ رنگ ہو۔ اس کی اپنی ذات میں جُزو دا جزوی کی تمیز ہو۔ یا دوسری چیزوں سے غیر ہو۔ مگر حقیقت فرق جنسی اور غیر جنسی سے پاک ہے۔ حقیقت کے متعلق کوئی بھی بیان اُس سے روشناس نہیں کرا سکتا لامحدود حقیقت کا محدود الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اور ہر بیان ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا باعث ہوگا۔ ہاں اگر حقیقت کو جان لیا جائے تو پھر پہچان کی ضرورت ہی نہیں رہیگی۔ اور ہر بیان اُسی کا بیان ہوگا۔ خواہ وہ محدود کو ہی کیوں نہ ظاہر کرے۔

اگر یہ صحیح ہو کہ اس کی پہچان کوئی نہیں تو پھر حقیقت کو کس طرح پایا جائے۔ اس معمہ کو حل کرنے کے واسطے یہ مضمون نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔

میں مروجہ آستک پن سے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں نادانستہ کسی نادیدہ غیر از خود ہستی پہ ایمان لانا ہوتا ہے۔ جو بوجہ غیر حاضر ہونے کے قیاسی اور فرضی ہوتی ہے۔ اصلی نہیں ہوتی۔ پھر میں ناستک پن سے بھی خوف کھاتا ہوں۔ کیونکہ اس میں ایشور کے نہ ہونے کا یقینی اقبال کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ سارے سنسار میں ایک شکتی کام کرتے ہوئے دکھلائی دے رہی ہے۔ جسے اگر کوئی ایشور کے نام سے موسوم کر دے تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ گو اس شکتی میں بُرائی بھلائی کی کوئی تمیز پائی نہیں جاتی۔ وہ شکتی مرنے۔ جینے۔ سونے۔ جاگنے کی وحدت زندگی ہے۔ نہ مرنا بُرائی ہے نہ سونا۔ نہ جینا بھلائی ہے نہ جاگنا۔ نہ جینا زندگی سے غیر ہے نہ مرنا۔ نہ سونا زندگی سے غیر ہے نہ جاگنا۔ تاہم وہ زندگی سب میں سب کچھ ہے اور ایسی شکتی سے انکار ناممکن ہے۔ اگر اس شکتی کو کوئی شخص ایشور کے نام سے موسوم نہ کرے۔ بلکہ "زندگی" یا کسی اور نام سے موسوم کرے تب بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

میں دیکھتا ہوں کہ لوگ ایشور کو ڈھونڈھ کر اپنے ساتھ اس طرح وابستہ کرنا اور اپنانا چاہتے ہیں۔ جس طرح کہ کسی کار آمد۔ کارساز اور کارکن کو محض خوشامد کے بدلے اپنے کام سنوارنے والا نوکر بنا لیا جائے۔ اور ساتھ ہی ان متلاشیوں کے مُنہ سے یہ آواز بھی سُنی جاتی ہے کہ وہ حاضر ناظر ہر جا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ حاضر ناظر ہمہ جا کس طرح غیر حاضر ہو گیا جس کی تلاش میں ہم مارے مارے پھرتے ہیں۔

میں سب سے پہلے ناظرین سے استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہ چھوٹا سا مضمون ایک بار پڑھ کر علیحدہ نہ رکھدیں بلکہ چند چند روز کا وقفہ دے دے کر اسے پڑھیں۔ اور اس کے خاص حصوں پر خاص توجہ دیں۔ اور اسے اتنی بار پڑھیں کہ آپ میں دو حالتوں میں سے ایک حالت پیدا ہو جائے۔ یا تو مضمون پھاڑنے کو دل چاہے۔ یا آپ کے اندر اس قدر سوال پیدا ہو جائیں کہ آپ کے اندر سچی تلاش جاگ اُٹھے۔ اور اس مضمون پر مزید لٹریچر پڑھنے کے لئے دل بیتاب ہو جائے اگر پہلی حالت پیدا ہو جائے تو آپ کا اور میرا دونوں کا کام ختم سمجھیئے۔ دوسری حالت پیدا ہونے کی صورت میں

آئینۂ حقیقت اور رسالہ ادم جون جولائی ستمبر ۱۹۴۱ء میں اسی طرح کے مضمونوں کا مطالعہ فرمایئے۔ مگر یاد رکھئے۔ ان مضامین کا محض پڑھنا ہی کچھ فائدہ نہ دے سکے گا۔ بلکہ آپ کا مضطرب اور بیتاب متلاشی دل ہی فائدہ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور وہ کچھ پا سکے گا۔ جسکی کہ اسے تلاش ہے۔ میں وہی بیتابی اور اضطراب آپ کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہوں اس سے زیادہ میرا کوئی کام نہیں کیونکہ پانا آپ کا کام ہے۔ میرا نہیں۔ جب تک آپ کی نگاہ صرف مضمون کی عبارت پر رہے گی۔ آپ اس سے مستفید نہ ہو سکیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی کتاب سے نظر اٹھا کر اس کے مفہوم کو ذہن میں دیکھئے۔ تب آپ حقیقت کے پانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ جو عبارت اسوقت پیچیدہ اور مبہم سی معلوم ہوتی ہے۔ مفہوم پر نگاہ جمنے سے وہی عبارت سادہ اور صاف بلکہ پر معنی اور پر لطف بن جائیگی۔ کتاب میں لکھے ہوئے لفظ "پہاڑ" پر غور کیجئے۔ کتاب میں یہ لفظ پڑھنے سے ہمیں یہی سمجھ آتی ہے۔ کہ پہاڑ "پتھر" کا ایک ٹیلا ہے مگر جب ہم نظر اٹھا کر اصلی پہاڑ کی سیر دیکھتے ہیں تو اس کے مختلف نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پہاڑ کے معنوں سے حقیقی طور پر آشنا ہوتے ہیں۔ کتاب میں لفظ پہاڑ کے پڑھنے اور اصل پہاڑ کے دیکھنے میں جو فرق ہے وہی فرق مضمون میں لکھی ہوئی عبارت کے پڑھنے اور اس عبارت کے مفہوم کے نظارہ لینے میں ہے۔ ایسے ہی میرے لفظوں کے ذریعے مفہوم کو سمجھتے ہوئے حقیقت کو جاننے کی کوشش کیجئے پھر لفظوں کا پردہ پھٹنے پر حقیقت کے موہن سروپ میں جو حظ آئے گا وہ بیان سے باہر ہوگا۔ پھر آپ خود بھی کہوگے کہ

کیوں جھگڑتے ہو تم اے شیخ و برہمن سمجھو - ہے حرم بھی میرا دیر بھی ہے میرا مکاں
ہر نام تیرا نام ہے کیا ورد کروں! - ہر مشکل میں تیری شکل ہے کیا دیکھوں

میں پھر عرض کئے دیتا ہوں کہ یہ فلسفیانہ مضمون نہیں بلکہ یہ وہی کچھ ہے جو عملی دنیا میں ہو رہا ہے مگر ہم بوجہ غفلت ادھر متوجہ نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے یہ خاص طرز بیان آپ کے فائدہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ طریق آپ میں غفلت پیدا نہ ہونے دے گا بلکہ جگائے گا۔ اور جگائے رکھے گا اور جو پریم مجھے اپنے آپ سے ہے وہ مجھے اس طریق پر یہ مضمون لکھنے اور ناظرین تک پہنچانے کے لئے مجبور کر رہا ہے۔

ہمارے پاس کسی چیز کے جاننے کے لئے تین ذرائع ہیں۔

(۱) حواس بیرونی۔ (۲) حواس اندرونی۔ (۳) عقل۔ حواس ظاہری ہمیں جاگرت جگت دکھلانے کا کام دیتے ہیں۔ حواس باطنی ہمیں سپن جگت دکھلاتے ہیں۔ اور عقل خیالی اور اعتباری امور سے ہمیں روشناس کراتی ہے۔ عقل جن بنیادوں پر کام کرتی ہوئی اپنا عالیشان محل تعمیر کرتی ہے وہ حواس ظاہری و باطنی کے ہی کام ہیں۔ گو عقل نفی اثبات وغیرہ مختلف طریقوں سے کام لیتی ہے تاہم ان (حواس ظاہری و باطنی) کے علاوہ جاننے کے اور کوئی ذرائع نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کی بنیاد حواس ظاہری و باطنی کے اعمال پر ہی رہتی ہے۔ گویا کہ اس کے کام کی تہ میں فرض۔ اعتبار یا مان لینا ہی کارفرما رہتا ہے۔ دیکھئے ان تین وسیلوں سے ہم زندہ الیشور کو پا نہیں سکتے۔ ان سے جو کچھ ہم جان سکتے ہیں وہ مردہ ہوتا ہے۔ گو کہ اس مردہ کے ساتھ مردہ کے جاننے والا زندہ بھی موجود پایا جاتا ہے۔ تاہم اس زندہ کو جاننا ان حواس ظاہری و باطنی یا عقل کا کام نظر نہیں آتا۔ جو چیز ہم ان وسیلوں سے نہ جان سکیں اس کے پیچھے بھاگنا غیر قدرتی ہے۔ اس میں کامیابی ممکن نہیں بلکہ سامنے ناکامی ہی ناکامی کھڑی نظر آئے گی۔ حواس ظاہری و باطنی محدود پر کام کرتے ہیں گو

محدود لامحدود حقیقت کا ہی مفروض ہوتا ہے۔ تاہم وہ مکمل حقیقت نہیں ہوتا۔ عقل کی بنیاد میں بھی فرض ہی کام کرتا ہے اس لیئے ان تینوں وسیلوں سے حق جانا نہیں جا سکتا۔ اسواسطے جو کچھ ہم نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جو دکھ اور تکلیف ہمارے حواس اور عقل کے ذریعہ ہم میں داخل ہو رہی ہے اور جس کے سوائے ہم جو کچھ مانتے ہیں وہ فرضی ہوتا ہے اسے دور کیا جائے یا اگر کسی طرح اسے دور کرنا ناممکن ہو تو اس کی ناممکنیت اور ماہیت کو سمجھ کر ٹلتا کو قطعی طور پر محض مان ہی نہ لیا جائے بلکہ جان لیا جائے۔ اور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ خواہ مخواہ کی لگن (خیال موہوم) قدرت کے خلاف کیوں ہے۔ اس کا سبب معلوم کیا جائے۔ اور پھر آرام میں رہتے ہوئے قیاس کا راستہ چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ ناقابل حل کو اس کی اصلی صورت میں جان لینا ہی گیان ہے۔ اور یہی آرام ہے۔ جیسا کہ مرغی کے انڈے سے بطخ کا بچہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے اس معاملہ میں ہم آرام میں رہتے ہیں۔

ہم میں ایک عمل جاری ہے جو ابتدا میں کسی بات کو فرض کر کے اسے اصلی مان لیتا ہے۔ اور پھر اسے سچ مچ اصلی سمجھ کر اس پر خیالی قلعے کھڑے کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ہم ان ہوئے جانور کو ہما کا فرضی نام دیتے ہوئے اس فرضی کو اصلی مان کر کہانی گھڑتے ہیں کہ ہما ایک ایسا جانور ہے کہ جس شخص کے سر پر بیٹھ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ ؎

جو گدا کو نہ رتبہ شاہ بخشے وہ ہما ہی نہیں۔ وہ ہما ہی نہیں

اور آپ سب جانتے ہیں کہ نہ ہما کوئی جانور ہے اور نہ ایسا ہوتا ہے۔ اس طرح لوگوں نے ایک لفظ ایشور پہلے فرض کر لیا ہے (اس فقرے پر خوب غور کیجئے۔) اور اسے اصلی مان کر اس میں بعض صفات تعین کر دی ہیں۔ اور اصل کو نہ جانتے ہوئے محض لفظ کو پکڑے ہوئے فرض کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ مگر آپ ذہن نشیں کیجئے کہ فرض کبھی اصل نہیں ہو سکتا۔ سایہ یا خیال کے پیچھے بھاگنے سے وہ کبھی پکڑا نہ جائے گا۔ لہذا اے دوست!

مثال صورت تصویر حیرانی نہیں اچھی - دل پر عشق تیرا محر ہے طوفان پیدا کر
خدائی میں خدا کی جلوہ فرمائی نظر آئے - اسی کا نام حق بینی ہے اے نادان پیدا کر

ہاں اس چیز کی اگر اپنے ہی دل میں پڑتال کیجائے جس کا کہ سایہ اس میں پڑ رہا ہے۔ یا رد عمل ہو رہا ہے۔ یعنی اپنی ہستی کی پڑتال کریں جس میں کہ سایہ کی طرح ایشور کا خیال اٹھ رہا ہے تب آپ حقیقت کو جاننے کے قابل ہو سکیں گے۔ خود شناسی کے بعد ہی آپ اس قابل ہوں گے کہ ایشور کی ہستی کے متعلق کچھ کہہ سکیں۔ کہ وہ ہے یا نہیں۔ اس سے پہلے انسان کچھ بھی کہنے کے ناقابل ہے۔ اور ایشور کا بیان محض بے مطلب کہانی سے بڑھ کر کچھ نہ ہو گا۔ کیونکہ اصلیت یہ ہے۔

؎ خودی دل سے اٹھا دے مدعی اور خود خدا ہے تو - ترا مانع ترا ہی پردہ پندار ہوتا ہے۔

شاعر کی اس "تو" سے مراد تیری محدود ہستی نہیں بلکہ تیری ہی لامحدود ذات ہے۔ دیکھئے ہم زندہ ہیں۔ زندگی ہم میں حرکت کر رہی ہے۔ اس سے ہمارا جسم پیدا ہو رہا ہے۔ ہمارے خیالات اس سے اٹھ رہے ہیں۔ اس کا کوئی نام مقرر کیئے بغیر "ذات" پہ" غور کیجئے۔ یہی جس کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ لامحدود ہے۔ اور یہی غور ایشور کے پانے کی ابتدا ہو گی ہم اس دنیا میں اینٹ پتھر۔ درخت وغیرہ دیکھتے ہیں۔ یہ مردہ ہیں۔ ہم انسان اور حیوان کے جسم بھی دیکھتے ہیں۔ گو یہ بھی مردہ ہیں تاہم اس مردہ میں ہم زندگی کے کام بھی دیکھتے ہیں۔ پھر سمجھ نہیں آتی کہ کیوں زندگی کے کاموں کو یہاں دیکھتے ہوئے بھی آپ اسے نہیں دیکھتے۔ جو اصل ہے اور ان سب کا باعث ہے اور جس کا جاننا ہی ایشور کا جاننا ہے

زندگی یا ایشور جو ہر جا حاضر ناظر ہے سب سے اوّل اور سب سے نزدیکی طور پر ہم اسے اپنے دِل میں جو جاننے بوجھنے کا مقام بھی ہے پائیں گے۔ دوسری کوئی جگہ اس کے آسان پہچان کی نہیں ہے۔ یہاں ہی وہ زندہ صورت میں ملے گا۔ دوسری ہر جگہ وہ مُردہ صورت میں ملے گا۔ گوکہ وہ مُردہ بھی اسی زندگی کی ہی ایک بدلی ہوئی صورت ہے۔ دِل میں ہی اس کا اور اس کے عملوں کا ملاحظہ کیجئے۔ جیسا کہا بھی گیا ہے۔

تو نے دنیائے دِلی دیکھی نہیں ۔ سیر اس گلزار کی دیکھی نہیں
یاں کی کیفیت کبھی دیکھی نہیں ۔ اے کہ تو نے روشنی دیکھی نہیں

ہے تماشا گاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

کیا عبادت سے تجھے مِل جائے گا ۔ کیا ریاضت سے ترے ہاتھ آئیگا
دھیان اپنا کر کہ تو پھل پائے گا ۔ دھیان اپنا۔ ورنہ تو پچھتائیگا

ہے تماشا گاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

دیکھ اپنا چہرہ جو پُر نور ہے ! ۔ دیکھ شان اپنی جو لامحصور ہے
کب خدا تجھ سے جدا اور دور ہے ۔ آپ تو اے شخص شمعِ طور ہے

ہے تماشا گاہِ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

مَیں آپ کے اندر سوالوں کا ایک تانتا باندھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کا دِل سوال و جواب کی ادھیڑ بن میں لگ کر حقیقت سے سچ مچ روشناس ہو جائے۔ مَیں خود کوئی مثبت جواب پیش کر کے آپ کی سوچ کو بند نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ مطمئن دِل سونے کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اور مضطرب دِل جاگتا رہتا اور پاتا ہے۔ مَیں پھر سوال کرتا ہوں ؎

تجھے آہ کس کی تلاش ہے شب و روز کس کی ہے جستجو !
تجھے کس کے ملنے کی چاہ ہے تجھے کس کے وصل کی ہے آرزو

اس طرح کی تلاش غلط ہے۔ کیونکہ ؎

وہاں احدیت ہے نہ فردیت ۔ نہ انانیت کی ذرا بھی بُو !
وہاں نام ہے نہ صفات ہیں ۔ نہ وہاں ہوں مَیں نہ وہاں ہے تو

وجہ یہ ہے۔ کہ

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

بھلا آپ اپنے ہردے میں سوال اُٹھائیے کہ آپ ایشور کو کیوں ڈھونڈھ رہے ہیں ؟ یہ وہ سوال نہیں جو آستک اور ناستک کی بحث میں اُٹھتا اور ناستکتا کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کے ایسے معنی مت لیجئے بلکہ اس سوال پر اسوقت تک غور کیجئے جب تک کہ آپ کا غصہ جو اس سوال کے سُننے سے پیدا ہوا ہے۔ فرو نہ ہو جائے۔ اور آپ میرے مافی الضمیر کو بخوبی سمجھ

نہ لیں۔ یہ سوال اُٹھا کہ مَیں حقیقت کی طرف بڑھنے کے لئے آپ کا قدم اُٹھوانا چاہتا ہُوں۔ آپ اس سوال سے خوف نہ کھائیں بلکہ اس سوال کو اپنا مہربان رہنما جانیں۔ یہ سوال اُٹھا کہ آپ اپنے ہردے سے ہی سچا جواب مانگیئے۔ کہ آپ الیشور کو کیوں پانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو دھن دولت کی ضرورت ہے۔ اولاد درکار ہے۔ مکان چاہیئے۔ نوکری ملے۔ صحت مطلوب ہے روزگار نہیں ملتا۔ کسی خطرہ سے پناہ چاہتے ہیں یا اسی قسم کی کوئی اَور ضرورت درپیش ہے۔ جسے آپ الیشور سے پُورا ہُوا چاہتے ہیں۔ اَور اُسے ہر چیز کا قابض سمجھ رہے ہیں۔ اَور اسے داتا فرض کرتے ہُوئے اُسے مِل کر اپنی خواہشیں پُوری کرانا چاہتے ہیں۔

اے میرے دِل تجھے درکار ہے کیا مجھکو بتا۔ کون سی شے ہے وُہ جس سے نہیں تجھکو بہرہ
تو عطیاتِ الٰہی کا ہے خود سرچشمہ　-　تجھ میں سامانِ جہاں کا ہے مہیا یک جاء
کس لئے دوڑتا پھرتا ہے باہر باہر　-　جو تجھے چاہیئے موجود ہے تیرے اندر

آپ اپنے خیال اَور اس سے پیدا ہونے والے عملوں کا مشاہدہ کیجئے تاکہ آپ جان سکیں کہ آپ کس قید و بند میں ہیں جس سے رہائی پانے کے لئے یا کسی کشمکش سے بچنے کے لئے آپ الیشور کو چاہتے ہیں۔ اَور سچ مچ کیا کیا کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک دِل خواہشات کے پُورا کرنے کے لالچ میں ڈوبا ہُوا اَور خواہش کی کھونٹی سے بندھا ہُوا ہے۔ تب تک نہ وہ آزاد ہوگا اور نہ حقیقت کو پا سکے گا۔ متلاشی! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی ایسے دوست یا نوکر کی تلاش میں ہیں جو آپ کی ہر خواہش پُوری کر دیا کرے۔ اَور آپ کو محنت کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔ ان دو (۲) سوالوں میں سے ایک چُن لیجئے۔ کہ آیا آپ الیشور کو چاہتے ہیں؟ یا اپنی حاجت روائی چاہتے ہیں۔ اَور سوچتے وقت اسبات کا بھی دھیان رکھیئے کہ اگر آپ کی ضرورت کسی طرح بغیر الیشور ملے پُوری ہونے کا امکان ہو۔ اَور آئیندہ کے لئے آپ کی ضرورتوں کے پُورا ہونے کا کوئی اَور طریق مِل جائے اَور آپ کے اندر اپنی ناکامی کا ڈر بھی نہ رہ جائے تو دیکھئے کیا پھر بھی آپ سچ مچ الیشور کو ملنے کی خواہش کریں گے۔ ضرورت درپیش ہونے کے بغیر یا ضرورت پُوری نہ ہونے کے ڈر کی موجودگی کے سوائے کوئی بھی الیشور کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ دُکھ یا ضرورت کی عدم موجودگی میں ہم الیشور کو یاد ہی نہیں کرتے . . . . سوچئے۔ کیا دُکھ کا دُور کرنا ہی ہمیں الیشور سے بے نیاز نہ کر دے گا جسطرح شری سرمدؔ تن برہنہ رہنے کے باوجود ہر بات سے بے نیاز تھا۔ جیسا کہ وُہ فرماتے ہیں:۔

ع　تن برہنہ ہستم دارم کلاہِ چار ترک　-　ترک دُنیا۔ ترکِ عقبےٰ۔ ترکِ مولا۔ ترکِ ترک

اگر ایسا نہ ہو تو کیا الیشور کا نام جپنے سے ہمارے دُکھ دُور ہو جائیں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اپنی توجہ دُکھ پر گاڑ دی جائے اَور دیکھا جائے کہ دُکھ کا سبب کیا ہے؟ اس کی پیدائش کس طرح ہُوئی؟ اَور کون دُکھ پیدا کر رہا ہے؟ اَور ہماری حاجتیں کس طرح پُوری ہوتی ہیں؟ اَور کون پُوری کر رہا ہے؟ اس طرح کے غور سے آپ اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے جس کے بعد آپ الیشور کی تلاش ختم کر دیں گے۔ جیسا کہا بھی گیا ہے۔ کہ

وہم خودی کو چھوڑ کے واصل خدا سے ہو

کر ترک خیال ہائے عبد و معبود　-　یہ تیرا توہم ہے سراسر بے سُود
معبود و عبد دونوں ہیں محدود　-　اَور ذات تیری بسیط اَور لامحدود

نہیں کون سے نور کی آرزو ہے ۔ کس آنند کی اسطرح جستجو ہے

وہ نور اور سرور آپ اے شخص تو ہے ۔ منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

ہر شخص کو اپنے ہی سے سوال کرنا چاہیئے کہ اگر ایشور اسے دکھلایا جاوے تو کیا وہ اسے پہچان لے گا۔ یا وہ محض کسی دوسرے کے کہنے پر ایشور کا ہونا مان رہا ہے۔ اسے کچھ تو سوچنا چاہیئے۔ مان لینا تو محض جہالت ہے۔ جان لینا ہی گیان ہے۔ اور یہی بامطلب بات ہے۔ جاننا ہم سب کے دل میں موجود ہے اور ہمہ جا حاضر ناظر ہونے کی وجہ سے وہاں ہی وہ حقیقت بھی موجود ہے جس کی کہ ہم تلاش میں ہیں۔ جب یہ بات سچ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی کہیں باہر تلاش کیجائے۔ بلکہ دیکھا جائے کہ

دل کے آئینے میں ہے لطف اے مہر ۔ کر کے عرفان کی جب جلا دیکھا

اپنا چہرہ نظر نہیں آیا! ۔ بلکہ اس کی جگہ خدا دیکھا

دل خدا کا گھر ہے اس میں دیکھا یار کو ۔ شیخ صاحب آپ کعبے جا کے پتھر دیکھئے

مَیں ایشور کے متعلق خود کچھ بیان نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ ایسے بیان ہر مذہب نے دے رکھے ہیں۔ میں تو آپ کو حقیقت سے دوبدو کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اپنے ہی دل کے مقام پر ٹھہر کر اسے پہچاننا نہیں چاہتے جہاں کہ وہ سچ مچ جانا جا سکتا ہے اور ضرور کسی دوسرے سے ہی جواب چاہتے ہیں۔ تو میں بتلائے دیتا ہوں کہ ہر بیان حقیقت کو محدود صورت میں پیش کرے گا اور چونکہ وہ ہے غیر محدود۔ اس لئے کوئی بھی دوسرا شخص آپ کے لئے بیان کرنے سے قاصر رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں بھی معذور ہوں۔ ہاں جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ حقیقت جسے بعض زندگی یا (LIFE) اور بعض حق۔ علم مطلق یا سچدانند کے نام سے یاد کرتے ہیں اسے جاننے کا کوئی سیدھا راستہ نہیں۔ البتہ وہ اُلٹے یا نفی طریق سے جانی جا سکتی ہے۔ گو عوام ایسے جاننے کو جاننا نہیں مانتے۔ تاہم وہ ہوتا جاننا ہی ہے۔ اس اُلٹے طریق کو سمجھنے کے لئے صحت کی مثال لیجئے۔ صحت کی حالت میں ہم نہ بیماری سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ہی صحت کو جانتے ہیں۔ البتہ جب بیماری ہمیں آن گھیرتی ہے تب ہم بیماری کو جانتے ہوئے صحت جو ہماری حقیقت ہے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ کوشش صحت کو پانے کی نہیں ہوتی بلکہ بیماری کو دُور کرنے کی ہوتی ہے۔ جب بیماری دُور ہوتی ہے تب خود بخود ہمیں صحت ملتی ہے۔ بلکہ بیماری دُور ہونے پر ہم صحت سے بھی بےخبر ہو جاتے ہیں۔ بیماری کا دُور کرنا ہی ہمارا کام ہے۔ صحت تو خود بخود ہم میں موجود ہے۔ اور صحت کی حالت ایسی ہے جس میں ہم صحت کو براہ راست نہ جانتے ہوئے بھی جانتے ہوتے ہیں۔ اس طرح غیر از خود کا بھلادا یا ہمارا اپنا ہی فرض ہمیں حقیقت جاننے نہیں دیتا۔ جونہی ہم غیر از خود کے بھرم یا اپنے اعمال کے جہل یا دُکھ کی ماہیت کو جان لیں گے تو نہی حقیقت اس طرح پائی جائے گی جس طرح بیماری کے دُور ہونے پر صحت خود بخود پائی جاتی ہے۔ سو آپ اس طریق پر غیر از خود یا دُکھ کو جاننے کی کوشش کیجئے۔ حقیقت خود بخود جانی جائیگی دوسرے طور پر سمجھئے۔ فرض کیجئے کہ آپ کے جسم میں کانٹا چبھتا ہے اور درد پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی ہپناٹسٹ اپنے کلام کے ذریعہ درد دُور کر دے تو اسے درد کا دُور ہونا نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اثر اُتر جانے پر وہ درد پھر محسوس ہونے لگ جائے گا دوسرے شخص کا سہارا اسی قسم کا ہے۔ درد دُور ہونے کی ضروری اور لازمی شرط کانٹے کا نکلنا ہے جو صرف آپ کے اپنے

بس کی بات ہے۔ کانٹا نکلنے کے بعد جو آرام ہوگا وہی اصلی آرام کہلائے گا۔ اور یہ آرام تلاش سے نہیں بلکہ کانٹا نکلنے پر خود بخود ملے گا۔ کانٹا نکالئے سبب دُور کیجئے۔ اور آرام پایئے۔ اسی طرح ایشور کے متعلق کسی کا بیان تسلیم کر لینا بمنزلہ ہپنوٹائیز ہونے کے ہے۔ اور سوال کی تہ تک خود پہنچنا بمنزلہ کانٹا نکال لینے کے ہے۔ دلی دُکھ کا کانٹا نکلنے سے حقیقت خود بخود پائی جائے گی یہی امر سہ بارہ عرض کرتا ہوں کہ عام حالت میں پانی پیتے وقت ہم اپنے گلوں کے ہونے سے بیخبر ہوتے ہیں مگر جب گلے پھول جاتے ہیں۔ تو ہم تھوک نگلتے وقت یا پانی پیتے وقت تکلیف محسوس کرتے ہوئے گلوں کے ہونے سے باخبر ہوتے ہیں۔ گویا کہ گلوں کے بیمار ہونے پر ہم گلوں کی بیماری اور ان کی صحت دونوں سے باخبر ہو جاتے ہیں۔ گلوں کی صحت کی حالت میں ہم گلوں کی ہستی سے بے خبر سے رہتے ہیں۔ گو ہم صحت کی حالت میں گلوں کی ہستی سے بے خبر ہوتے ہیں۔ تو بھی گلے ہم میں ہی ہوتے ہیں ہم سے کہیں علیحدہ نہیں ہوتے۔ اور نہ ہم اُن سے حقیقتاً بے خبر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر حقیقتاً بے خبر ہوتے تو گرم یا کھٹی چیز کے کھانے پر نہ اس چیز کی گرمی یا کھٹائی کو محسوس کرتے اور نہ بیمار ہوتے۔ اور یہ محسوس کرنا۔ جاننا اور باخبر ہونا ہے۔ اسی طرح جب ہمیں دُکھ نہیں ہوتا۔ تب تک ہم اپنی ذات سے بیخبر سے رہتے ہیں۔ مگر جیسے ہم صحت کی حالت میں حقیقتاً گلوں سے بیخبر نہیں ہوتے۔ ویسے ہی اپنی ہستی سے باخبر نہ ہوتے ہوئے بھی بے خبر سے ہوتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ دُکھ دُور کیا جائے جس پر ہماری حالت نہ باخبری کی رہے گی اور نہ بے خبری کی رہے گی بلکہ وہ وہ حالت ہوگی جو ہماری حقیقی حالت ہے۔ اور جس کا بیان نہائت مشکل بلکہ ناممکن سا ہے۔ اس حالت میں کسی غیر ایشور کی ضرورت نہ ہوگی۔ حق کی تلاش کا یہی طریق ہے۔ دوسرا کوئی مثبت طریق نہیں۔ اسی لئے میں آپ کے اندر سوال اٹھوانا چاہتا ہوں۔ اور بیتاب کرنا چاہتا ہوں۔ اور آپ کا بیتاب ہونا ہی آپ کے لئے حل مہیا کرے گا۔ میرا یہ جواب اس لئے ہے۔ کیونکہ ؎

لامکاں کا جُھکے کیا خاک پتہ بتلائیں ۔ پوچھ مت ہم سے کہ وہ یار کہاں رہتا ہے
پوچھو گر کائنات کیا ہے ۔ شاہد بس پردہ رونما ہے

حقیقت کے پیچھے بھاگنے سے اور جا بجا دریافت کرنے سے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ کیونکہ وہ زندہ صورت میں صرف دل ہی کے مندر میں بستی ہے۔ دوسرا کوئی مقام اس کی پہچان کا اس سے بہتر نہیں بلکہ اس سے بغیر کوئی دوسرا مقام اس کی پہچان کا نہیں۔ اور وہ حقیقت ہم سے الگ نہیں۔

جو شخص اس طرح سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرنا چاہتا۔ اسے ایشور کے پانے کا خیال ترک کر دینا چاہیئے۔ کیوں کہ دوسرے کسی طریق سے کوشش کرنے پر تھک کے بالآخر اسے مایوس ہونا پڑے گا:

فقط چیتن ہی چیتن ہے

از برہم لین شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج

نہیں کچھ اور ہے اس بن فقط چیتن ہی چیتن ہے.
یہ جو کچھ دیکھتے سنتے فقط چیتن ہی چیتن ہے.
عدم ہے اور نہ ہستی ہے بلندی ہے نہ پستی ہے
نہ ہشیاری نہ مستی ہے فقط چیتن ہی چیتن ہے
گورو ہے نہ کہ چیلا ہے سبھی کھیل اُس نے کھیلا ہے
نہ تیرتھ ہے نہ میلا ہے فقط چیتن ہی چیتن ہے
نہ وحدت ہے نہ کثرت ہے نہ خلوت ہے نہ جلوت ہے
نہ مندر ہے نہ مسجد ہے فقط چیتن ہی چیتن ہے
نہ اوّل ہے نہ آخر ہے نہ باطن ہے نہ ظاہر ہے
نہ غائب ہے نہ حاضر ہے فقط چیتن ہی چیتن ہے

اوم شانتی شانتی شانتی

ایشور کیا ہے!

از مہاتما بھاگ مل جی سائینی

(۱) ارتقائے خیالِ ایشور

مَیں نے اپنی کتاب ...... "پیامِ راحت"* میں اِس امر پہ کافی روشنی ڈالی ہے کہ قانونِ ارتقا (کرم وکاشش) کے مطابق ادنےٰ سے ادنےٰ جاندار (ذرّہ) چھُو منتر کی مانند فوراً کامل انسان نہیں بن جاتا۔ نہایت آہستہ آہستہ ادنےٰ سے اعلےٰ اور اعلےٰ سے اعلےٰ تر طبقات (معدنی۔ نباتاتی ۔حیوانی) میں جذب ہو ہو کر ناچیز ذرّہ کی زندگی (انفرادی زندگی یا رُوح) اپنے منبع یعنی عالمگیر زندگی جسے آپ برہم کہیں یا خُدا یا واہگورُو یا رادھا سوامی یا ایشور، سے بغلگیر ہونے کے لیئے جا رہی ہے۔ اِس اٹل قانون کی رُو سے انسانی وجود "تختہ ظہورات پر سب سے آخری ظہور ہے۔ کیونکہ اس طبقہ زندگی پر خودآگاہی مکمل طور پر پائی جاتی ہے —— انسان ہی قُدرت کے عجیب وغریب اور پُر از حکمت ظہورات کا مکمّل قدر کرنے والا ہے۔ قدرت بھی انسان کے ذریعہ اپنی پیدا کردہ خوبصورتی کو سپھل کرتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک اٹل سچائی ہے۔ کہ تماشائی کے بغیر تماشہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ معدنی۔ نباتاتی اور حیوانی زندگیوں میں خود آگاہی نہیں پائی جاتی۔ بدیں وجہ وہ پُر از حکمت عالمِ ظہورات کی خوبصورتی کو نہیں جان سکتے۔

خودآگاہی محض انسان کی ہی خاص الخاص صفت ہے۔ اِسلیئے وُہ جُملہ ادنےٰ طبقات پر شرف رکھتا ہے۔ آنکھ کے بغیر بھلا سُورج کے کیا معنی؟ آنکھ کے ذریعے ہی سُورج کی آب وتاب اور خوبصورتی معلوم ومحسوس ہوتی ہے۔ انسان کے تعلق میں ہی قدرت کچھ معنی رکھتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک محترم شاعر نے کیسا خوبصورت مضمون موسومہ بہ —— "آتما کا گیت" باندھا ہے۔

پتا انش میں جیون گیت بنی —— ماتا کے گربھ میں سوئی رہی
کھُلی آنکھ بکھر گئی تانوں میں —— ہر تان انوکھی دُنیا ہے۔
یہ آتما جیون شکتی ہے۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے
کئی دھارن اس نے رُوپ کیئے —— آشا کی دُنیا ساتھ لیئے۔
کہیں من کی پیاس بجھا نہ سکی —— چولے پہ چولا بدلا ہے

یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

کہیں پکشی بن کر اُڑنے لگی ——— کہیں کیٹ پتنگ اور سرپ بنی
کئی لوک بسے پرلوک بسے ——— یہ کون کہے یہ کیا کیا ہے
یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

کہیں مور بنی اور ناچ اُٹھی ——— "پی" یاد میں سُدھ بُدھ بسر گئی
جی کھول کے بن میں کوک اُٹھی ——— "تو" سچ ہے اور "میں" مِتھیا ہے
یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

آکاش پہ بادل جھوم اُٹھے ——— کئی درشیہ نظر میں گھوم اٹھے
"یہ" جھوم اٹھی پی تانوں میں ——— دُنیا نے کہا "پپیہا ہے"
یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

کہیں پھولوں میں مُسکانے لگی ——— من بھنوروں کا ترپانے لگی
گر ہی ٹھوکر کھا کر کانٹوں پر ——— "آنکھوں سے جوبن اندھا ہے"
یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

کہیں اپنے آپ کو بھول گئی ——— "لیشو آتما" بن کر دُکھی ہوئی
پرادھین ہوئی دُکھ سہنے لگی ——— کوئی آس نہ کوئی بھروسہ ہے
یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

کہیں اور نہ جب آرام ملا ——— انسان کا چولا پہن لیا
دُکھ سُکھ کا انو بھو ہونے لگا ——— تنگ آ کے کہا جگ جھوٹا ہے
یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

کہیں تن پر راکھ رما بیٹھی ——— دُنیا سے ہٹ کر جا بیٹھی
کئی رسمیں جھکا کر کہنے لگے ——— کوئی پرش نہیں مہا آتما ہے
یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

اسے جیون میں سنتوش کہاں ——— سنسار میں رہ کر ہوش کہاں
کیا آگ لگا کر پانی میں ——— آرام سے کوئی بیٹھا ہے؟
یہ آتما جیون شکتی ہے ۔ سنسار کی اس سے شوبھا ہے

اس موضوع پر ایران کے نامور صوفی مولانا روم نے بھی یوں روشنی ڈالی ہے :-

از جمادی[1] مُردم و نامی[2] شُدم ۔ وز نما مُردم بہ حیواں سر زدم

ترجمہ :- میں پتھر سے مر کر درخت ہوا اور درخت سے مر کر حیواں بنا۔

مُردم از حیوانی و آدم شُدم ۔ پس چہ ترسم کہ ز مُردن کم شُدم

[1] پتھر
[2] نباتات

ترجمہ:- حیوان سے مر کر انسان ہوا۔ پس کیوں ڈروں کہ مرنے سے گھٹ جاؤں گا۔

حملۂ دیگر بمیرم از بشر　　-　　تا بر آرم از ملائک بال و پر

ترجمہ:- پھر مروں گا اسلئے کہ انسان سے فرشتہ بنوں۔

بارِ دیگر از ملک قربان شوم　　-　　آنچہ اندر وہم نایدآں شوم

ترجمہ:- پھر مر کر فرشتہ سے وہ ہوں گا جو وہم کے اندر بھی نہیں آتا۔

انسانی زندگی کی رو معدنی نباتاتی اور حیوانی اجسام سے گذرتی ہوئی بالآخر انسانی جسم میں پہنچتی ہے۔ جب انفرادی زندگی (رُوح انسانی) پہلے پہل معدنی۔ نباتاتی اور حیوانی طبقات سے گذرتی ہوئی انسانی زندگی میں آئی تو اُسے نامکمل خود آگاہی کی وجہ سے اپنی ہستی کے مقابلے میں باہر کی اتنی بڑی دُنیا اور نیچر کی کڑکتی بجلی اور دیگر زبردست طاقتوں کو دیکھ کر...... اپنی بے بسی اور بے کسی کا مکمل یقین ہوگیا۔ اور آگ، دریا، سمندر، سورج وغیرہ کو اپنے سے بڑی طاقتیں جان کر اُن کو پوجنا شروع کر دیا۔ اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے اور گناہوں کو بخشانے کے لئے وہ اُن کے آگے سجدے کرنے لگ پڑی۔ رفتہ رفتہ گروہوں کے مختلف دیوتا بن گئے۔ اور اپنے اپنے دیوتاؤں کو خاص خاص ناموں سے پکارنے لگے۔ ایک گروہ دوسرے گروہوں کے دیوتاؤں پر نکتہ چینی۔ تعصب اور ملامت کرنے لگا۔ اپنے جماعتی دیوتا کی شان کے بیان سے دوسرے جماعتی گروہ کے دیوتا کی توہین سے حملہ کرنے لگا۔ بہت عرصہ اس طرح اپنے اپنے دیوتا کے تعلق میں عقائد یا رسوم پر باہمی قتل و غارت ہوتی رہی۔ اگر پرانے سے پرانے لٹریچر کو دیکھا جائے تو وہ اس قسم کے دیوتاؤں کی کہانیوں اور کتھاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ آہستہ آہستہ لوگ دیوتاؤں کے تعلق میں ہونے والے جھگڑوں اور فسادوں سے تنگ آ گئے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اس اصول کے مطابق بالآخر انہوں نے انیک دیوتاؤں سے پلہ چھڑا کر ایک خدائے واحد کو جنم دیا۔ یعنی بہت سے دیوتاؤں کی پوجا چھوڑ کر ایک شخصی قادرِ مطلق خُدا کی پوجا شروع کر دی۔ انہیں دُنیا کے انتظام ترتیب اور باقاعدگی کو دیکھ کر یہ خیال آیا۔ کہ جہان کو پیدا کرنے والی بہت سی طاقتیں نہیں ہیں محض ایک ہی شکتی ہے جو اس نظامِ عالم کو پیدا کر کے اس کا ترتیب اور باقاعدگی سے انتظام کرتی ہے۔

اس خدائے مطلقہ کی عظمت۔ شان۔ بڑائی اور طاقت کے مقابلے میں اپنی کمزوری۔ بے بسی اور چھوٹائی کو دیکھ کر انسانوں میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑنے کی مشق کا رواج ہوگیا۔ یعنی اپنی دلی مرادوں اور خطروں سے بچنے کے لئے اس ہستیٔ برتر کے آگے سجدے شروع ہو گئے۔ ہر قوم نے خدا کو اپنا ہی سمجھا۔ اور اُسے خاص نام سے پکارنے میں دلی تسلّی پائی۔ اپنے سے غیر قوموں کو اپنا اور اپنے خدا کا جانی دشمن سمجھا۔ اپنے خدا کی حمایت میں آپس میں لڑ کر خون کی ندیاں بہانے لگے۔ اور اس طرح جدا جدا مذاہب کی بنیادیں پڑ گئیں۔ دیکھیں موجودہ وقت میں ہر ایک مذہبی جماعت دوسری مذہبی جماعت سے مخالف ہے۔ ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ مالک کل نے اُن کے لیے مخصوص قانون مرتب کر کے کسی خاص ایلچی کے ذریعے بھیجے ہیں۔ یہ لوگ اس خاص قانون کا نفاذ اپنے لئے ہی جائز قرار نہیں دیتے بلکہ دوسرے لوگوں میں نافذ کرنے کو اپنا پرم دھرم اور فرض اوّلین خیال کرتے ہیں۔ اپنے قانون کو دوسروں پر مکر و فریب اور جعلسازی سے نافذ کرنے میں ہی بس نہیں کیا جاتا۔ بعض اوقات تو کفر کو مٹاتے

کے لئے جبراً تلوار سے بھی کام لینا پڑتا ہے ۔ ایک جماعت دوسری جماعت کے قانون کو غیر صحیح اور نامکمل خیال کرتی ہے اور یہاں لُطف کی بات یہ ہے کہ ہر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ اس کا قانون از بہشت گاہ مالک کل سے نافذ ہوا ہے ۔ مالکِ کُل کے من مانے تصوّرات کے آگے سر جھکانے کو خدمت اعلےٰ خیال کیا جاتا ہے ۔ نیکی بدی ۔ دوست دشمن ۔ جھُوٹ سچ کی بالکل ہی تمیز نہیں رہی ۔ ہر ایک یکساں تصوّر کی جا رہی ہے ۔ ہر طرف اخوت نہ ہونے کے باعث بے امنی کا دَور دورہ ہے ۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کا جانی دشمن بنا ہُوا ہے ۔ حقیقی ذات کا قانون تو ہر فرد و بشر اور چرند پرند پر حاوی ہے ۔ اور جو ہر قسم کی ضروریات کو پُورا کرنے میں مکمل ہے ۔ اور ہر ایک قسم کے نقائص اور ترمیم سے بالاتر ہوتا ہُوا ہر ایک کا معاون و مددگار ہے ۔ جس کو کسی کے ساتھ عداوت منظور نہیں ایسی ذات اور اس کے حاوی کُل قانون کے ساتھ ہم مذہبی دیوانگی کی صورت میں درحقیقت بغاوت کر رہے ہیں ۔ اور آنند رُوپ کائنات کو دوزخ بنا رہے ہیں ۔

دماغی ترقی نے اس کے بعد کئی ایک منازل طے کئے ۔ ترقی اور نشوونما یافتہ خیال اور احساس کی وسیع وادیوں سے گذرتا ہُوا انسان علم کی بلند چوٹی پر پہنچا جہاں اُسے معلوم ہُوا کہ شخصی یا ذاتی خدا یا ایشور سرب دیاپی محیط کُل حاضر ناظر نہیں ہوسکتا ہے ۔ محض ایک ایشور یا ذات ہی کائنات کی شکل و صورت میں اپنا جلوہ دکھا رہی ہے ۔ اُس کے سوا نہ کچھ تھا نہ ہے ۔ اور نہ ہوگا ۔ اور جو کچھ بھی ظہور پذیر ہے وہ نفس الامر ایشور کی وشوموُرتی کے سوا اور کچھ نہیں یعنی اس کے باہر کچھ بھی نہیں ۔ سب کثیف و لطیف ظہور اُس کے اندر ہے ۔ سورج، چاند، تارے، زمین آسمان جو بھی انسانی جسم کے نزدیک و دور معلوم و محسوس ہوتے ہیں ۔ وہ سب کے سب ایشور کے اندر ہیں باہر کچھ نہیں ہے ۔ ہر شے اور ہر واقعہ ایشور کے اندر اس طرح سے ہی دائم موجود ہے ۔ جیسے بیج کے اندر درخت ۔ اس سلسلہ میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

مجھے کیا تلاش ہے بے خبر کہ خدا کہاں ہے کہاں نہیں ۔ وہ ہر اک شے میں ہے جلوہ گر کوئی جا نہیں کہ جہاں نہیں
وہی آنکھ میں تیری نور ہے وُہی دل میں تیرے سرُور ہے ۔ وہی پاس ہے وُہی دُور ہے کہوں کس طرح کہ عیاں نہیں
وہی شکل ہے وہی اسم ہے وہی نوع ہے وہی قسم ہے ۔ وہی جان ہے وہی جسم ہے ۔ یہ ہے راز وہ کہ نہاں نہیں
کبھی کہنا اس کو نہ لامکاں کہ نہ زمین و بر آسماں ! ۔ وہی ہے عیاں وہی ہے نہاں کہاں اس مکیں کا مکاں نہیں
وہی ہے مکاں وہی ہے مکیں وہی ہے زماں وہی ہے زمیں ۔ یہ خلا نہیں یہ ملا نہیں، یہ زمین نہیں یہ زماں نہیں
وہی شمس ہے وہی ہے قمر وہی اختر و میں ہے جلوہ گر ۔ وہی ہے فلک وہی بحر و بر تیری آنکھ ہو تو کہاں نہیں
وہی ہے مکاں میں بسا ہُوا وہی ہے زماں میں رما ہُوا ۔ وہی علتوں میں بھرا ہُوا ہے کون یہ کہ یہاں نہیں
وہ ہر اک نشاں میں ہے نشاں وہ ہر اک مکاں میں ہے مکاں ۔ نہ وہ لامکاں نہ وہ بے نشاں کہاں اُسکا نام و نشاں نہیں

وہی راس وہی چپ وہی پیش و پس وہی جُز وہی کُل ہے
اسے دیکھتا ہُوں میں ہر نفس لے مہر تاب بیاں نہیں ۔

حضرت انسان کی اس علم کی بلند چوٹی پر چڑھنے کی دیر تھی کہ اُسے صاف صاف طور پر اُس ایشور کے ساتھ اپنی ایکتا کا احساس ہونے لگا جس کے سوا دوسری ہستی ہی نہیں اور جس کے اندر اور جس کی طرف ہر شے اور ہر واقعہ ہے اور اپنے آپ کو ایک ادنےٰ مخلوق جاننے کی بجائے ایشور یا خالق کا جُز کہنے لگا ۔ اپنے اندر باہر ایشور کی اتھاہ

حکمت اور عالمگیر ارادے کا ظہور دیکھنے پر اُسکی پُوجا اور پرستش کُل موجودات کے ساتھ موافقت اور ہم آہنگی کے رُوپ میں بدل گئے۔

ایشور کے متعلق الگ الگ خیالات انسانی دِل و دماغ کی ترقی کی الگ الگ صُورتیں ہیں۔ ہر فرد و بشر کا ایشور اُس کے ذاتی تجربہ کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

مختلف قوموں کی پُرانی ہسٹری کو پڑھکر اس بات کے متعلق نفرت پیدا ہونا کہ پُرانی قوموں کے دیوی دیوتا کیسے کیسے خراب اور بُرے کام کیا کرتے تھے۔ گویا غلط فہمی کا شکار ہو کر مُفت میں اور بلا ضرورت اپنے دِل و دماغ کو پریشان کرنے کے مترادف ہے۔ یہ انسانی زندگی کی اوائل عمر کے خیالات تھے۔ اور اس قسم کے تجربات سے گذرنا لازمی اور ضروری تھا۔ اس سلسلہ میں شری سوامی وویکانند نے کیا خوب کہا ہے۔

"مَیں بتا چکا ہوں کہ دیوتاؤں کا خیال کس طرح پیدا ہوا۔ دیوتا شروع میں طاقت ور وجود تھے اور بس۔ یونانی یہودی۔ پارسی وغیرہ چاہے جس قوم کی پُرانی مذہبی کُتب کو پڑھکر اکثر آدمیوں کو نفرت پیدا ہُوا کرتی ہے کہ ان اقوام کے دیوی دیوتا کیسے کیسے خراب کام کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کتابوں کو پڑھتے وقت ہمیں یہ بات کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ ہم انیسویں صدی کے آدمی ہیں۔ یہ دیوی دیوتا ہزاروں برس کے ہیں۔ اور جو لوگ انہیں پُوجتے تھے انہیں ان کی خصائل میں کوئی بات نہ بُری معلوم ہوتی تھی نہ اُن کے کسی کام سے خوف آتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ خود بھی ایسے ہی تھے۔ یاد رکھو کہ یہی بات ہمیں عمر بھر سیکھنی پڑتی ہے۔ اوروں پر ہم اپنے آدرشوں کے مطابق ہی رائے لگایا کرتے ہیں۔ ایسا کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ ہر ایک پر اس کے آدرش کے مطابق رائے زنی کرو۔ نہ کسی اور کے آدرش کے مطابق۔ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں ہم سے اس قسم کی غلطی اکثر سرزد ہوتی ہے۔"

"میری رائے ہے کہ اور آدمیوں سے ہمارے جو لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اُن کی وجہ یہی ہے کہ ہم اوروں کے دیوتاؤں پر اپنے دیوتاؤں۔ اوروں کے آدرشوں پر اپنے آدرشوں اور اوروں کی تحریکات پر اپنے تحریکوں کے معیار سے رائے زنی کرتے رہتے ہیں۔ فرض کرو کہ میں خاص صورتوں میں ایک کام کرتا ہُوں۔ اور کوئی آدمی بھی میری ہی طرح سے عمل کرے تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت پر بھی وہی تحریک حاوی ہے۔ بھُول کر بھی اس بات کا خیال نہیں آتا کہ گو نتیجہ ایک حاصل ہو۔ مگر ہزاروں علتوں سے وہی ایک معلول پیدا ہُوا کرتا ہے جس مُراد سے مَیں کوئی کام کرتا ہُوں۔ ممکن ہے کہ وہی کام اور شخص کسی اور مقصد سے کرے۔ پس پُرانے مذاہب پر رائے لگانے میں معمولی نقطۂ نگاہ کو پیش نظر رکھنا درست نہیں ہے۔ بلکہ پُرانے زمانے ہی کے خیالات دِل میں رکھ کر رائے زنی کرنی چاہیئے۔"

"عقیدۂ قدیم کے بے رحم خدا کے خیال سے بہتوں کے دِل کانپ اُٹھتے ہیں۔ مگر کیوں؟ تمہیں کیا مجاز حاصل ہے کہ قدیم یہودیوں کے خدا کو آجکل کے خدا کے رسمی خیال کے ساتھ مطابقت دو۔ ساتھ ہی یہ بھی نہ بھُولو کہ ہمارے بعد جو لوگ آئیں گے۔ وہ ہمارے خیالات مذہب و خدا پر اِسی طرح ہنسا کریں گے جیسے ہم آج خیالات قدما پر ہنستے ہیں۔ بایں ہمہ خدا کے اُن خیالات مختلفہ میں رشتۂ اتفاق و اتحاد بھی پایا جاتا ہے۔ ویدانت کا کام ہے کہ اس رشتے کو کھول کر دکھائے۔ شری کرشن بھگوان گیتا میں کہتے ہیں کہ ان خیالات میں سے ہر ایک ایک موتی کا دانہ اور مَیں وہ رشتہ ہوں کہ سب میں پرو دیا ہُوا

ہوں ۔ بس آج کل کے خیالات کے مقابلے میں یہ خیالات کیسے ہی لغو ۔ بدنما ۔ ہولناک ۔ اور قابلِ نفرت کیوں نہ معلوم ہوں ۔ ویدانت کا فرض ہے کہ جو رشتہ انہیں متحد کر رہا ہے وہ ثابت و قائم کر دے ۔ جب یہ قدامت کے زیور مرصع میں جڑے ہوئے تھے تو خوشنما معلوم ہوتے تھے ۔ اور آجکل کے خیالات سے زیادہ بدنما نظر نہیں آتے تھے ۔ ان جواہرات کو اس زیور سے علیحدہ کر لو اور آجکل کے معیار سے دیکھنا شروع کرو ۔ تو بیشک بدنمائی صاف عیاں ہوتی ہے "۔

(۲) درحقیقت ایشور کیا ہیں ؟

بقول ایک مہاتما ——— "مکمل سچائی" کا نام ایشور ہے ۔ جُوں جُوں انسان ادنےٰ سے اعلےٰ اور اعلےٰ سے اعلےٰ تر طبقات سے گذرتا جاتا ہے ۔ وہ ایشور کے متعلق خاموشی اختیار کرتا جاتا ہے ۔ اور اُس کا علم حیرت میں بدلتا جاتا ہے ۔

ایشور کی ہستی کے متعلق کسی کو جھگڑا نہیں مگر اُس کے تصورات کے سلسلہ میں لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک دوسرے کو مُفت میں اور بلا ضرورت ایذا پہنچاتے ہیں ۔ اگر کسی مذہبی دیوانے کو اپنے بھائی کے بے درد قتل کے عوض پھانسی کی سزا ملتی ہے ۔ تو اُس پر مختلف اقسام کے بلند مذہبی نعروں کے پھُول چڑھائے جاتے ہیں ۔ اِس لیئے کہنے والوں نے سچ کہا ہے :-

"ہمارے مذہبی عقیدے ابدی اور عالمگیر سچائیاں نہیں بلکہ ہمارے تاریک ذہنوں کی متعدی اور مہلک بیماریاں ہیں "

دُنیا میں دو ہی پدارتھ موجود ہیں ۔ ایک عالم اور دوسرا معلوم ۔ جو کچھ جانا جاتا ہے وہ معلوم ہے اور جو اس کو جاننے والا ہے وہ عالم ہے ۔ دُنیا کے گذشتہ اور موجودہ اربابِ حقیقت کے نزدیک یہ سورج کی مانند روشن سچائی ہے ۔ کہ یہ کائنات اِن دونوں (عالم اور معلوم) کے ملاپ سے بنتی ہے ۔ یعنی ہر چیز کے تجربہ میں عالم اور معلوم دونوں ہی پائے جاتے ہیں ۔ اگر عالم کا وجود نہ ہو تو معلوم (ورشیہ یا جگت) کے کیا معنیٰ ؟ اور اگر معلوم نہ ہو تو عالم کی ہستی کا مطلب کیا ہوگا ؟

ذرا اور آگے چلنے سے معلوم ہوگا کہ شہادت کی نسبت شاہد کی ہستی معتبر ہُوا کرتی ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ شاہد ہی تو شہادت کی سچائی کا آخری مکمل ثبوت ہو سکتا ہے ۔ ہم کائنات کو بذریعہ حواس یا ذہن (من) جانتے ہیں ۔ درحقیقت اُس کے جاننے والا دائم عالم ہی ہُوا کرتا ہے ۔ عالم (جاننے اور حس کرنے والا) کے بغیر کائنات کی کوئی شے یا حالت جانی نہیں جا سکتی ۔ کانوں کی ہستی کے بغیر بھلا آواز کا ثبوت ہی کیا ؟

بقول ایک مہاپرش ——— دیکھنا ۔ سُننا ۔ چکھنا ۔ چھُونا اور سُونگھنا وہ حالتیں ہیں جو کسی طاقت کے اثر سے ہمارے حواس (گیان اندریاں) سے اس طرح ظاہر ہوتی ہیں جس طرح کہ راگ ہارمونیم باجے کے اندر سے کسی بجانے والی طاقت یا ہستی سے پیدا ہوتا ہے ۔ باجے سے نکلنے یا پیدا ہونے والے جُملہ راگ باجے سے باہر ہستی نہیں رکھ سکتے ۔ ہمیشہ کسی طاقت کے اثر ڈالنے سے ہمارے علم میں جو شکلیں ۔ آوازیں ۔ بُوئیں ۔ ذائقے اور مس ہمارے علم میں ظاہر ہوتے ہیں ۔ وہ اندریوں (حواس) سے کوئی الگ تھلگ ہستی نہیں رکھ سکتے ۔ بدیں وجہ یہ سوچنا کہ کبھی کوئی صُورت تو تھی مگر دیکھنے والی آنکھ نہ تھی ۔ یہ کائنات تو موجود تھی مگر کوئی جاننے والی ہستی نہ تھی ۔ بالکل بے معنی ہے ۔ بالفاظ دیگر جگت کی ہر شے یا حالت کی موجودگی عالم (جاننے اور سمجھنے والی ہستی) کی حقیقت کو قطعی طور پر ثابت کر رہی ہے ۔

جب یہ امر بخوبی سمجھ لیا کہ حضرت انسان کا اپنا ذاتی سروپ عالم ہے اور اس کو معلوم و محسوس ہونے والا جگت اشکلیں

آوازیں، بوئیں، ذائقے اور لمس) معلوم ہے۔ تو اب مزید غور کرنے کی بات یہ ہے کہ چونکہ اس کا علم محدود ہے۔ لا محدود نہیں سطحی ہے۔ عمیق نہیں یعنی وہ ہمہ داں عالم نہیں ہے۔ بجلی، روشنی، مقناطیس وغیرہ کے اندرونی قوانین ابھی تک سائنس ایک حد تک معلوم کرنے میں کامیاب ہو سکی ہے۔ انسانی بناوٹ کے بیرونی اور اندرونی افعال کے متعلق صحیح صحیح راز ابھی بتلانے میں قاصر ہے۔ وہ کبھی بھی برہمانڈ کے بھید کو نہیں جان سکے گی۔

جس طاقت یا ہستی کے ہاتھ میں کل کائنات کا راز موجود ہے اس کا میٹھا نام ایشور، یا پرماتما یا بھگوان (پرم درشٹا) ہے جو عالم (روح انسانی) اور معلوم (درشیہ یا جگت) کے دونوں پہلوؤں پر پورن ہے اور ان کی بنیادی ہستی ہے۔ جس میں یہ دونوں (عالم و معلوم) ایسے متحدہ ہیں، کہ ایک دوسرے سے بالکل جدا نہیں ہو سکتے۔ اس بنیادی حقیقت کے سہارے اور پرکاش میں عالم کا جاننا اور معلوم کا جانا جانا ممکن ہوتا ہے۔ وہ ہر عالم (روح انسانی) کے اندر مکمل یا کلیتاً طور پر موجود ہے۔ جملہ کائنات کے اندرونی راز اس ہستی مطلق کے ہاتھ ہونے کی وجہ سے اپنشدوں کی بولی میں اسے انتریامی کہا جاتا ہے۔

اب یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ عالم یا انسان کی روح کا گیان کیوں سطحی ہے؟ اس کا صاف صاف جواب یہ ہے کہ ایک ہی گیان سروپ ایشور موجود ہے اور اس میں کائنات کی نمود بالکل نقشۂ خواب کی مانند ہے۔ خواب بیں کی مانند حقیقی جیو یا ایشور یا چشم بینا (پرم درشٹا) ایک ہی ہے۔ باقی انفرادی روحیں یا جیو سب خواب کے جیوؤں کی مانند جیو ابھاس (نمودی یا خیالی) ہیں۔ بالفاظ دیگر جیسے خواب میں کائنات خواب میں بے شمار جیوؤں کی رچنا کرتا ہے جو جسم کے لحاظ سے الگ الگ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی عالم جاگرت یا بیداری میں چشم بینا یا حقیقی درشٹا محض ایک ہی ہے۔ اور وہی حقیقی جیو یا ایشور ہے۔ باقی سب خواب کے جیوؤں کی مانند جیو ابھاس (نمودی یا خیالی) ہیں۔ اور زیادہ صفائی سے یوں سمجھیں کہ جیو یا انسانی روح نورِ مطلق وکل یا ایشور کا عکس ہے۔ یا آفتاب معنوی کی گویا ایک کرن ہے۔ ؎

زہے خورشیدِ جاں افزا کہ چوں تابش شود پیدا
ہزاروں نفسِ انسانی بروئیند از گلِ تیرہ
(شمس تبریزی)

اور بھی زیادہ صفائی سے یوں سمجھیں کہ ایشور تو ایک بحرِ ذخار ہے۔ اور اس کے اندر لا انتہا جیو یا انفرادی روحیں قطروں کی مانند موجود ہیں۔ یا ایشور تو ایک سورج ہے۔ اور بے شمار جیو اسکی کرنیں ہیں۔

زیادہ کیا کہیں۔ انسانی روح یا جیو ایشور کا عکس ہے۔ یہ نہ بالکل ایشور نہ ایشور سے علیحدہ شے۔ جس انسانی دل و دماغ میں یہ منعکس ہوتا ہے اس کی ہی حقیقی بناوٹ کے سمجھنے میں عاجز ہے۔ دنیا کے تمام لوگ جو اب تک پیدا ہو چکے ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گے محض ظہورات یا جگت کا جزوی اور سطحی علم ہی رکھ سکیں گے۔ اور جب تک انسان بطور انسان کے زندہ ہے ایسا ہی رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیو بہ نسبت مرتبہ ایشور تنزل میں ہے اس لئے اس کا گیان یا علم سطحی ہے اور دائم ایسا ہی رہے گا۔

(۳) — ایشور کا روپ اور سروپ

جس طرح دنیا کی ہر ایک شے یا حالت کے علم میں عالم (درشٹا) کا گیان موجود ہوتا ہے۔ بعینہٖ ہر عالم کے علم میں ایشور (پرم درشٹا) کا علم دائم موجود رہتا ہے۔ کائنات میں جتنی بھی شکلیں یا صورتیں ہیں وہ سب کے سب اس ایشور یا پرم

درشٹا کی جھلکیں ہیں۔ اُس نے اپنے پرکاش (طاقت یا چت کلا یا شان یا مایا) کے ذریعے سارے رُوپوں کو دھارن کیا ہُوا ہے۔ اُس کے سوا تو کچھ اور موجود ہی نہیں۔ وہی ساری دُنیا کی پناہ گاہ ہے اور وہی جیو کے رُوپ میں ہر ایک وجُود کی شکل میں دراصل موجود ہے۔ اِس جگت کا اس کے سوا اور کوئی بھی کارن (باعث) نہیں۔ کائنات کے انیک رُوپوں میں وہی درشن دے رہے ہیں۔

ایشور سارے جگت کو اپنے آپ سے پیدا کرتے اپنے آپ میں قائم رکھتے اور پھر اپنے آپ میں سمیٹتے ہُوئے بھی خواب بین کی مانند خود جگت کی جملہ تبدیلیوں سے پرے ہیں۔

(۴) :- ایشور عین محبّت ہیں

بچے کے پیدا ہوتے ہی اِدھر ماتا کی چھاتیوں سے بچے کی ضروریات اور قوت ہاضمہ کے مناسب دوُدھ کا اُتر آنا۔ اِدھر پیدا ہوتے ہی بچے کا دوُدھ کے لئے بیکل ہونا ایسا حکمت، پریم اور محبت سے لبریز زندہ تعلق حکمت کاملہ اور محبت مطلقہ کا ہی نتیجہ ہے۔ بلبل اور پھول دونوں اپنی بناوٹ کو نہیں جانتے۔ مگر ان کے درمیان ایسی گہری مناسبت اور محبت پائی جاتی ہے۔ کہ کچھ نہ پُوچھئے۔ ان کے ایسے زندہ اور پُر معنی تعلق کو کونسی ہستی قائم کرتی ہے؟ کیا یہ لاانتہا محبت سے لبریز تعلق محض ایک اتفاقی امر ہے؟ نہیں! نہیں!! ان کا حکمت اور محبت سے بھرا تعلق قائم کرنے والی ہستی کا نام... ایشور ہے۔

چاند، سوُرج، زمین، پانی، ہوا، بادل قطرہ سب کے سب ہماری بہبوُدی اور بہتری کے لئے اس طرح مصروف ہیں جیسے ماں کے جملہ اعضاء اپنے بچے کے نشو و نما میں۔ قدرت کی ساری کی ساری طاقتیں ہماری ضروریات کو بخوبی جانتی پہچانتی ہُوئیں انہیں پُورا کرنے کے لئے دن رات مصروف ہیں۔ ہم جانیں یا نہ جانیں۔ ہماری زندگی کا ہر واقعہ جو چشمۂ محبت (ایشور) کی جانب سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ مفید اور راحت بخش ہے۔ کیونکہ کُل ظہورات کا چشمہ عین محبت اور پریم ہے اُس نے جملہ وجُودوں میں ایسا لاانتہا حکمت اور محبت سے لبریز تعلق قائم کیا ہُوا ہے جس سے سارا جہان ایک جان ایک زندگی اور ایک روح معلوم دیتا ہے۔ اس عالمگیر تعلق اور انتظام سے متاثر ہو کر جگت کے ذرّے ذرّے کے درمیاں حکمت اور محبت سے بھرا ہُوا زندہ تعلق کو قائم کرنے والی ہستی کے متعلق ایک نازک خیال شاعر نے کیا خوب روشنی ڈالی ہے۔ ؎

نظر پڑا ایک پھول ننھا اُسے خوشی سے الگ، اُٹھا کے ۔ یہ پُوچھا میں نے کہ ناز گلشن! تجھے خدا پر بھی کچھ یقیں ہے

وُہ بولا ناز و ادا کا پتلا غروش سے اور سُرخ ہو کر ! ۔ خدا یہیں ہے، خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے

یہ ماتا میرا خمیر نیچر ہے پر کشش جس سے تُم نے کھینچ کر ۔ مجھے بنایا عزیز اپنا ثبوت اللہ و شاہ دیں ہے

یقین میرا اٹل سمجھنا خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے

صبا یہ گُل کا کلام سُن کر خوشی سے دوڑی مجھے پکڑنے ۔ یہ لُطف شانہ پہ ہاتھ رکھ کر لگی یہ پھر مجھ سے بات کرنے

یہ ماتا وہی ہے جسم میرا بنا ہے از مفردات نیچر ۔ مگر وہ رشتہ کہ جس کے دم سے ترے نفس میں مری کشش ہے

سجھا رہا ہے بتا رہا ہے دکھا رہا ہے بحس و حرکت ۔ وُہ کہتا ہے برملا سبھی سے اسی پہ دِل سے یقین کرنے

خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے

صبا و گُل نے صلاح دی پھر کہ گر مناسب یہ آپ جانیں ۔ زبانِ بلبل سے چل کے سن لیں ہزار فطرت کی داستانیں
نوائے بلبل کا دل سے شیدا کلام سحر کا مست سامع ۔ گیا ہیں گوشہ میں اُس چمن کے اُڑا رہی تھی جہاں وہ تانیں
عجیب دلکش تھا وہ ترانہ کہ ساز میں شور تھا ہویدا ۔ سُنا رہی تھی بسوز و رقت کہ لوگ مانیں بھی یا نہ مانیں!
یقین یہ میرا اٹل ہے لیکن خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے

یہ سوز جو ساز میں ہے میرے مرے جو نغموں میں دلکشی ہے ۔ نشان ہے یہ ہمارا آپس میں کوئی رشتہ بڑا قوی ہے
نہیں تعلق کا نا رنیچر کہ اُس کی رُو سے تو دشمنی ہے! ۔ مری نوا کا عوض قفس ہے میرا یہ تن ہے سو خوردنی ہے
مگر یہ معرفت ہے جہاں میں کہ راگ سُننے سے میرا فوراً ۔ دلوں میں اُلفت کی آگ کو تو بجھی ہوئی پھر نئی ہوئی ہے
یقین آیا اُس سے اٹل ہے میرا خدا یہیں ہے خدا یہیں ہے

(۵) ایشور لامحدود ہیں۔

ایشور لامحدود ہے اُس کے مقابلے میں کچھ نہیں بلکہ کائنات کی ہر شے اُس کے اندر ہے۔ وہ ہر شے کی ہستی کی ہستی ہے۔ ہر ہوش کی ہوش ہے۔ ہر شے اور ہر واقعہ اُس کے اندر رنگ میں روشنی، زیور میں سونے، کپڑے میں سوت اور موج میں آب کی مانند دائم موجود ہے۔ اگر اس کے سوا ایک اور ہستی خیال میں آ سکے تو وہ ایشور ہی نہ ہوگا۔ اندر یا ہر ذہنی اور مادی ظہورات میں اُسی کا ہی جلوہ ہے۔

ایشور آپ ہی آپ ہے۔ اپنا ظہور اپنے آپ کو دکھلا رہا ہے۔ اپنے ابدی راگ کو چاروں طرف پھیلا کر آپ ہی سُن رہا ہے۔ اُپنشد کے رشی کے قول کے مطابق جس طرح مکڑی کو اپنا جالا بنانے کے لئے کسی قسم کے بیرونی مصالحہ کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ ویسے ہی ایشور اپنے اندر سے اپنی چیتنی شکتی (قوتِ خیال) سے اپنی موج سے جگت کو رچ لیتے ہیں یعنی جگت کے نمت کارن اور اپادان کارن وہ آپ ہی ہیں۔

(۶) انسان کا ایشور سے تعلق

انسان جسم کے پہلو میں ایشور کی لاانتہا وسعت میں ایک نہایت چھوٹا سا نقطہ ہوتا ہوا اُس سے کوئی الگ شکل ہستی نہیں رکھتا۔ اس کا جسم اور دل محیطِ کل ایشور کا ہی جسم اور دل ہے اور اُس کے دل میں ایشور کی مکمل شکتی۔ اِس طرح پوشیدہ ہے جس طرح ایک بیج میں مکمل درخت پیدا کرنے کی قابلیت اور اہلیت۔

انسان ایشور کو پہچاننے کے قابل ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے پسِ پشت ہے اور اس کی اخلاقی اور روحانی ترقی کی کوئی حد نہیں اور اسی لگاتار ترقی میں اُس کی بہبودی اور بہتری ہے۔ انسان میں ایشور کی مانند غیر فانی حقیقت ہے۔ اور اُس کا بڑے سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ ایشور کو جاننے اور پہچاننے کے قابل ہوا ہے بھلا فانی اور تغیر پذیر امرت کے معنی و مطالب کیا سمجھے گا۔؟

(۷) انسان کا آخری نشانہ

ہر ایک انسان کا آخری نشانہ پرم شانتی یا پرم آنند ہے۔ ہر ایک انسان کا دل گواہ ہے کہ دُنیا کی کل نعمتیں موجود اور حاصل ہونے پر بھی وہ اپنے دل کی تہ میں اشانتی محسوس کرتا ہے۔ عیش و عشرت کے بہ افراط سامانوں کے درمیان رہکر بھی پوری دِلی تسلی اور خوشی حاصل نہ کر سکنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ وہ ابھی اُس شئے کو نہیں حاصل کر سکا جس کی خواہش اُس کے دِل میں چھپی ہوئی ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اشانتی ہی اُس پرم شانتی کے حصُول کے لئے بے چین کرتی ہے جس کا دوسرا نام ایشور ہے جو حقیقی خوشی کی ابدی سُتھ ہے۔ جس انسان نے اشانتی کا دُکھ محسوس نہیں۔ وہ کبھی شانتی کے چشمہ (ایشور) کو نہیں پا سکے گا۔ حضرت مہر نے سچ کہا ہے۔ ؎

دُکھ ہے وہ چیز کہ نظروں میں مری راحت ہے ۔ دُکھ کو ہرگز نہ کہو رنج ہے اور کلفت ہے
آنکھ کو کہتے ہیں سب نعمت عظمے ہے یہ ۔ دُکھ کو سچ پُوچھو تو اس سے بھی بڑی نعمت ہے
آمرے پاس تو اے دُکھ کہ بلائیں لے لُوں ۔ کیسی پیاری میری آنکھوں میں تری صورت ہے
جو کہے تجھ کو بُرا آپ ہے وہ شخص بُرا! ۔ تو تو اللہ کی واللہ بڑی رحمت ہے
قربت حق کا مجھے تو نے ہی بخشا اعزاز ۔ اسی باعث سے میرے دِل میں تیری عزت ہے
دُکھ میں اے مہر کیا کرتا ہُوں میں یاد خُدا ۔ اور پڑھتا ہُوں یہ شعر اس سے بڑی رغبت ہے

عیش پیارا ہے تجھے اور مجھے سکھ پیارا
سکھ سے بھی بڑھکر زیادہ مجھے دُکھ پیارا

سچے آنند کا امرت چکھنے کے لئے اشانتی کا ہونا قدرتی بات ہے مگر جسمانی اور بیرُونی خواہشات کے پیچھے لگ کر دائم اشانت رہنا اور شانتی کے مندر (ایشور) کی تلاش نہ کرنا ایک غیر معقول اور غیر قدرتی امر ہے۔

(۷) شانتی کیونکر مل سکتی ہے

سائیکالوجی کا یہ ایک ناقابلِ شکست اور ناقابلِ تردید اصُول ہے ——— "جیسا انسان سوچتا ہے ویسا بن جاتا ہے۔" اس روحانی اصُول کے مطابق اگر شانتی مطلوب ہے تو ادنے اور جذباتی خواہشات کو چھوڑ کر شانت وستو (ایشور) کا چنتن کیا جائے۔ یعنی تبدیلی پذیر اور عارضی چیزوں کا خیال چھوڑ کر ایشور کو ہی اپنے جملہ بھاؤں اور وچاروں کا لکشیہ (نشانہ) بنائے رکھیں بعرصہ دراز کی مشق ہماری ہستی کو عین مُرد رنبا دے گی۔ بالفاظ دیگر انسان جس قدر ایشور کے ساتھ اپنی زندگی کے ہر ایک پہلُو کی ہُر ملاتا ہے اُسی قدر اُس کی زندگی رُوحانی نورُ و سرُور سے بہرہ ور ہوتی ہے۔

ایشور سے سُر ملانے کا تعلق دل اور ارادے کے ساتھ ہے۔ جب تک دِل اور ارادہ ایشور کے ساتھ نہیں ملتا لمبی لمبی یوگ سمادھیاں لگاتے پر بھی انسان پرم آنند کو پانے کا ادھکاری نہیں ہو سکتا یہ نہ ہو کہ دن رات بھگوت کا نام تو جپتے رہیں مگر روزانہ زندگی خود پرستی اور خود غرضی کے اصُولوں پر مبنی ہو جب تک ہمارا دِل اور ارادہ پُورن ریتی سے ایشور کے ساتھ نہیں ملتا ہمارا پوجا پاٹھ محض بیرُونی ملمع کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھے گا۔

ایشور پراپتی کا وسیلہ

جب تک پاکیزہ اور روشن عقل ایشور کی طرف بڑھنے کے لئے بطور وسیلہ استعمال نہ کی جائے گی ہم ایشور کو نہ پاسکیں گے جو سدا انسچل اور شانت رُوپ سے ہمارے دل کے مندر میں براجمان ہیں۔ اگر پاکیزہ اور روشن عقل کو بطور وسیلہ استعمال نہ کیا جائے گا تو پھر بعض خودغرض لوگوں کی غلامی اختیار کرنی پڑے گی اور ہمارا حال سدھے ہوئے حیوانوں سے بدتر نہ ہوگا جب کوئی انسان پاکیزہ اور روشن بدھی نہ رکھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو خودغرض انسانوں کے حوالے کردیتا ہے۔ تو اُن کا اُلو سیدھا ہو جاتا ہے۔ جو روحانیت کے نام پر حلوے مانڈے کھاتے اور دولت و عزت کو حاصل کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ کوئی نیا مذہب یا کوئی مذہبی فرقہ جاری کرنا اس قدر فائدہ مند اور منفعت بخش ہے جس قدر کہ کوئی بنک یا انشورنس کمپنی جاری کرنا کرسچین سائنس سوسائیٹی کی جنم داتا مسز میری بلیگڈ ایڈی نے وفات پائی تو اُس کے پاس ۔۔۔۔۔
۹۳۷۵۰۰۰ روپیہ کی جائداد تھی۔

بُدھی کو روشن اور اُجل کرنے کا طریقہ

بُدھی کی پوترتا ایشور کے حصُول کی پہلی اور ضروری شرط ہے۔ محض پوتر من میں ہی ایشور اپنا پرکاش کرتے ہیں۔ اسی لئے تو یورپ کے کروڑوں آدمیوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے مہاپرش نے کہا ہے۔ کہ

BLESSED ARE THE PURE IN HEART

FOR THEY SHALL EE GOD. (Christ)

ترجمہ: (پاکیزہ دل لوگ مُبارک ہیں کیونکہ وہ ایشور کا دیدار کریں گے۔) 'عیسےٰ'

جیسے آئینہ کا زنگ دُور ہونے کی دیر ہوتی ہے کہ اُس میں آفتاب اپنے آپ ہی روشنی دینے لگتا ہے۔ ایسے ہی بُدھی کے پوتر ہوتے ہی ایشور اسمیں اپنا پرکاش کرتے ہیں۔

بُدھی یا من کی پوترتا نہ مسجدوں۔ مندروں۔ ٹھاکر دواروں اور دھرم سالوں میں محض روزانہ یا ہفتہ واری یا ماہواری حاضری لگوانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ ہی خاص خاص مذہبی عقیدوں اور مسئلوں میں ایمان لانے یا دھرم کے مختلف آڈمبر رچنے سے۔ جب تک ہم ان مذہبی اور رسمی ڈھکوسلوں میں پھنسے رہیں گے حقیقی پوترتا کا حصُول ناممکنات سے ہے۔ بُدھی کی پوترتا اپنے خیالات کا امتحان کرتے رہنے، بُرے کاموں کو محض بُرے ہونیکی وجہ سے کراہت کرنے۔ بیجا غرور کو چھوڑنے۔ اپنی اندرُونی صفائی کیطرف متوجّہ رہنے اور عدم الیفائی کرنے اور اپنے حواسوں پر پُورا پُورا قابُو رکھنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے جوُں جوُں انسان ان روحانی عملیات پر سختی سے پابند ہوتا جاتا ہے وہ ادنےٰ سے اعلےٰ اور اعلےٰ تر درجات کی پاکیزگی کو حاصل کرتا جاتا ہے۔ جس طرح آفتاب کا طلوع و غروب ایک اٹل امر ہے اسی طرح یہ عین یقینی بات ہے کہ جس پاکیزگی کے نہایت لطیف ہوجانے پر انسان اپنا لمپ آپ ہوجاتا ہے۔ اور اُسے کسی درمیانی شفیع کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یعنی وہ اپنا ایشور اور گورو آپ ہی ہوجاتا ہے۔ اور اس کو مطلوبہ رہنمائی ملتی رہتی ہے۔ اور اُسے کسی قسم کی سند انسانی یا کتابی کے تلاش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں رہتی۔ اگر کسی بیرونی امداد (گورو یا واقعہ یا کتاب

کی ضرورت ہے تو محض بُدھی کو روشن اور اُجل کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لیئے ہے۔ جب بُدھی پُورن طور پر روشن اور اُجل ہو جاتی ہے تو پھر جیسا کہ اُوپر کہا گیا ہے انسان اپنا گُورو آپ ہو جاتا ہے۔

نرمل بُدھی ہی انسان کا حقیقی راہ نما ہے۔ اِس کے بغیر انسان تاریکی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور دُوسروں کی آواز پر چلا کرتا ہے۔ یعنی حس پاکیزگی کی بیداری کے بغیر انسان کو دھرم کے بے شمار مسائل کی تشریح اور رسوم کی توجیہ کے لیئے علماء اور پنڈتوں کی ضرورت لاحق ہُوا کرتی ہے اور اُسے مذہبی سند ماننے کے سوا اور کوئی چارہ دِکھائی نہیں دیتا۔ دھرم کی پیچیدگیوں اور مذہبی دعوؤں کی وسیع غور و خوض کرنے کے لیئے ایک زندگی بمشکل کفایت کرتی ہے۔ اس لیئے فضول باتوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی بجائے انسان کو اپنا سارا وقت روحانی عملیات کے ذریعہ حس پاکیزگی کو پیدا کرنے میں صرف کرنا چاہیئے۔

جب تک بُدھی پاکیزہ اور روشن نہیں ہوتی تمہیں اور کبھی بھی حقیقی راحت نصیب نہیں ہو سکتی۔ جب تمہاری بُدھی روشن ہو جائیگی تو اُس میں صاف آئینہ میں عکس پڑنے کی مانند ایشور کی نورانی جھلک پڑے گی اور ساتھ ہی قلب کی گرہ کٹ جائے گی اور تم غیر فانی بن جاؤ گے۔ اور پھر نظارۂ دُنیا بدل جائے گا۔

نرمل اور روشن بُدھی اِس رازِ اقدس کو سمجھنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ کہ ایشور کوئی زبردست ہستی ہے اور وہ ہم سے کوئی علیحدہ ہستی نہیں۔ بالفاظ دیگر سب کچھ ہی اپنا آپ ہے۔ اور ہم کسی اجنبی دُنیا میں نہیں رہتے بلکہ اپنے ہی بڑے جسم (دُنیا) میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُسی میں زندہ رہتے ہیں۔ اور آخر کو اُسی میں واپس لوٹ جاتے ہیں جو کچھ بھی معلوم ہوتا ہے اپنا آپ ہے۔ غیر نہ تھا نہ ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ ؎

خدا کو ڈھونڈنے جاتے اگر ہم سے جُدا ہوتا
جُدا ہوتا اگر ہم سے نہ وہ ہرگز خُدا ہوتا
اگر ہو غیر کوئی۔ اُس سے ملنا اور بچھڑنا ہو!
جو اپنی ذات ہے۔ مکاں کب اُسکا ہُوا ہوتا
محیط جزو کل ہے ہر جگہ ہے حاضر و ناظر
اگر افسانہ ہوتا۔ پھر تو نظروں سے چھپا ہوتا
نظر منظور اور نظاروں میں نمایاں ہے
کہاں چل کر اُسے ڈھونڈیں۔ کوئی کہدے وُہ کیا ہوتا

بقول ایک مہاپُرش نرمل بُدھی کے ذریعہ مرکزی نظر (رُوحانی نظر) کے حاصل ہو جانیپر ہر طرف وحدت ہی وحدت دکھائی دیتی ہے۔ اور ہم رُوحانی نُور و سرور حاصل کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ہر شے ہمیں اپنے اعضا کی مانند پیاری لگتی ہے اور کسی کی بُرائی خودکشی کے مترادف معلوم دیتی ہے۔ ہم اپنے سامنے امرت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے۔ ہر طرف عالمگیر محبت بہتی دِکھائی پڑتی ہے۔ اور یہی ہے مطلوب۔ کیونکہ ـــــ

جہاں ہے وحدت وہاں سعادت وہاں ہے شوکت وہاں ہے برکت

"آدم شم" [illegible]

ॐ

ایشور تتو!

از شریمان سردار ہری سنگھ جی

मायां तु प्रकृतिं विद्यान्मायिनं तु महेश्वरम् ।
अस्यावयवभूतैस्तु व्याप्तं सर्वमिदं जगत् ॥

ارتھ:- مایا کو پرکرتی (اُپادان کارن) جانو اور مایا والے کو ایشور۔ اس کے انش اس تمام جگت میں ویاپک ہیں۔ (شوتیاشوتر اُپنشد)

آتم تتو کی مانند ایشور تتو میں بھی وادیوں کا مت بھید ہے۔ یہ لوگ اپنی اپنی عقل کے مطابق اپنے اپنے متوں کو استوار کرنے کے لئے شرُتیاں بھی سند میں پیش کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں پہلے ان کے انیک متوں کو دکھلاتے ہیں اور ازاں بعد ایشور کے شدھ سروپ کو بھی مندرجہ بالا وید منتر کی رو سے دکھلائیں گے۔

(۱) سب سے پہلے یوگ مت والے کہتے ہیں کہ جیو کی طرح اسنگ اور گیان سروپ ایک خاص پُرش (پُرش وشیش) ایشور ہے۔ مگر وہ کلیش۔ کرم۔ پھل اور سنسکاروں سے آزاد ہے۔ اور اُن کے ہاں یہ یوگ سوتر آیا ہے۔

क्लेशकर्मविपाकाशयैरपरामृष्टः पुरुषविशेष ईश्वरः ॥

یعنی کلیش۔ کرم۔ پھل اور سنسکاروں سے رہت پُرش وشیش ایشور ہے۔

(الف):- اودیا۔ اسمتا۔ راگ۔ دویش اور ابھینویش۔ یہ پانچ کلیش کہلاتے ہیں۔

(ب) شکل یعنی پُن روپ۔ کرشن یعنی پاپ روپ اور شکل کرشن یعنی پُن پاپ مشرت روپ یہ تین قسم کا کرم ہوتا ہے

(ج) سکھ اور دکھ کا بھوگ یہ دو قسم کا کرم پھل ہے۔ اور

(د) کیئے ہوئے شبھ اور اشبھ کرم یعنی نیک اور بد اعمال کی واسنائیں سنسکار کہلاتے ہیں۔

اب پانچ پرکار کے اودیا آدی کلیش کی تعریف سنیئے:-

(۱) اودیا:- جہل نام ہے۔ جسے سنسکرت زبان میں اگیان کہا گیا ہے۔

(۲) اسمتا: خودی کو کہتے ہیں۔ جسے بھی اصطلاحات کے اندر چدجڑ گرنتھی یا ادھیاس بولتے ہیں۔

(۳) راگ اور (۴) دویش۔ کام اور کرودھ کی نیچ اوستھا ہے اور (۵) ابھینویش۔ مرتو بھے یعنی موت کا خوف ہے

جو انادی کال سے جسم اور جسمانیت میں خودی کے سبب چلا آیا ہے۔ یوں یہ سب پانچ کلیش کہلاتے ہیں۔
مطلب اس یوگ سُوتر کا یہ ہے کہ گو جیو بھی اپنی ذات سے اسنگ ہے اور اسے بھی کلیش کرم وغیرہ کی بوٹ نہیں تاہم تمیز کے نہ ہونے کی وجہ سے یعنی بوجہ وہم یہ کلیش۔ کرم۔ پھل اور واسناؤں کو اپنے اندر مان لیتا ہے اور اسی لئے اسے پُرش بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ آٹھ پُریوں میں ابھمانی ہو کر پھرتا ہے۔ وُہ آٹھ پُریاں یہ ہیں۔
(۱) پانچ بھُوت۔ (۲) پانچ گیان اندریئے۔ (۳) پانچ کرم اندریئے۔ (۴) پانچ پران۔ (۵) چُنتشٹھے انتہ کرن۔ (۶) کرم۔ (۷) کام اور (۸) اودیا۔ مگر ایشور کو انہوں نے پُرش وشیش یعنی خاص پُرش بتلایا ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ایشور گو جیو کی مانند بذاتِ خود اسنگ اور گیان سروپ تو ہے مگر کبھی بھی جیوؤں کی طرح اِن ... کلیش۔ کرم۔ پھل اور سنسکاروں سے متّصف نہیں ہوتا۔ جیو بوجہ وہم اِن کلیشوں کو اپنا تا دُکھی سُکھی ہوتا ہے۔ مگر ایشور ان سے ہمیشہ آزاد۔ اکرتا۔ ابھوگتا اور اسنگ خود کو جانتا ہے۔
یوگ کی طرح سانکھ بھی گو پُرش یعنی جیو کو بذاتِ خود اسنگ اور پرکرتی کے تمام گنوں سے غیر متاثر جانتا ہے مگر ایشور کی ہستی میں اقرار نہیں کرتا۔ اور اس انکار میں نکتہ یہ پیش کرتا ہے کہ پُرش اور پرکرتی کے ہوتے ایک تیسرا تتوَ ایشور ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے گو پرکرتی جڑ ہے اور پُرش اسنگ ہے۔ مگر جُوں ہی اُن کی باہمی نزدیکی ہوتی ہے پرکرتی کے اندر حرکت شروع ہو جانے سے وُہ اسنگ اور اکرتا ابھوگتا پُرش کے بھی بندھ اور موکھش کے سمپادن کرنے میں لائق ہوتی ہے۔ لیکن یوگ اسے تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ تمام جیو بندھ میں گرفتار ہیں۔ اور ان کی جزا اور سزا کا دینے والا کوئی حاکم ضرور ہونا چاہیئے۔ ایشور کو نہ مان کر بندھ اور موکھش کا بیوہار سدّھ ہی نہیں ہو سکتا۔ جیو خود ادھین اور پرتنتر ہیں۔ کیونکر اپنے سُکھ اور دُکھ کے بھوگ کو اپنے تائیں بھوگیں گے۔ کرم کا پھل دینے والا کوئی لازمی طور پر ماننا پڑے گا۔ اس لئے ایسا انکار درست نہیں۔ اور اس کے علاوہ ایشور کا ماننا اُپنشدوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کٹھ ولی میں آتا ہے کہ ایشور کے خوف سے ہوا چلتی ہے۔ مینہ برستا ہے۔ سُورج اور چاند چمکتے ہیں۔ موت دوڑتی پھرتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس ایشور تا کی وجہ سے اسے کلیش اور کرم وغیرہ ستانے نہیں پاتے۔ جیو بھی اپنی اصلی ذات سے گو اسنگ تو ہیں مگر چونکہ وہم میں گرفتار ہوتے ہیں اس لئے اپنے سروپ کو نہیں پہچانتے۔ اور کلیش کرم وغیرہ کے تابع رہتے ہیں۔
یوں یوگ مت میں ایشور کے سروپ کو بتلا کر اب نیائے مت میں ایشور کے خیال کو لیتے ہیں۔
(۲) نیائک کہتے ہیں کہ اسنگ ایشور کا حاکم ماننا لغو ہے۔ اسواسطے ایشور میں دوامی گیان خواہش اور کوشش یعنی گیان اِچھا اور پریتن (کریا) یہ گُن ماننے لازمی ہیں۔ اور اُن کے ہاں یہ سوتر آتا ہے۔

नित्यज्ञान प्रयत्नेच्छा गुणवान ईश्वरः ॥

یعنی نت گیان نت اچھا اور نت کریا والا ایشور ہے۔
نیز وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اُسے پُرش وشیش بھی انہیں گنُوں کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اور طرح ممکن نہیں۔ اسی لئے شرُتی بھگوتی اُسے ستیہ کام ستیہ سنکلپ بتاتی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ جو ایشور کو محض گیان سروپ پُرش

یہ بھی کہنا کہ وہ سب کا حاکم ہے۔ جگت کو رچتا ہے۔ پالن کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ دو متضاد باتیں ہیں۔ اسواسطے جیو کی طرح ایشور میں بھی گُن ماننے ضروری ہیں۔ ہاں جیو میں گیان من کے سمبندھ سے پیدا ہوتا ہے مگر ایشور میں گیان کا گُن دوامی ہے۔ اسی طرح اچھا یعنی خواہش اور کام کرنے کا میلان یا کوشش بھی دوامی ہی ہیں۔ انہیں گنوں کی وجہ سے اسے پُرش خاص کا نام دیا جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ ستیہ کام ستیہ سنکلپ ہے جیسے شرتیوں میں آتا ہے۔

(۳) مگر ان کا مت بھی کھنڈن کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہرنیہ گربھ کو ایشور ماننے والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایشور میں گیان کا گُن دوامی مانو گے تو سرشٹی بھی دوامی ماننی پڑے گی اور کبھی بھی پرلے نہ ہوگی۔ اس لئے سمشٹی شریر یعنی لنگ دیہہ کا ابھمانی چیتن ہرنیہ گربھ ہی ایشور ہے۔ اور اس کی عظمت تفصیل کے ساتھ برہدارنیک اُپنشد کے اُدگیتھ براہمن میں بیان ہوئی ہے۔

(۴) گو کسی حد تک ہرنیہ گربھ کو ایشور ماننے والے درست کہتے ہیں۔ مگر ان کے مت کا بھی وراٹ اُپاسک کھنڈن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وراٹ ہی ایشور ہے۔ کیونکہ استھول شریر کے بغیر کہیں بھی سوکھشم شریر دیکھا نہیں جاتا۔ اور اس کی تصدیق وید نے کی ہے۔ جب ہر طرف اس کے ہی ہاتھ پاؤں اور سر بتلاتا ہے۔ چنانچہ اس کی سند میں یہ منتر بھی پیش کرتے ہیں۔

सहस्र शीर्षा पुरुषः सहस्राक्षः सहस्र पात। स भूमि विश्वतो
धृत्वात्यतिष्ठद्दशाङ्गुलम् ॥

ارتھ:- وہ پُرش ہزاروں سر ہزاروں چکھشو اور ہزاروں پیر والا ہے۔ اور وہ تمام پرتھوی کو تمام طرف سے گھیر کر (نابھی دیش سے) دس اُنگل اوپر استھت ہے۔

(۵) لیکن اس کا کھنڈن برہماجی کے اُپاسک کرتے ہیں کہ یوں تو کیڑے مکوڑوں کو بھی ایشور ناپراپت ہوگی اور یہ جائز نہیں کہ انہیں بھی ایشور مان لیا جاوے۔ اس لئے چو مکھے برہما کے سوائے کوئی بھی ایشور نہیں ہو سکتا۔ نیز پرجا یعنی سنتان کی کامنا والے اُسے پرجاپتی نام بھی دیتے ہیں اور یہ شرتی بھی پیش کرتے ہیں۔ کہ

॥ प्रजापति प्रजा असृजत ॥ یعنی پرجاپتی نے پرجا کو پیدا کیا۔

(۶) مگر وشنو کہتے ہیں کہ برہما بھی ایشور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ برہما تو وشنو کی ناف سے پیدا شدہ کمل سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے وشنو ہی ایشور ہے۔ جو چتر بھجا رکھتا ہے۔ اور دھرم ارتھ کام اور موکھش چاروں پُرشارتھ جس کے ہاتھ میں ہیں۔

(۷) لیکن شیو یعنی شو کے اُپاسک اسے بھی رد کر کے شو کو ہی ایشور بتلاتے ہیں اور پرمان اس کے اندر پرانوں کا دیتے ہیں کہ وشنو شوجی کے پاؤں کو ڈھونڈنے میں ناکام رہا تھا۔ اسواسطے ایشور شو ہے نہ کہ وشنو۔

(۸) اب گنیش کے ماننے والے کہتے ہیں کہ ترپور (ترلوکی) کے جیتنے سے پیشتر شو کو گنیش کی پوجا کرنی پڑی تھی۔ اس واسطے ایشور گنیش ہے۔ شو بھی نہیں۔

اسی طرح اور مت والے بھی اپنے اپنے مت کے وہم باطل سے وید کے منتروں اور رشیوں کے اقوال کی سند پیش کر

ہیں۔ مگر یہ سب مت متانتر توہمات باطل ہیں۔ اس لئے اب ایشور کے بارے میں ہم ویدانت کا مت دیتے ہیں جہاں اسکی تحقیق نہایت اعلےٰ طریق پر کی گئی ہے۔ اور جان لو کہ جو حقیقت پسند لوگ حقیقت کا نشچے کیا چاہتے ہیں اور سند اور دلیل کے بچار کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان تمام کا ایشور کی نسبت ایک ہی اعتقاد ہوتا ہے۔ چنانچہ اُسے اب ہم ناظرین کے لئے حاضر کرتے ہیں۔

ویدانت کی رُو سے جو ایشور کا تتو ہے۔ اُسے ہم اوپر بالکل شروع میں شویتا شتر اُپنشد کے منتر سے بتلا آئے ہیں کہ مایا ہی جگت کا اُپادان کارن ہے۔ اور مایا اُپادھی والا چیتن ہی ایشور کہلاتا ہے۔ نیز اس کے ہی انش اس تمام جگت میں ویاپک ہیں۔ چنانچہ اس شُرتی کے مطابق ہی ایشور کے بارے میں فیصلہ کرنا مناسب ہے۔ اور ایسا ماننے سے کثیف چیزوں کے بھی ایشور ماننے میں نقص عاید نہیں ہوتا۔ اور اس کی تشریح کے لئے ہم اسے دلیل کے ساتھ ذیل میں ثابت کرتے ہیں۔

شُرتی بھگوتی نے ہمیں بتلایا کہ تمام کائنات کا اُپادان کارن یعنی علت مادہ مایا ہے۔ اور اُس مایا کے ساتھ متصف یعنی متعلق ہونے سے مایا اُپادھی والا چیتن ہی ایشور ہے۔ مگر تاوقتیکہ مایا کے تتو کو بھی نہ سمجھ لیا جاوے مایا والا یعنی مایاوی ماہیشور بھی سمجھنا فارغ از خیال ہوگا۔ اس لئے ایشور تتو کو سمجھانے کے لئے پہلے ہم مایا تتو کو کہتے ہیں۔

مایا کا سروپ تاپنیہ اُپنشد میں اندھیرا بتلایا ہے۔ اور وہ یہ شُرتی ہے۔ **माया च तमो रूपा ॥**

یعنی مایا کیا ہے۔ صرف اندھیرا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اور اسے ہم خود اپنے انوبھو سے ثابت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سُشپتی میں ہر روز جو اندھیرا انوبھو میں آتا ہے وہی مایا ہے۔ پھر شُرتی آگے چل کر اسے جڑ اور موہ رُوپ بھی بتلاتی ہے۔ کہ ..... **तदेतज्जडं मोहात्मकम् ॥** یعنی یہ مایا جڑ اور موہ کہنے والی ہے۔ جڑ کی حالت ایسی ہے جیسے گھڑے کی ہوتی ہے یعنی محض بے علم ہونا اور موہ کی حالت وہ ہے جہاں عقل کام نہ دے سکے۔ یہ دونوں تعریف شُرتی اور انوبھو کے پہلوئے نظر سے بتلائیں۔ اب دلیل کے پہلوئے نظر سے بھی سُنیئے:۔

دلیل یعنی یُکتی درشٹی سے مایا نہ است ہے اور نہ ست۔ کیونکہ اگر بالکل است ہوتی تو اسے معلوم بھی نہ ہونا چاہیئے تھا جیسے آدمی کے سینگ کبھی بھی بھان نہیں ہوتے مگر یہ تو سب کے انوبھو میں بھی آتی ہے نیز سب کی اصل ذات آتما کو اس نے چھپا رکھا ہے۔ جو چیز است ہوتی ہے وہ کبھی کسی کو نہیں ڈھانپتی۔ مگر مایا تو صاف آورن کرتی ہے۔ علاوہ ازیں جو چیز قطعی طور پر فارغ از وجود ہوتی ہے اُس کا ناش بھی ممکن نہیں ہوا کرتا۔ جیسے بندھیا پتر کبھی نہیں مرتا۔ مگر یہ تو صاف آتم گیان کے ہوتے ہی یوں اُڑ جاتی ہے جس طرح سورج کے سامنے اندھیرا۔ اندریں حالات اسے بالکل است کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ مگر پھر یہ ست بھی نہیں۔ کیونکہ اگر ست ہوتی تو اس کا بادھ کبھی بھی نہ ہونا چاہیئے تھا کیونکہ سچی چیز کبھی بھی مفقود نہیں ہوتی۔ مگر یہ تو صاف بادھت ہوتی ہے نیز ست آتما سے جُدا اس کا وجود بھی کہیں نہیں ملتا۔ اس لئے یہ ست بھی نہیں تو پھر اس کی تعریف کیونکر کی جاوے۔ اس پر ہمارے اچاریہ اسے تین رُوپ میں بتلاتے ہیں۔ یا ہیچ ہے یا انرِوچنی ہے یا سچی ہے۔ (۱) بھگوتی شُرتی اور گیانیوں کے پہلوے نظر سے سمجھیئے تو مایا ہیچ ہے کیونکہ گیانی مایا اور مایا کے کارجوں کو انوبھو نہیں کرتا صرف اپنے آپ کو گیان اور آنند کا بے کنار سمندر محسوس کرتا ہے ان کے لئے مایا یوں غائب ہو جاتی ہے جس طرح رسی کا سانپ جاتا رہتا ہے۔ (۲) اسی طرح سوچنے سمجھنے والے پنڈتوں کے

پہلوئے نظر کو سمجھئے تو انہیں مایا نہ ست نظر آتی ہے۔ اور نہ اسست۔ اس لئے اُن کے ہاں یہ انرواچیہ ہے۔ (۳) مگر اگیانی یعنی عام لوگوں کے پاس مایا سچی ہے کیونکہ انہیں جگت خواب نظر نہیں آتا۔ بلکہ سچا دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ سکھ دُکھ کے بندھن میں ہمیشہ گرفتار رہتے ہیں۔ غرضیکہ آپنے آپنے زاویہ نگاہ کے مطابق اس مایا کا وجود مانا جاتا ہے۔ لیکن بذاتِ خود یہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جیسے اندرجالی (مایاوی) کی مایا اندرجالی سے جُدا یا آدمی کی شکتی آدمی سے الگ کبھی ظہور پذیر نہیں ہوتی۔ اسی طرح سچدانند پرماتما سے الگ اُس کا کوئی جُداگانہ وجود نہیں تو بھی جیسے اندرجالی کی شکتی انیک کارجوں کے رُوپ میں دکھائی دیتی ہے یا آدمی کی شکتی بھی بڑھتی گھٹتی اظہار پاتی ہے۔ یُوں ہی یہ بھگوت مایا بھی انیک کارجوں میں متبدّل ہوتی ہے۔ گو اس کا جُملہ کارج فقط دو ہی قسم کا ہوتا ہے یا تو سوکھشم یا اسھتول مگر اِن سوکھشم اور اسھتول کے اندر اننت رچنا کے وستار موجود ہیں۔ مہت تتو۔ اہنکار۔ پانچ تن ماترا۔ اسھتول بھوت۔ گیان اندریاں۔ کرم اندریاں اور انتہ کرن سے آدتمام بھوت بھوتک پرپنچ سب اسی مایا شکتی کے ولاس ہیں۔ جس طرح سُکھوپتی کا اگیان اننت خواب کی شکلوں میں اُتر آتا ہے اُسی طرح یہ مایا شکتی بھی جڑ چیتن اسھتول۔ سوکھشم کارن کارج انیک سرشٹیوں کو پیدا کرتی ہے۔ مگر کیا معرکے کی بات ہے کہ جس طرح بہ خود آپنے آشرے چیتن سے ہر وقت ملی رہتی ہے اُس طرح اس کا تمام کارج بھی چیتن سے کبھی جُدا نہیں ہوتا۔ اور چُونکہ مندرجہ بالا شرتی نے ایشور تتو کی نسبت یہ ہی فیصلہ دیا ہے کہ مایا اُپادھی والا ایشور ہے اس لئے اس مایا کے جُملہ کارج کے ساتھ متعلق چیتن بھی عین ایشور ہی ہوگا۔ غیر نہیں یُوں دُنیا مافیہا تمام ایشور کا ہی شریر ہے۔ ایشور کی ذات سے کچھ غیر نہیں۔ بس یہ ہے نقطۂ نگاہ ویدانت جس کی رُو سے ایشور سب ہے اور سب میں سب کچھ ہے۔

لیکن اُوپر یوگ مت کے انوسار شروع شروع میں دکھلایا ہُوا ایشور گو کلیش۔ کرم۔ پھل اور سنسکاروں سے آزاد پُرش وشیش ہے تاہم ایک راجہ کی مانند جیو اور جُملہ سرشٹی سے الگ سمجھا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح راجہ اپنی سلطنت اور رعایا سے الگ ہوتا ہے اُسی طرح یوگ مت میں بتلایا ہوا ایشور بھی دُنیا مافیہا سے جُدا ہوتا ہے۔ مگر ناظرین خود فیصلہ دیں کہ کیسا اعلےٰ خیال فلسفۂ ویدانت کا ہے جو کسی جڑ یا چیتن چیز سے بھی ایشور کی ہستی کا علیحدہ ہونا تسلیم نہیں کرتا۔ اور فی الواقع یُوں ہی ایشور دیاپک پُورن اور سب میں سب کچھ تصدیق ہو سکتا ہے جیو اور جگت سے الگ ایشور کا تصوّر باندھنا محض اُسے ایک بادشاہ کی مانند محدُود کرنا ہے جسے کوئی بھی دانا انسان پسند نہیں کرتا۔ اور اس شویتا شوتر اُپنشد کی شرتی کا مطلب بھی بجز اس کے اور کچھ نہیں کیونکہ وہ اعلانیہ حکم دیتی ہے کہ اس ایشور کے ہی انش اس تمام دُنیا میں دیاپک ہیں۔ ناظرین جس طرح آدمی اور اُس کے عضوؤں کا بھید مانا نہیں جاتا کیونکہ تمام عضووں والا ہی تو آدمی ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام جیو ایشور کے عضوؤں کی مانند انش ہیں۔ اور ان تمام انشوں والا انشی ایشور کہلاتا ہے تو بھی جیو جو ایشور سے علیحدہ اپنا تصوّرِ خودی رکھتا ہے بوجہ جہل ہے چنانچہ جب ہی پردۂ جہل عارف پر اُٹھتا ہے جیو اور ایشور کے ایک ہونے کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ مسئلۂ ویدانت کے مطابق جیو اور برہم کا ہی ابھید مانا جاتا ہے۔ جیو اور ایشور کا نہیں مگر یہاں انہیں جزو کُل کے طریقے پر بیان کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جزو کبھی بھی آپنے کُل سے جُدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جیو بھی کبھی آپنے ایشور سے الگ نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ایشور کی ذات کو لامحدود کہنا ناممکن ہوگا۔ یہاں نہ صرف تمام جیو ہی ایشور کے جزو ہیں بلکہ جُملہ سرشٹی

اُور اُس کے اندر رہنے والی تمام اشیاء الیشور کے ہی انگ ہیں۔ اُور اِس کی تصدیق یُوں ہوئی ہے کہ وید کے وِشو روپ ادھیائے میں اُور پُرش سُوکت میں برہما سے لگا کر پتھر تک سب ویراٹ الیشور کے اعضاء تبلائے گئے ہیں علاوہ ازیں برہدارنیک اُپنشد کے اندر الیشور کے تتو کا نِردیش نہایت اعلےٰ طریق پر کیا گیا ہے۔ گو وہاں تو اِسے کافی تشریح کے ساتھ بتلایا ہے مگر ہم یہاں اُس کے ایک ہی منتر کو دِکھاتے ہیں اُور وہ یہ ہے۔

यः सर्वेषु भूतेषु तिष्ठन सर्वेभ्यो भूतेभ्योऽन्तरो यं सर्वाणि भूतानि न विदुर्यस्य सर्वाणि भूतानि शरीरं यः सर्वाणि भूतान्यन्तरो यमयत्येषत आत्मान्तर्यम्यमृतः ॥

ترجمہ اِس کا یہ ہے کہ جو سب بھوتوں کے اندر رہتا ہُوا تمام بھُوتوں سے الگ (وِلکھشن) ہے۔ جسے تمام بھُوت نہیں جانتے جبکا شریر تمام بھُوت ہیں جو تمام کو، اندر سے قاعدہ پر چلاتا ہے وہ تیرا انتریامی غیر فانی ہے۔

جِس طرح دھاگے کپڑے میں رہتے ہُوئے کپڑے کا اُپادان کارن ہیں اُسی طرح یہ سب کا اُپادان الیشور سب میں رہتا ہے۔ جُملہ جگت یا ادھی بھُوت ہے یا ادھیاتم اُور یا ادھی دَیو۔ مطلب شرتی کا یہ ہے کہ جو سب چیزوں میں رہ کر سب سے الگ ہے جِس کو کوئی نہیں جانتا مگر جِس کا شریر یہ سب چیزیں ہیں وہی الیشور کا تتو ہے اُور اس طریقہ بیان میں الیشور کے سرُوپ سے کوئی بھی چیز جُدا نہیں رہتی۔ اب جبکہ الیشور تتو کی نسبت اہلِ معرفت کا یہ نقطۂ نگاہ ہے تب پُرش وِشیش۔ ہِرنیہ گربھ۔ وِراٹ۔ برہما۔ وِشنو۔ شِو۔ گنیش۔ بھیرو۔ یکھش۔ راکھش۔ برہمن۔ کھشتری۔ وَیش۔ شُودر گائے۔ گھوڑا۔ ہرن۔ پرند۔ پیپل۔ بڑ۔ آم۔ گھاس۔ جو۔ چاول۔ پانی۔ پتھر۔ مٹی۔ کاٹھ تمام الیشور ہی ہوتے ہیں اُور پُوجنے سے پھل بھی دیتے ہیں۔ مگر پھل میں کمی بیشی کا ہونا اُپاسنا کے ادنےٰ اُور اعلےٰ ہونے پر منحصر ہے۔ مثلاً وِشنو وغیرہ کی پُوجا اعلےٰ پھل کے دینے والی ہوگی اُور یکھش راکھش بھُوت پریت کی پُوجا ادنےٰ پھل کے دینے والی ہوگی۔ ٹھیک یہی امر بھگوان کرشن نے گیتا میں بھی کہا ہے۔ کہ مجھے جِس طرح کوئی بھجتا ہے اُسی طرح کا پھل پاتا ہے۔ غرضیکہ اُپاسنا کا پھل اُپاسیہ یعنی پُوجا کی ہوئی چیز کے مطابق ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ مکمل اُور پُورا پھل تو اُسے ہوگا جو الیشور کے تتو کو جُوں کا توُں سمجھ کر اُپاسنا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے اچاریہ کہتے ہیں کہ پہلے الیشور کے تتو کو بخوبی جان لو اُور بعد اُس کی بندگی میں لگو:۔

بس مختصر طور پر یہ ہے الیشور تتو جس کے شُدھ اُور اصل سرُوپ جان لینے پر کیا جیو اُور کیا سرشٹی تمام الیشور سے دِکھائی دیتے ہیں۔ اُور اس کا جاننے والا ہمیشہ خُوش و خورم رہتا ہے۔ اگرچہ اُن لوگوں پر افسوس کرتا ہے جو ایسا نہیں پہچانتے۔ مگر کِسی سے جھگڑا نہیں کرتا کیونکہ جانتا ہے کہ الیشور سب ہے اُور سب میں سب کچھ ہے۔

ادم شری سچدانند پرماتمنے نمہ ۔ ادم شم ۔

نوید توحید

خاص "انشورنس" کیلئے

از جناب ابوالمعالی مسٹر ایم۔ بی۔ فدا خلیق لاابالی
سشن جج کورٹ سرگودھا

ہر شئے میں جلوہ گر ہے اک پاک ذات پیارے
ساری ہے جسم و جاں میں کرتی ہے کام سارے

مخلوق ہے اُسی کی کل کائنات صحرا
سنسان جنگلوں میں جلوہ ہے اُس کا پیدا

یہ نخل ہائے رنگیں جو فخرِ باغباں ہیں!
افلاک میں اُسی کے آثار خود عیاں ہیں

نیچر کی زینتیں ہیں فیض و کرم سے اُس کے
ترتیبِ سال و مہہ بھی دستِ کرم سے اُس کے

سرما کیواسطے ہے اک خاص حد مقرر
بڑھنے نہ پائے آگے تا اس سے وہ قدم بھر

جاڑے کی اس لیئے یہ کم کی گئی ہے شدت!
خنکی سے اُس کی پہنچے مخلوق کو نہ کلفت!

تخموں کو اس طرح سے محفوظ کر رکھا ہے
پہنچے جو تہہ کو اُس کی کوئی مجال کیا ہے

اک فصلِ گُل گذرنے پائی نہیں کہ فوراً
پھولوں سے دوسری کے آراستہ ہے گلشن

پروردگارِ عالم ہے سب میں جلوہ افگن
رُوح رواں ہے اُس کی یہ جسم و جاں ہیں روشن

معلول گر ہے فطرت علت وہی خدا ہے
یکتا ہے۔ لم یزل ہے۔ مختار دُوسرا ہے

ہر پھول میں شجر میں ہر برگ میں ثمر میں!
نقش و نگار قدرت مضمر ہیں مستتر ہیں۔

پھولوں کی شوخ رنگت اور بھینی بھینی خوشبو
چشمانِ مست و میگوں جملہ میں سر حق ہو

دالوں میں مثلِ ریزہ اشکال ہیں جو پنہاں
ان سے زمیں کو کرتا آباد ہے وہ ذیشاں

ہے ہر قدم جو اُس کے دلشاد بس وہی ہے
معمور ہے جو اس سے آباد بس وہی ہے

اوراقِ گُل خلیق ہوں یا بُوئے نسترن ہو
شمشاد ہو سہی ہو یا سبزۂ چمن ہو!

دل بستگی ہے گُل سے۔ رکھتی ہے اُسکو ہر آں
ان سب کی دید و بینش یادِ خدا ہیں فرحاں

ॐ

ایشور آکھیان

(از شری گیان سنت نرائن سنگھ جی مہاراج -)

یعنی ایشور کے بارے میں ایک عام فہم مضمون !

۱- اے بھائیو! واستو سروُپ میں دُوئی کو دخل نہیں ہے - وہاں غیریت کا نام و نشان نہیں - نہ اُتپتی ہے نہ پرلے نہ لوک ہے نہ پرلوک - نہ جیو ہے نہ ہی وہاں ایش - نہ آریہ نہ ملیچھ - نہ مومن نہ کافر - نہ وہاں دوزخ ہے اور نہ بہشت - جب دوسرا نہ تھا نہ ہے نہ ہوگا - تو کون کسی کو کہے اور کیا کہے - اچنانچہ شری گورو نانک نرنکاری کہتے ہیں :-

تاکی قیمت کہی نہ جائے - دُوسر ہوئے تا سوجھی پائے

واجب الوجود کی گنتی کتھن میں آ نہیں سکتی - جب غیر ہی نہیں تو اس کی سوجھ کس طرح ہو - یہ سنسار اُس پار برہم کا سوپن (خواب) ہے - ہم سب لوگ خواب کی مخلوق ہیں - اور خواب کی دنیا میں گھوم رہے ہیں - اس خواب سے جو بیدار ہو گئے ہیں اُن سے جا کر پوچھو - وہ بھید کی بات کہیں گے - مگر

"کہت نانک جن جاگے سوئے ——— گیان انجن جا کی نیتری ہوئے"

وہی لوگ جاگے ہیں جن کی آنکھوں میں گیان کا انجن دیا گیا ہے - باقی ساری دنیا کے لوگ اگیان کی خواب میں سوئے ہوئے ہیں - وہ برہم رشیوں کی اصطلاح میں نت (دائم) مکُت (بندھن سے رہت) شُدھ (پاک است... غیر فانی) چیت (علیم) آنند (سرور) ویاپک (حاضر ناظر) وغیرہ لفظوں میں یاد کیا جاتا ہے - بیرونی آنکھوں سے وہ دیکھا نہیں جاتا - نہ کانوں سے سنا جاتا ہے - نہ ہاتھوں سے سپرش کیا جا سکتا ہے - اور نہ من میں اُس کا چنتن ہو سکتا ہے - اور نہ خیال میں اُس کا تصوّر بندھ سکتا ہے ! گوربانی میں ہم سنتے ہیں -

رُوپ نہ ریکھ نہ رنگ کچھ ترہ گُن تے پربھ بھن - تِسے بجھائے نانکا جِس ہوئے سو پرسن -

نہ اُس کا کوئی رُوپ ہے - نہ خط و خال - نہ ہی کوئی اُس کا رنگ ہے - تینوں گنوں سے اُوپر ہے - ایسے برہم کا گیان اُسی کو ہوتا ہے جس پر وہ پرسن ہوتا ہے -

(۲)

اگرچہ واجب الوجود ایسا ہی ہے جیسا کہ اُوپر کہا گیا ہے - تو بھی اس میں ایک وچار ہے - بڑ کے چھوٹے سے بیج سے ایک بہت بڑا درخت زمین سے اچھل کر پھیلتا ہے - دانا (گیانی) لوگ اس بڑ کے درخت کے ہر رگ و ریشہ ... [illegible]

ہیں۔ یہ سنسار اُسی برہم کا وِکاش (سنسرنا) ہے۔ اور کچھ نہیں۔ بیج کو اگر برہم کہا جائے تو یہ سنسار اس کی مایا ہے۔ اگر قادر کہا جائے تو دُنیا اُس کی قدرت ہے۔ قدرت قادر سے الگ نہیں ہو سکتی۔ جس طرح سورج کی روشنی بھی سورج سے الگ نہیں ہے۔ اور آگ کی حرارت آگ سے کوئی جُدا شئے نہیں ہے۔!

(۳)

ہم سب قدرت کے بندے ہیں۔ یعنی قدرت کے جزو ہیں۔ قادر سے جُدا ہو کر قدرت کا علم ہو نہیں سکتا۔ ہم اپنے جسم میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ کسی وقت ہماری آتما کو اپنی شکتی (قوائے دماغی یا جسمانی) کا علم ہوتا ہے۔ اور کسی وقت نہیں مگر ہماری آتما تو وہی شکتی کے ظہور یا عدم میں یکساں اور واحد ہی ہے۔ جس طرح ہوا بھی خواہ ساکن ہو یا متحرک۔ ہوا ہی ہے اُس کے بغیر کچھ نہیں۔ اسی طرح سے قادر کے بغیر اور کسی شئے کی ہستی کا امکان نہ ہونے سے قدرت کے ظہور اور عدم میں قادر ہی ہے۔ نزدیک اِس کے اور کچھ نہیں۔ پس قادر ہی قدرت ہے۔

رسّی کے سانپ دکھائی دینے میں جو راز پنہاں ہے۔ وُہی برہم کے مایا رُوپ میں پرگھٹ ہونے میں ہے۔ یا قادر کے قدرت کی شکل میں آنے میں ہے۔ اگر بیج پھیل کر درخت کی شکل اختیار نہ کرے تو بیج کی ساری طاقتیں غیر محدود کال (وقت) کے لیئے مخفی رہیں گی۔ اسی طرح قادر اگر قدرت میں پھیل کر اپنا ظہور نہ کرے تو اُس کا حُسن وجمال علم وحکمت اور طاقت وفطرت۔ لطف وسرور کا کس طرح منکشف ہو سکتا ہے۔ جس طرح سمندر کی سطح پر لہریں (جل ترنگ) جھاگ (جھین) اور بلبلے (بُدبُدے) اُٹھتے ہیں۔ اسی طرح پر برہم میں ترگنُ (سہ گانہ) پرکرتی کی کلپنا ہوتی ہے۔ جیسے ساتوک*۔ برکش (درخت) وغیرہ راجس۔ اور پتھر وغیرہ تامس ہیں۔ پُرشوں میں برھماوِک ساتوک۔ دیوتے راجس اور مانش (انسان) تامس ہیں۔ مانشوں میں سُبھاوِک کرموں کے انوُسار برہمن ساتوک۔ کھشتری راجس اور ویش اور شودر تامس ہیں۔ اگر برہماوِکوں اور دیوتاؤں کو جو ہمیں نظر نہیں آتے چھوڑ کر اِس دُنیا کے جانداروں کی تقسیم دیکھیں تو بھی تر وِدھا (سہ گانہ) ہی ہے۔ انسان ساتوک۔ چوپائے راجس اور کیڑے مکوڑے تامس ہیں۔ یہ تقسیم اسی طرح چلی جاتی ہے۔ مانش شریر (جسم انسانی) میں من ساتوک۔ پران راجس اور سھتوُل شریر تامس حصّے بناتے ہیں۔ پھر آگے ہماری بُدھی بھی تین قسم کی ہے۔ اِس بُدھی سے جو دھارنا۔ کرم۔ یگ۔ دان۔ تپ ہونے پاتے ہیں وُہ بھی تین قسم کے ہوتے ہیں

(۴)

میرے بھائیو! برہم اور پرکرتی کے مختصر سے ذکر سے میرا مطلب صرف اِتنا ہے کہ برہم رُوپی سمندر کی سطح پر یہ سہ گانہ مخلوق۔ لہروں۔ بلبلوں اور جھاگ کی شکل میں نمودار ہو رہی ہے۔ دراصل اِن سب کے وجود میں سوائے پانی کے اور کوئی شئے نہیں۔ ہوا کی تحریک سے پانی ہی مختلف اشکال میں مختلف نام پاکر اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ ذات تو پانی ہے۔ اور صفات اس کی سہ گانہ نام۔ رُوپ والی شکلیں یا آکار ہیں۔ ذات محض کو برہم گیانیوں (عارفیں) کی اصطلاح میں نرگن کو برھم اور صفات کے سمیت اُسے سبل برھم یا ایشور کا نام دیا جاتا ہے۔

دیکھئے! وجوُد انسانی پر روزانہ تین حالتیں وارد ہوتی ہیں۔ جاگرت (جاگتے ہوئے کاروبار کرنا) سوپن (خواب کی دُنیا دیکھنا) سکھوپت (غرق نیند میں سو جانا) غرق نیند میں جاگرت اور سوپن کی دُنیا کے نظارے مفقود ہو جاتے

ہیں۔ صرف اکیلا رُوح رہ جاتا ہے۔ من کا پھُرنا بند ہو کر بے خبری سی طاری ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بیرُونی دُنیا معہ اپنے جسم کے غائب ہو جاتی ہے۔ پھر انسانی وجود کے اندر بھی تین قسم کی مخلوق بستیاں لگائے آباد ہو رہی ہے ہوا (پران کے کیڑے) ہوا اور پانی کے کیڑے اور فضلا کے کیڑے۔ اسی طرح برہمانڈ میں بھی سوَرگ۔ مدھ لوک اور پاتال بنائے گئے ہیں جن میں لطیف۔ درمیانہ قسم اور کثیف مخلوق آباد ہو رہی ہے۔

(۵)

پچھلی سطروں میں میں نے ذکر کیا ہے۔ کہ برہم واحد لاشریک۔ لاتغیّر ہے۔ جس طرح رُوح انسان کو روزانہ جاگرت سوپن اور سکھوپت کا تجربہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سے رُوح کُل (برہم) بھی اپنی برہم اِچھا (پھُرنا شکتی) سے پہلے مانسی سرشٹی رچتا ہے جسے "انتواتک" رچنا کہتے ہیں۔ پھر وہی پھُرنا درڑھ (پختہ) ہو کر سرگن صورت میں ڈھل جاتا ہے۔ اور یہ جو کچھ بھی دیکھ رہے ہیں ساری سرگن سرشٹی ہے۔ کیا برہمانڈ۔ کیا دیوتے۔ کیا انسان۔ کیا جنگلات اور باغات۔ کیا سمندر اور دریا۔ کیا صحرا اور پہاڑ یہ سب پرکرتی کا کھیل ہے۔ جس طرح بے شمار درخت مل کر ایک جنگل کہلاتا ہے اور ان گنت ریت کے ذرّے ایک بڑا صحرا پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح سے انیک برہمانڈ اُس ذات واحد میں پھرتے ہیں۔ اور ایک ایک برہمانڈ میں ہزارہا جیو پھرتے ہیں۔ اس بڑے بھاری آکار کو دھارن کر کے برہم ہی ایشور کا نام پاتا ہے۔ یہ مثال اسی طرح ہے جس طرح وجود انسانی میں بھی رُوح پہلے غرق نیند میں ہوتا ہے۔ پھر سوپن دیکھتا ہے اور بعد جاگرت کا نظارہ کرتا ہے۔

(۶)

رُوح انسانی جاگرت۔ سوپن اور سکھوپت میں آتا ہوا۔ وشو۔ تیجس اور پراگیہ نام پاتا ہے۔ اسی طرح سے ایشور بھی ان اوستھاؤں میں۔ وراٹ۔ ہرن گربھ اور ایشور نام پاتا ہے جس طرح ایک بادشاہ دن میں کئی لباس بدل کر نکلتا ہے۔ اسی طرح سے مختلف اوستھاؤں میں مختلف ہی نظارے دیکھتا ہوا۔ عجیب رنگوں میں کھیلتا ہوا مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ رُوح انسانی کا رُوح کُل سے وہی تعلق ہے جو کہ ایک لہر کا اپنے منبع سمندر سے تعلق ہے۔ جس طرح لہر سمندر سے جدا نہیں ہو سکتی اسی طرح رُوح انسانی رُوح کُل سے جُدا نہیں ہو سکتی۔ رُوح کُل کا جسم اننت برہمانڈ ہونے سے انسانی وجود کو وراٹ سے وہی نسبت ہے۔ جو کہ ایک پتے کو درخت سے ہو سکتی ہے۔ وراٹ سے ہماری مُراد برہمانڈ کے تمام اجسام سے ہے۔ تمام جیووں کے جاگرت اجسمانی وشو مل کر ہی وراٹ بناتے ہیں۔ اسی طرح تیجس و ہرن گربھ اور پراگیہ و ایشور کا تعلق سمجھنا چاہیئے۔

(۷)

ودوان کے سمجھنے کے لیئے۔ شُدھ ستوگن سہت مایا اور مایا کا ادھشٹھان (آسرا) چیتن اور اس ادھشٹھان کا جو عکس مایا میں پڑتا ہے یہ تینوں مل کر ایشور نام پاتے ہیں۔ وہ ایشور سربگیہ (سب کچھ جاننے والا) جگت کا کارن ہے۔ کارن بھی آگے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اُپادان کارن۔ دوسرا نمت کارن۔ گھڑے کا اُپادان کارن مٹی ہے۔ اور نمت کارن کُلال ہوتا ہے۔ مگر جگت کا اُپادان اور نمت کارن۔ دونو پرکار سے ایشور ہی ہے۔ جیسے

دونوں کارن مکڑی کے اندر موجود ہیں۔ اسی طرح ایشور بھی جگت کے دونوں کارنوں کا موجب خود ہی بنتا ہے۔ یہ بھی ایک گون ورشٹانت ہے۔ یہاں صحیح مثال سوپن (خواب) پُرش کی صادق آتی ہے۔ جس طرح سوپن کی سرشٹی کا اپادان اور نمت کارن رُوح انسانی (جیو آتما) کے بغیر اور کچھ نہیں۔ اسی طرح سے اس سارے پرپنچ (جگت) کا کارن ایشور کے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔ چونکہ ایشور کی اپادھی یعنی علت مایا دیا پک ایک ہے اور شُدھ ہے۔ اسلئے ایشور بھی ایک ہے۔ سرونگیہ ہے۔ نت مکت ہے۔ انتر جامی ہے۔ ملن اودیا میں جو چیتن کا پرتی بنب (عکس) اور ادھشٹھان (ذات) اور اودیا یہ تینوں مل کر جیو کہلاتے ہیں۔ چونکہ جیو کی علت اودیا پرچھن (محدود) نانا (کثیر) اور ملن (ناقص) ہے۔ اس لیئے جیو بھی پرچھن (محدود) ہے۔ نانا (انیک) ہے اور الپگیہ (تھوڑا علم رکھنے والا) بندھ (گرفتار) ہے۔ دین (عاجز) ہے۔

یہ تو سب کچھ کہا گیا مگر نکتہ داں کو جاننا چاہیئے کہ درخت کا ہر ایک پتہ جب کہ درخت سے ملا ہوا ہے۔ درخت ہی ہے۔ درخت سے جُدا ہو کر وہ علیحدہ ہستی کو پرچھن (محدود) پاتا ہے۔ اسی طرح غور کرنا چاہیئے۔ برہم (ذات مطلق) سے جُدا ہو کر جیو اپنے آپ کو علیحدہ جانکر ان لکشنوں (صفات) کو گرہن کرتا ہے۔ ورنہ اگر سمجھے تو۔ جُدائی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اسلئے وشو اور وراٹ کوئی جُدا ہستیاں نہیں رکھتے۔ سارے شاستر اس معمہ کو حل کرنے کی خاطر پرورت ہوئے ہیں۔ ان کا اور کچھ منتو نہیں ہے۔

(۸)

ناظرین! یہ تو چند الفاظ شاستر یہ ادھیکار کے انوسار لکھے گئے ہیں۔ اب ایشور کے متعلق چند عام فہم بچن لکھتے ہیں۔ میں عرض کر دوں گا۔ کہ میرا پرتیتن اس بات کے لیئے نہیں کہ پہلے ہم یہ بات ثابت کریں۔ کہ ایشور ہے یا نہیں۔ اور نہ ہم نے اسطرف پڑنا ہے۔ کہ ایشور کا رُوپ رنگ کیسا ہے؟ یا یہ کہ کس طرح اس نے سرشٹی کو پیدا کیا؟ قدرت کی کتاب۔ اور اس کتاب کے موجودہ عالم لوگوں کی طفیل جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے آپکے پیش کرتا ہوں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ خُدا نے انسان کو اپنی صُورت پر بنایا ہے اور کئی یہ کہتے ہیں کہ انسان نے شخصی خُدا کو اپنی صورت پر ایجاد کیا ہے! ان دونوں کتھنوں میں اتنا بھید نہیں جتنا کہ ظاہر ہوتا ہے۔ پہلے کا منشا یہ ہے۔ خالق ہونے کی وجہ سے خُدا سب سے برتر ہے اور مخلوق میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسلئے وجود انسانی خُدا کے بہت نزدیک معلوم پڑتا ہے۔ تمام کائنات میں انسانی جامہ سے بڑھ کر کچھ نظر نہیں آتا۔ اسلئے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ خُدا کی قُدرت کی شان کا کمال انسانی وجود میں ہی ظاہر ہوا ہے۔ یعنی خُدا کی پیدائش میں انسانی پتلا اعلےٰ ترین ہے۔ اسلئے آچارج کہتے ہیں کہ اگر سرگن ایشور کی کلپنا کی جاوے تو شکل اس کی انسانی وجود کی سی ہو گی۔ کیونکہ انسانی وجود کو انسانی وجود سے پرے کچھ دماغ میں آ نہیں سکتا۔ ان تھوڑے الفاظ میں یہ تشریح کی گئی ہے۔ کہ انسان کا سرگن خُدا کو انسانی شکل میں تصوّر کرنا یا سرگن خُدا کا اپنی ہی تشبیہ پہ انسانی پتلے کا ڈھالنا ایک ہی بات ہے۔ اس بات پہ جھگڑنا کہ یہ حقیقی خُدا سب کا سب سے نزدیک سب کے اندر ہے اور یہ جو سرگن ایشور کا قصہ ہے بالکل فضول نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے؟ اسمیں کچھ نکلتا نہیں۔ یہ جھگڑے عارف (گیانی پرشوں) کے لیئے محض بےسود ہیں۔

(۹)

اے بھائیو! میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو کہ خدا کو اندر بتاتے ہیں اور باہر کے یعنی (بیرونی یا شخصی) خدا کی مذمت کرتے ہیں۔ اور ڈرتے ہیں۔ اس کا نام لینے یا سننے سے کہ تم جو کہتے ہو۔ اے انسانو! تمہارا خدا تمہارے اندر ہے۔" اب اگر تم ایشور کے بیرونی سروپ کو ترک کرتے ہو تو تمہیں انسانی وجود کے بیرونی حصہ کو بھی ترک کرنا ہوگا۔ انسان کے بیرونی حصہ کو ترک کر دینے سے اس کے اندرونی حصہ کا حشر کیا ہوگا؟ یہ آپ خود ہی بتلائیے۔ کہ جب بیج ہی درخت ہے اور درخت بیج کی ہی صورت ہو کر آیا ہے تو اندر باہر کا سوال کہاں رہا۔ قادر قدرت ہے۔ قدرت قادر کا پرکاش ہے۔ جو شے تم وجود انسانی کے اندر بتلاتے ہو وہی اندر سے باہر وکاس کے عمل سے ظاہر ہوئی ہے۔ جس بیج کو یہ علم ہے کہ میں کبھی درخت سے جدا نہ تھا نہ ہوں نہ ہوں گا جس لہر کو یہ علم ہے کہ میں کبھی سمندر سے جدا تھی۔ نہ ہوں۔ نہ ہوں گی وہ لہر سمندر نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی طرح سے جس انسان کو یہ گیان مکمل ہو گیا کہ میں نہ کبھی برہم سے جدا تھا نہ ہوں نہ ہوں گا۔ جسے یہ یتھارتھ بودھ ہوا ہے کہ میرا آتما وہی ہے جو اکھل بھون (سمپورن برہمانڈ) کا ہے وہ خدا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس اصول کی شہادت نانک نرنکاری نے دی ہے۔ "نانک برہم گیانی آپ پرمیشر" نہ تو انسان نے ہی تخیل کے زور سے خدا کا پتلا بنایا ہے اور نہ خدا نے ہی کسی بیرونی مادہ سے شکل انسانی کو سانچے میں ڈھال کر نکالا ہے یہ سب کچھ وہی ہے۔ اسی سے ہے۔ اسی میں ہے۔ اور ہر شکل میں ہر کال میں۔ ہر شے میں۔ ہر طرح سے وہی کچھ ہے ایسا سبق برہم رشیوں نے ہمالہ پر جگیا سوؤں کو پڑھایا تھا۔ اور وہی سبق برہم رشیوں نے مجھے اپنے قدموں میں بٹھا کر پڑھایا ہے۔!

(۱۰)

اے بھائیو! تمہارا خدا نہ تمہارے اندر ہے نہ باہر۔ بلکہ وہ اندر باہر دونوں سے پرے ہے۔ یہاں اندر باہر کی گنجائش نہیں ہے۔ بیج میں درخت ہے اور درخت میں بیج ہے۔ اسپر دوبارہ نانک نرنکاری پکار کر سناتے ہیں پرکھ میں نار۔ نار میں پرکھا بوجھو برہم گیانی۔ دھن مہ دھیان۔ دھیان مہ جانیا۔ گورمکھ اکتھ کہانی یعنی قدرت میں قادر ہے اور قادر میں قدرت ہے۔ برہم میں من ہے اور من میں برہم ہے۔ یہ اکتھ کہانی ہے جو گورو کے فیض و کرم سے سمجھ میں آتی ہے۔!

پھر کہتے ہیں اے گیانی جنو! اندر باہر کی تمیز باطل ہے! کیونکہ وہی اندر اور وہی باہر ہے۔

"انتر باہر ایکو سوئے!"

ایسا بچن نانک نرنکاری نے گائن کر کے طالبان حق کو سنایا۔

(۱۱)

پورن برہم درسی پرشوں کی بانی جنہوں نے سنی نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کا کسی انسانی وجود پر اعتقاد یا بھروسہ ہے ایسے پرش محض لوگوں کی بنائی ہوئی مشرق و مغرب کے علوم کی دو چار کتابیں پڑھ کر خیالی آزادی کے متوالے ایشور کے سروپ پر ویاکھیان کرتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں۔ مگر قول ان کا پھوک اور تھوتھا مغز (سار) سے خالی ہے۔ کیونکہ وہ گیان بدھ (علم کے مردہ) یہ نہیں جانتے ہیں کہ وہ برہم (قادر) پورن ہے اور اس کی قدرت بھی

پُورن ہے۔ جہاں اگیانی جیو صفحہ زمین پر رینگتے ہوئے چل رہے ہیں۔ وہاں پُورن گیانی بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ مگر انہیں کو۔ جنہیں اُن کی طلب ہوتی ہے۔ دوسروں کو ہرگز نہیں۔

یہ اُسی خُداوند کریم کی شان ہے کہ ہنس کو سبھاوک ہی مانسروور کی طلب ہُوا کرتی ہے۔ اور مانسروور بھی بغیر ہنسوں کے پہچانے نہیں جاتے۔ کہ وہ موتیوں کے چشمے ہیں۔!

(۱۲)

یہ ناستک لوگ کیوں اتنا غوغہ مچاتے ہیں؟ یہ لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ خُدا کو انسان نے اپنے تخیّل سے گھڑ لیا ہے کیا خوب! اگر خُدا کو گھڑ لینے کی طاقت انسان کو ہے تو انسان کو کس نے گھڑ کر بنایا؟ پھر اگر کہو کہ انسان خُدا کو گھڑ لینے کی طاقت رکھتا ہے تو بتایئے۔ کہ وہ کیا انسان کو گھڑ نہیں سکتا؟ یہ باتیں دلیل کے سامنے نہیں ٹھہر سکتیں۔ یہ جو کچھ ستھول۔ سوکشم۔ کارن رچنا ہے۔ یعنی جو کچھ شبد سپرش۔ رُوپ۔ رس۔ گندھ کے وشے ہوتا ہے۔ وہی ترگُن مایا برھم کی ہے۔ انہیں پنچ ماتراؤں سے سنسار بنتا ہے۔ من۔ پران۔ گیان اندریاں۔ کرم اندریاں۔ ہاڑ۔ ماس کا شریر نباس ہتی۔ کنرپربت۔ روی (سوریہ) سسی (چاند)۔ غرض کہ دہرت۔ پاتال۔ آکاش میں جو کچھ نظر آتا ہے۔ یہ سب کچھ پرکرتی ہے۔ اور جو اس کے پرکاش کرنیوالا ہے۔ اُسی کو تتو ودیا (گیانی) جن برھم کہتے ہیں۔ وہی سب کے دھارن۔ پوشن کرنیوالا اور گنوں کے بھوگنے والا ہے۔ چیہ۔ اچیہ بھوتوں کے باہر بھیتر پری پُورن ہے۔ اگرچہ خود ان گنوں سے اتیت ہے۔ مگر چونکہ یہ گن اُسی میں کلپت ہوتے ہیں۔ لا نعیر (اُدتی) ہونے کے کارن وہی چونکہ وشو رُوپ ہو کر بھاستا ہے۔ اسلئے چیہ۔ اچیہ بھی وہی ہے اور جس طرح سُورج کی کرنوں میں ستھت ہُوا جل۔ سوکھشم ہونے کے کارن سادھارن منشوں کو نہیں بھاستا۔ ویسے ہی سرب ویاپی پرماتما۔ بھی سوکھشم ہونے سے سادھارن بدھی والے پرشوں کے جاننے میں نہیں آتا۔ اسلئے "اوگیہ" نام سے رشی اُسے یاد کرتے ہیں۔ سرب پری پُورن ہونے سے اتینت (نہایت) سمیپ (نزدیک) ہے۔ کیونکہ وہ سرباتم ہے اور اگیانی لوگوں کے لیے جن کی درشٹی باہر کیطرف ہے وہ بہت دُور بھی ہے۔ اسپر نرنکاری گُورو کہتے ہیں۔

"سبھ تے نیڑے سبھوں تے دُور - نانک آپ الپت رہیا بھرپُور"

چُونکہ اُسی کے سنکلپ آدھار ہوکر یہ سمپُورن وشو پھر کر پرگٹ ہوتا ہے اور کال کے پرمان (اندازہ) کے مطابق پھر کر پھر لے (غائب) ہوجاتا ہے۔ اسی "گیہ" کو سرب بھُوتوں کے پیدا کرنے والا جان کر "برہما" نام دیتے ہیں۔ اور بھُوتوں کو دھارن پوشن کرنیوالا جان کر "بھُوت بھرتر" (وشنو) شبد سے یاد کرتے ہیں اور سبھاوک ہی ان سرب بھُوتوں کو اپنی اگم نیتی (قانون) کے انوسار مقررہ وقت کے بعد سنگھار (فناہ) کرنیوالا دیکھ کر "رُدر" (شِو یا مہادیو) نام سے اُس کی اُستتی کرتے ہیں۔ اے بھائیو! وہی پرماتم دیو سرب اور (طرف) سے ہاتھ پاؤں والا۔ اور سرب اور سے نیتر۔ سر اور مُکھ والا اور سرب اور سے کانوں والا ہے۔ چونکہ وہی سارے سنسار میں سرب کو ویاپت کرکے ستھت (قائم) ہے جس طرح منش کے شریر کے اندر بھی یہ عناصر خمسہ (پنچ تت) پرتھوی آدک اس شریر کا کارن ہونے سے ویاپت کرکے ستھت ہیں۔ اسی طرح سے وہ پُورن پرماتما سرب شریروں کا مُول کارن ہونے سے سارے جگت (چر۔ اچر) کو ویاپت کرکے ستھت ہے۔

(۱۳)

مگر اے بھائیو! اس دِشے میں کیا کوئی کہہ کر سُنائے۔ کہ وہ پرماتما۔ "اچِنتیہ" اور "اکھتنیہ" شبدوں کر کے کہا گیا ہے اُس لیلا مے دیو کی یوگ مایا اور پربھاو کو دیکھو۔ اکہ اگرچہ وہ سرب بھوتوں کے دھارن پوشن کرنیوالا بھی ہے۔ تو بھی واستو میں وہ بھوتوں کے اندر سھتِت نہیں ہے اور نہ ہی بھوت اُسے لپائمان کرتے ہیں۔ جیسے آکاش سے اُتپن ہُوا سربتر وچرنے والا۔ وائیو سدا ہی آکاش میں رہتا ہُوا بھی اسے سپرش نہیں کرتا۔ اسی طرح سے اُس پرماتما کے سنکلپ دُوارا اُتپتی والے ہونے سے سمپُورن بھوت اس پرماتما میں سھتِت نہیں ہیں۔ اس میں یہ وچار نِسچے ہوتا ہے۔ کہ یہ وِشو صرف نام۔ رُوپ ماتر ہی ہے۔ ورنہ اس کے اُوپر۔ نیچے۔ اندر باہر وہی برہم ہے۔ نرا کار برھم میں جو آکار مے وِشو بھان ہوتا ہے وہ صرف پرتیتی ماتر ہے۔ وُہی اس پرکار پرتیت ہوتا ہے۔ اور یہی یوگ مایا ہے!

اے بھائیو! نرنکاری گورُو کہتے ہیں۔

"جو دِیسے سو سگل تو ہے پسریا پاسار"

"اپنی مایا آپ پساری۔ آپے دیکھن ہارا۔ نانا رُوپ دھرے بہو رنگی سبھ تے رہے نیارا"

جو کچھ نظر آتا ہے وہ سرب وہی ہے۔ یہ سب پسارا اسی کا رُوپ ہے۔ کیونکہ سرب رُوپ کے نیچے اُسی کا آتما موجود ہے اس لئے وہی ایک آتم دیو سرب رُوپوں میں ظاہر ہُوا۔ سرب ناموں کو دھارن کرتا ہے۔ سرب شبدوں کا ارتھ وہی پرماتما ہے۔ اور سرب رُوپ اسی ایک کے ہیں۔ آپ ہی اس نے اپنی یوگ مایا کا کھیل پسارا ہے۔ اور وہ خود ہی اس کا ساکشی سرب سے پرے ہو کر سھتِت ہے۔ نانا رُوپ اُسی نے دھارن کئے ہیں۔ سرب رنگوں میں وہی یک رنگی ہے۔ سرب کے اندر باہر اور سب سے علیحدہ۔ اسچرج رُوپ ہے۔ اسچرج اس کا کہنا۔ سُننا۔ دیکھنا ہے۔ اس پر گور بانی میں آتا ہے۔

"وِسماد نیڑے وِسماد دُور۔ وِسماد دیکھے حاضرا حضور"

یعنی اس پرماتم دیو کا نزدیک اور دُور ہونا اور ساکشی ہونا۔ یہ سب کچھ اسچرج رُوپ ہے۔

"سرب رنگ اِک رنگ ماہیہ" "ایک رُوپ انیک درشن گین رُوپ انیک"

کھیل کھیل۔ اکھیل کھیلن انت کو پھر ایک"۔ سرب پالک۔ سرب گھالک۔ سرب کو پُن کال۔ جنتر منتر۔ براجہی۔ اودھوت رُوپ۔ رسال"۔

وہ دیو سرب کو پیدا کرنیوالا۔ سرب کی پرورش کرنیوالا سرب کے ناش کرنے والا پرمیشور جہاں کہاں پرکاشمان ہے۔ وہ نرلیپ (پاک) سرُوپ انند مے سرب کا آتما ہو کر براجمان ہے۔

(۱۴)

مایا یا پرکرتی کا پرکاشک۔ پریرک۔ یہ برہم دراصل خواہ سرپر دھاری بھی کیوں نہ نظر آئے۔ سرپر سے پرے ہی ہے جب یہ ساکشی ہوتا ہے تو اُسے "اپدرشٹا" کہتے ہیں اور جب یتھارتھ سمتی دینے والا ہوتا ہے تو یہی "انومنتا" ہوتا ہے یہی دیو بھوت پرانوں کا دھارن پوشن کرنیوالا ہونے سے "بھرتا" اور جیو آتما رُوپ سے "بھوکتا" اور برھما دکوں کا بھی سوامی

ہونے سے مہاں ایشور یا "مہیشور" کر کے بولا جاتا ہے۔ لیکن یہ نام تو اس کے پرکرتی سے مل کر ہوتے ہیں۔ واستو سروپ اس کا شدھ "سچدانند گھن" (ہستی مطلق۔ سرورِ مطلق۔ علم مطلق) ہے۔ یہ جیو کا جیو۔ آتما کا بھی آتما۔ "پرماتم" نام سے گائن کیا جاتا ہے۔ یہی جیووں کا جیو ہے اور تمام بیجوں کا بیج ہے۔ اسی لئے ہم گوربانی میں سُنتے ہیں۔

"نمو جیو جیوے۔ نمو بیج بیجے۔ ابھجے۔ ابھجے۔ سمستنگ پرسدھ جے"۔ "ہے پرماتم دیو! تجھے نمسکار کرتے ہیں ہم کہ تُو جیو کا جیو ہے اور سنسار میں تمام بیجوں کا واحد بیج ہے۔ تو ناش سے رہت۔ سرب سے پرے ہے۔ تیرے سنکلپ کے ادھار ہی سمپورن وشو اُتپن ہو کر کے ہوتا ہے! تُو ہی پوجنے یوگ اور تُو ہی دھیان یوگ ہے۔

(۱۵)

یہ پہلے کہا گیا ہے کہ وہی برہم ثبوت پرانیوں کو اُتپت کر کے لے کر نیوالا ہے اسلئے وہی گیہ "جاننے یوگیہ اور وُہی اُپاسنے یوگ ہے۔ جن پُرشوں نے پُتر۔ استری۔ دھن گرہ آدک پدارتھوں میں آسکتی اور ممتا کو تیاگ کر ویراگ دھارن کیا ہے۔ اور سنسارک گتی کو دیکھ کر روگ۔ جرا۔ (بڑھاپا) جنم۔ مرن کے دُکھوں پر بارم بار وچار کر کے شُدھ ایکانت دیش میں بیٹھ کر اُس سرب ویاپک۔ سرب شکتی وان پرمیشور کا دھیان کیا ہے اور سوارتھ اور ابھمان کا تیاگ کر کے شردھا بھاؤ کے سہت اور پریم سنجگت ہو کر اس بھگوان کا چنتن کیا ہے۔ وہ اندریوں کے بھوگ خواہ وہ اس لوک کے ہوں خواہ پرلوک کے ہوں۔ بے رس جانکر برہم شرو تری۔ برہم نشٹھی گورو کی سیوا نہ کپٹ ہو کر برہم گیان پراپتی کی خاطر کرتے ہیں۔ اور من بانی شریر میں شدھی اختیار کر کے منو برتی کو نرودھ اوستھا میں لاتے ہیں۔ اپنے جیون کو پوتر اور سپھل کرنے کو اپنی پوجا پرستشٹا۔ مان بڑائی کا خیال ترک کر کے اہنسا (من۔ بانی۔ شریر سے کسی کو دُکھ نہ دینا) کا برت دھارن کرتے اور دُکھ دینے والے کو کھما کا دان دیتے اور دُکھ سُکھ میں سمان رہ کر ہرکھ شوک کو سہن کر سہارتے ہیں۔ وُہی ایشور کے سچے پُجاری ہیں۔ وہی انن بھگت اور گیانی مہاتما پُرش ہیں۔ اور جو لوگ ان گنوں سے خالی ہیں وہ بھُولے ہوئے دنبھی اور اگیانی ہیں۔

(۱۶)

ایشوری گیان کے سادھن کو کہہ کر اب دھیان کہتے ہیں۔ "سربیشور" اور "جگتیشور" ہوتا ہوا بھی وہ برہم سرباتم ہے۔ یعنی سب کا اپنا آپ ہے۔ آپنے آپ سے مُراد واستو سروپ ہے۔ اس کی پہچان کے لئے سربگیہ مُنیوں نے آتم دھیان کتھن کیا ہے۔ اگرچہ وہ پرماتما اندریوں سے گرہن نہیں کیا جاتا اور نہ ہی من سے چنتن کیا جا سکتا ہے تو بھی عکس اُس کا برھما کار ورتی میں دیکھا جاتا ہے۔

جسطرح انسان اپنا چہرہ صاف شیشہ میں دیکھ سکتا ہے۔ شیشہ سے مُراد یہاں بُدھی ہے اور صافی سے مُراد گناہ سے بریت ہے۔ سب سے بڑا پاپ پرنند ا ہے۔ اس سے اُتر کر پر دھن اور پرتی کا گرہن ہے اور ایرشا۔ چھل۔ کپٹ جھوٹ۔ دنبھ۔ ان سے نیچے آتے ہیں۔ جب انسان ست سنگ کے طفیل کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار کو نشٹ کر کے اپنے ہردے میں ست۔ شیل۔ سنتوکھ۔ دیا۔ دھرم۔ شوچ کو جگہ دیتا ہے تب ہی وُہ کل دوش سے رہت ہو کر "پاون ہردے" کہا جاتا ہے۔ شُدھتائی گویا ہردے روپی بھُومی کو ہانی کارک جھاڑیوں سے صاف کر کے ہل جوت کر پانی جذب کرنے کے قابل بناتا ہے۔ صاف ہردے میں برہم ودیا کا حل سنچن کر کے پھر اس کے اندر ایشور کا نام۔۔

(نِہاواک) رُوپ ستگورُو کے پرساد سے بویا جاتا ہے۔ اِس ہردے میں (جسکی چار شکلیں چِت منّ بُدھ اہنکرن ہیں) رگوبی کھیت کے چاروں طرف۔ ایشور اُستتی۔ پرارتھنا۔ نام جپ اور تتو بودھ کی باڑ اس بیج کو محفوظ رکھنے کے لیے دی جاتی ہے۔ تت پر ہو کر حوصلہ سے دھیرج کو قائم رکھکر اپنے لکش کا سدیو دھیان رکھنا۔ نرمی۔ گرمی میں مان اپمان اُستت نندا کو سم جان کر سدیو اُس پرماتم دیو کے چرنوں میں انُراگ سہت پرائن رہنا ہی اس کی رکھوالی ہے سما پا کر مناسب حالات کے اندر مقررّہ نیم کے انوسار وہ بیج انکر نکالتا ہوا درخت کی شکل میں پسر جاتا ہے۔ اور آخر میں پھل کو اپنے اوپر ظاہر کرتا ہے۔

(۱۷)

پسرنا اس برہم برکش کا کیا ہے؟ بھُومکا کا اُدے ہونا۔ بھُومکا کس کو کہتے ہیں۔ اَسُتیہ سے اُپرام ہو کر ستیہ وستُو میں ورتی کا ندا کار ہو جانا۔ اسے پرماتم دیو کے بھگت جنو! بھُومکا سے مُراد حالت یا آوستھا کا ہے۔ یہ حالت رفتہ رفتہ بدلتی جاتی ہے جس طرح زہر کھا جانے والے آدمی کے خون میں زہر مل جانے سے اُس کی حالت دِگرگوں ہوتی جاتی ہے۔ اور آخر کار اُس کی شریک (جسمانی) موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سے نام امرت کو صحیح طریقہ سے پی جانے والے کی حالت دن بدن تبدیل ہو کر آخر کار اس کی مانسِک (نفسانی) موت واقع . . . .

. . . .

ہوتی ہے۔ یعنی من اُس کا نشٹ ہو جاتا ہے۔ اور جیو سے برہم یعنی فانی سے باقی۔ ناشوان سے ابناشی ہوتا ہوا مِرت سے امرت پد کو پراپت ہوتا ہے۔

(۱۸)

اب جیو سے برہم ہونے کے کرم کو کہتے ہیں۔ ماتا کے گربھ سے نکل کر ذرا بڑا ہو کر ماتا۔ پتا۔ گورُو کی سکشا سے پاپ پُن کا وِچار کرتا ہوا انت اِنت کے وویک کو پاتا ہے۔ دُکھ رُوپ سنسار کی گتی کو دیکھ کر ایشور پرائن ہوتا ہے۔ پھر پریم سے ایشور کے گنوں کا وِچار کرتا ہے۔ دُرجنوں کی سنگت سے دُور رہ کر دُرواسنا (بُری کامنا) کو چھوڑتا ہے۔ شُبھ اِچھا کام اور کرودھ یعنی راگ اور دویش سے بچ کر رہتا ہے۔ مہاتماؤں کی سنگت کھوجتا۔ تیرتھ یاترا کے ذریعہ سے بھجن کیرتن۔ سمرن۔ سیوا میں تن من دھن کو لگاتا ہے۔ اکانت میں پرسن ہو کر اپنے آپ کو ایشور کے سمرپن کرتا ہے۔ اسطرح سے شبد آدی وِشئے پا کر وہ وِکاری نہیں ہوتا۔ نراہنکار۔ اسنگی اور دھیر دھرماتما ہو جاتا ہے۔ ابھیاس کے بل سے آتم درسن پا کر سنسار کے تمام پدارتھ بے رس معلوم ہونے لگتے ہیں۔ یہاں اُسے سنسار سوپن کا کھیل بھاستا ہے۔ اور جیوں جیوں درتی گوڑھ ہوتی ہے یہ سنسار اُسے سکھوپت ہو جاتا ہے۔ آگے چڑھ کر اہنگ بھاؤ اُس کا جاتا رہتا ہے اور آخر میں وہ برہم رُوپ ہوا ترِیا تیت پد کو پاتا ہے۔

(۱۹)

اہنکار ہی سرب دُکھوں کا مُول کہا گیا ہے۔ اہنگ بھاؤ سے خلاصی پانا ہی مُکت یا نِربان ہونا ہے۔ نِربان پُرش کا نشچے کہتے ہیں۔ بستار رُوپ جگت یہ جو کچھ بھی بھاستا ہے۔ برہم ہی ہے۔ وہی نرمل تتو اپنی مہماں میں استھت ہو کر انیک رنگ کھیل کر رہا ہے۔ جیسے سمندر میں ترنگ طرح طرح کے پیدا ہو کر استھت ہوتے اور لے ہوتے ہیں پرنتو وہ سارے

جل رُوپ ہی ہیں جل سے الگ نہیں - اسی طرح بھوگتا اور بھوگ دونو برہم رُوپ ہیں۔ منتر شتر سب برہم ہیں۔ ہون کرنیوالا - اگنی ارپن۔ ہون ساگری۔ منتر۔ ہون کا پھل یہ سب برہم ہی ہے۔ راگ دویش گلنا سے رہت وہ کیا دیکھتا ہے۔ اُدھشٹاں بھی برہم ہے۔ گوٹ بھی برہم پٹ بھی برہم۔ کال بھی برہم اکال بھی برہم ہے۔ مرتا بھی برہم ہے۔ مارتا بھی برہم ہے۔ جس طرح ایک ترنگ سمندر کی سطح سے اُٹھ کر تھوڑی دیر ٹھہر کرلے ہو جاتا اور دوسری جگہ پر نئی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ جیو نانا آکاروں کو دھارن کرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر اسطرح سے کچھ اور کا اور نہیں ہو جاتا ہے۔ سمندر جیوں کا تیوں لہروں کی نمائش کرتا ہوا اپنی مہماں میں استھت رہتا ہے۔

(۲۰)

لیکن جس ترنگ کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ وہ جنم (پیدائش) جیون (زندگی یا ہستی) اور مرن (فنا) کال میں کبھی جل سے جُدا نہیں ہُوا تھا۔ وہ ہر حال مکت یا آزاد رہتا ہے۔ کیونکہ جل کا سبھاؤ کبھی جل سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ جل خواہ ہزار ہا ترنگ بن کر کھیل کرتا ہے۔ لیکن کچھ اور کا اور نہیں ہو جاتا۔ اسپر ہی گوربانی میں آیا ہے۔

"ہر ہر جن دوئی ایک ہیں بب بچار کچھ ناہیہ۔ جل تے اُپج ترنگ جیوں جل ہی بکھے سماہیہ"

جس بچار سے تبدیرج یہ جیو آتما اپنے میں پرم آتما کے درشن دیکھتا ہے اور ابھید نسچے کو پاکر کرتارتھ ہو کر اس دُنیا میں اڈول اور سُتنتر بچرتا ہے اُسی نقشہ کو نرنکاری کلام میں ایک منوہر گیت کے ذریعہ دکھلایا گیا ہے۔

راگ آسا محلہ ۵

۱- نا اوہ مرتا نا ہم ڈریا ۔ نا اوہ بنسے نا ہم کڑیا۔
نا اوہ نردھن نا ہم بھوکے ۔ نا اُس دوکھ نا ہم کو دُوکھے
۲- نا اُوس بندھن نا ہم بانڈھے ۔ نا اُس دھندھا۔ نا ہم دھانڈھے
نا اُوس میل نا ہم کو میلا ۔ اُس آنند۔ تا ہم سد کیلا
۳- نا اُوس سوچ نا ہم کو سوچا ۔ نا اُس لیپ نا ہم کو پوچا
نا اُوس بھوکھ نا ہم کو ترسنا ۔ جا اوہ نرمل۔ تا ہم جچنا
نانک گور کھوئے بھرم بھنگا ۔ ہم اوہ مل ہوئے اِک رنگا

ترجمہ:- ۱- پرماتما ابناشی ہے - اسلئے اِس آتما کو موت کا ڈر نہیں۔ وہ اکال ہے - اسلئے آتما بھی مرتو سے رہت ہے۔ وہ نرِدکھ ہے - اسلئے آتما بھی دُکھ سے رہت ہے - وہ ست کام ہے - اسلئے آتما بھی ستیہ کام ہے۔

۲- وہ سدیو مُکت ہے اور جنجال سے آزاد ہے - اسلئے آتما بھی نربندھ اور مایا جال سے آزاد ہے۔ وہ نرمل اور آنند مے ہے اسلئے آتما بھی پوتر اور سُکھ سروپ ہے۔

۳- وہ تمام پھرنوں سے رہت اور نرلیپ ہے - اسلئے یہ بھی سدیو موکن روپ اور بے لوث ہے۔

نہ اُسے ترشنا ہے۔ نہ آتما کو ہی کسی شے کی خواہش ہے۔ اُسے ایسا پاک اور پوتر جان کر ہی ہم نے اس کی طلب کی ہے گورونانک دیو کہتے ہیں ہمارے تمام شکوک رفع ہو گئے ہیں۔ اب آتما اور پرماتما ایک ہی روپ نظر آتے ہیں یعنی بھید درشٹی کا ناش ہو گیا ہے۔

(۲۱)

اے بھائیو! اس امولیہ مانش جنم کا یہی لابھ ہے کہ اُس پرماتما کی بھگتی یوگ پہچان کی جاوے۔ انسان کی تین اوستھائیں (بال۔ جوبن اور بردھ) برتھا ہی ہیں۔ اگر یہ اُس ہری کے سمرن سے خالی گذر جائیں جنہوں نے ہری سے وِمکھ ہو کر اپنا جیون اکارتھ کھو دیا ہے۔ اُن کا اس بھوساگر میں آنا نشپھل ہے۔ راون اور ہرن کشپ جیسے مہابلی راجہ بھی اپنا آپ پیش پیچھے چھوڑ کر راہی عدم ہو گئے۔ اور شری رام اور یدھشٹر آدک اپنا نام مریادا پرشوتم اور دہرم پال چھوڑ گئے بل۔ بدھی۔ دھن وہی سُدکار تھ ہیں۔ جو ہمیں ہری سمرن میں سہایک ہوں ورنہ یہ بھی بندھن روپ پاپ کا کارن ہی ہیں! جب وقت ہری سمرن کا موقعہ ہوتا ہے اُس سمے کو تو ہم وشے بھوگ میں صرف کر دیتے ہیں۔ پھر مرن کال میں پچھتاتے اور ہاتھ ملتے ہیں۔ مگر گذرا ہوا وقت دوبارہ ہاتھ نہیں آتا۔ ایسا کوئی آدمی نہیں جس کی سب آرزوئیں بر آئیں۔ اسلئے جھوٹی خواہشات کو چھوڑ کر من کو ہری کے چرنوں میں لگانا چاہیئے! یہ مانش جنم تو اسلئے ملا تھا کہ ہری بھگت سے پرم پد کی کھوجنا کی جائے۔ جس پد کا اُپدیش بھگوان کرشن دیو نے ارجن کو دیا۔ اور جس کا رہسیہ شری گورونانک نرنکاری نے سری گورو انگد دیو کو بتایا۔ جس پد کی پراپتی کے لئے ہمارے بزرگ رشی اس وشال ہمالہ پربت کی پوتر کندراؤں میں پدم آسن لگا کر یوگ دھارنا کے بل سے دسم دوار میں ورتی کا نرودھ کر کے برھم جوتی میں نروکلپ سمادھی کے (جو کہ دہرم کا بادل ہے) رس کو پان کر کے امرت مے ایشور کے چرنوں کا سپرش کر کے برھم لکشمی کی شوبھا کو پا کر جیون مکت ہو کر بچرتے تھے آج اسی پد کا یہ وچار مانش ماتر کو مبارک ہو!



کون کسی کا جگت میں جگت کسی کا ناہیں! - کاہے جیون کھوت ہے بھول بھرم کے ماہیں
جیون ملیا جاپ کو تو بھی کر لے جاپ - یاد کریں اک رام نوں بھل کے اپنا آپ
اپنا آپ بھلائے کر رین دوس کر جاپ - نرمل ہند ہو جائیں گا پاپ کٹیں گے آپ
میری میری کیوں کریں میری چیز نہ کوئے! - دینے والا رام ہے نام اور کا ہوئے!
کرنی کرنی سب کہیں کرنی کرے نہ کوئے - کرنی کرے جو ایک پل جو چاہے سو ہوئے
رام نام سب ایک ہیں کہن سُنن کا پھیر - ان میں کوئی بھید ہو ایسا نہیں اندھیر
کون سوامی رام کا کون رام کا داس! - سیوک سوامی ایک رس لیتے ایک سواس
رام پتا سنسار کے سارے اُن کے پوت - اک پتا کے ہم رہے کھیلیں پوت کپوت

حمد و ثنا!

از جناب حضرت حالی پانی پتی

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا — باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا۔
ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ — ہر دل پہ چھا رہا ہے رعبِ جمال تیرا
کاوش میں ہے الٰہی دُگدا میں ہے طبیعی — جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا
چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پہ دل بندھے ہوئے ہیں — ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا
گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں — لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا
پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی — پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں جال تیرا
اُن کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی — آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا
دل ہو کہ جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھیے — دل ہے سو چیز تیری جاں ہے سو مال تیرا
ہے پورِ زال سے دل اُس کا قوی زیادہ — رکھتی ہے آسرا یاں جو پیر زال تیرا
ہے پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی — یارب کبھی نہ پائے زخم اندمال تیرا

بیگانگی میں حالی یہ رنگِ آشنائی!
سن سن کے سر دھنیں گے قالِ اہلِ حال تیرا

مرسلہ چرنجی لعل گپتا بی۔اے موگا



رسالہ اوم لاہور
کا

ایشورانک
(حصہ دوم)

جیون مکت پرشوں کی
کتھائیں

ایڈیٹر ۔ گورکھ ناتھ نندہ

بسم ستنیم

سرب ادھار





(از قلم شری یوگیراج مہاتما منگت رام جی مہاراج!)

توُں کرتا کرتار ہے سب جگ سرجنہار
بار بار کروں بندھنا توُں دینا ناتھ دیال
اپنی کلا کو دھار کے رچیئو جگت پسار
سرب جگت کا رکھیک نت ہی کرے پرتپال
چار وید جس گاوندے گنی منی جن انیک
انمت موُڑھا آیا پربھ توُرے در بھیکھار
آٹھ پہر تُم پریم میں منواں لہے نو لین
شیش سہنس مکھ گاوندا پل پل نام آپار
پاپ کوُپ بھمت کرو دیجو ست وچار
کل یگ گھور آدر تیاست دھرم بھیو ناش
پل پل کیجوں بندھنا توُں ساکھی پرکھ آپار
نہہ مائیاں کا مان توُ سرب کال رچھپال
انک بھانت استت کروں توُں دین بندھو داتار
نمکھ نمکھ سمرن کروں گوبند سرب کرپال
سب جگ تمرا کھیل ہے نت راکھوں تمری ٹیک
دیجو بھگتی دان پربھ نت من کروں پکار
دین دیال دیا کرو ہر ہو بدھ ملین
مہما تیری کیا کتھوں توُ آپے سرب ادھار
نت سمروں تیرے نام کو نت چرنی سکھ دھار
گوُڑ کپٹ کی سمپتا سب گھٹ کیتو پرکاش

راکھن ہار آپار توُں نت ہی تیری آس!
منگت نت سرناگتی ہرو بھرم کی پیاس!

اوم

کرشن دروپدی

از امیر الشعراء دیوان پنڈی داس صاحب قمر مصنف کتب ہرے کرشن گنگا۔ دورِ قمر۔ گورو نانک درشن وغیرہ

شوقِ قمار بازی میں ہارے وہ تخت و تاج   پانڈوں کا یوں فنا ہوا پل میں تمام راج
ہوش و خرد کیساتھ ہی برہم ہوئے مزاج   شاہوں کو دم زدن میں گدائی ملی ہے آج
پھر یہ غضب کہ داؤ پہ ہاری دروپدی
جت ست سروپ کرشن کی پیاری دروپدی

پیشِ نظر تھا چاروں طرف منظرِ الم   ناکامیوں کا ٹوٹ پڑا سر پہ کوہِ غم
افتادہ وہ پڑی تھی کہ اُٹھتے نہ تھے قدم   بہتر تھی زندگی سے اُنہیں منزلِ عدم
ساعت وہ آگئی، جو بڑی نامراد تھی!
اِس وقت دل میں کرشن کنہیا کی یاد تھی

کوروں کا حکم لرزہ تھا نظم و نظام میں   لاؤ پکڑ کے دروپدی دربارِ عام میں
کپڑے اُتار دیجئے اُس کے تمام میں   اب فرق کیا ہے اِس میں اور ادنیٰ غلام میں
اپنے پرائے خوف سے خاموش ہو گئے
اس غم الم سے سینکڑوں بیہوش ہو گئے

اُس وقت کرشن کرشن کی آواز لب پہ تھی
گویا دھروپدی کے یہی ساز لب پہ تھی
موہن کی یادِ صورتِ ہم راز لب پہ تھی
اُمیداُس کے نام کی دَم ساز لب پہ تھی
آجاؤ کرشن کرشن یہ کہتی ہے دھروپتی
کوروں کے ظلم بزم میں سہتی ہے دھروپتی

جب دوارکا میں شیام کے دَر پر دُعا گئی!
آہ وفغاں کے ساتھ وہاں التجا گئی
طوفانِ اضطراب کی صُورت جفا گئی
سمجھے پربھو کہ ابلا کی شرم وحیا گئی
پھر بہر پردہ پوشی بڑھاتے ہیں چیر کو
دیتے ہیں ضُعفِ قلبِ دوشاشن سے بیر کو
ساڑھی کے بعد ساڑھی کا دریا رواں ہوُا
کپڑوں کا ڈھیر بزم میں گنج گراں ہوُا
چہرہ عدو کا زرد گُلِ زعفراں ہوُا
بھگوان کرشن چارۂ بے چارگاں ہوُا
اپنی بھی لاج ہے اُسی دلبر کے ہاتھ میں
جلوہ ہے جس کے نُور کا کُل کائنات میں

دعا

جو سایۂ حفاظت میں پروردگار عالم
محفوظ ہے وہی اک
خطروں کا ڈر نہیں ہے ہاتھ نارسا ہے
پروردگار عالم تجھ سے یہ التجا ہے
(رگ وید)

ایک ٹھگ رگھوناتھ

(از قلم شریمان رام بخش صاحب تلونی وکیل پھلور)

بابو کشور چند دھرم کورٹ کے چوٹی کے وکیل گنے جاتے تھے۔ تھوڑے عرصہ کی وکالت میں ہی کافی شہرت کے مالک بن گئے تھے۔ برلب سڑک ایک عالیشان کوٹھی بھی تعمیر کی۔ آدمی بارسوخ تھے۔ ہر انتخاب میں بلا مقابلہ کمیٹی کے ممبر بنتے۔ سائیوں کی ہر ایک بات غور سے سُنتے۔ اور اُن سے خندہ پیشانی سے پیش آتے

اِن کی بیوی دھارمک خیالات رکھنے والی دیوی تھی۔ ہر روز علی الصبح اُٹھ کر اشنان کرتی۔ پھر کچھ عرصہ پُوجا میں مشغول رہتی۔ پتی سیوا اُس کے لئے سب سے اُتم فرض تھا۔ گھر میں کام کرنے کے لئے کافی نوکر تھے۔ مگر کشور چند کو کھانا وُہ اپنے ہاتھ سے کھلاتی۔ اور ان کے نہانے کے لئے پانی خُود بھرتی۔ ان دو کاموں میں اسے حد درجہ مسرت حاصل ہوتی تھی۔ اس کا نام لکشمی تھا۔

بابو کشور چند کا حلقہ احباب بہت کافی وسیع تھا۔ لکشمی کے جذبات کا احساس کرتے ہُوئے۔ وُہ اپنے مکان پر کبھی شراب کا استعمال نہ کرتے۔ اور نہ رسوئی میں گوشت پکنے کی اجازت دیتے۔ گھر کے باہر جب کبھی کسی پارٹی میں شامل ہوتے۔ تو یار دوستوں کے اصرار پر ایک دو گھونٹ لال پری کے پی لینے میں چنداں نقصان خیال نہ کرتے تھے۔

ان کے اکلوتے لڑکے مدن کی عُمر تین سال کی تھی۔ مُنڈن سنسکار کے لئے رام نومی کا دن مقرر تھا یار دوستوں نے اس تقریب کے موقعہ پر ایک پُر تکلف دعوت کا مُطالبہ کیا تھا۔

(۲)

بابو کشور چند یُوں تو ہندو سنسکاروں کی اہمیت اور فضیلت کے قایل نہ تھے۔ مگر لکشمی کا انہماک دیکھ کر وُہ بھی خُوشی خوشی حصّہ لے رہے تھے۔ چندن۔ دھوپ۔ چاول۔ سامگری۔ پھول۔ ناریل غرضیکہ سب چیزیں خُود جا کر خریدیں۔ دوستوں کی ضیافت کے لئے سامان اس مقدار میں آیا کہ لکشمی ہنس کر بولی۔ کہ ایسی پُر تکلف دعوت کا انتظام تو آپ کے بیاہ پر بھی نہ ہُوا ہوگا۔"

کشور چند اس پُر مسرت مذاق کا مزہ لیتے ہُوئے بولے" اس کمی کو آج پُورا کر رہا ہوں۔ اچھّا اب دیکھ لو۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اب کہہ دو کل کو —— دوستوں کے مجمع میں مجھے بلا بلا کر تنگ نہ کرنا۔"

میرے خیال میں پُوجا کا سب سامان پروہت جی کے ارشاد کے مطابق آگیا ہے۔ آپ برہم بھوج کے لئے گیارہ برہمنوں کو نمنترن دینے کا پربندھ کر دیں۔

بابو کشور چند انگریزی تعلیم یافتہ تھے۔ مغربی خیالات کافی حد تک ان کے دل پر غلبہ [illegible]

دیوار مغربی تمدن کی طغیانی میں آہستہ آہستہ گر رہی تھی۔ ان کے دل میں براہمنوں کی نسبت شردھا کا جذبہ نہ تھا۔ ان کی دلی خواہش تھی۔ کہ سنسکار کے پروگرام میں سے برہم بھوج کی مد معدوم ہو جاتے۔ مگر لکشمی کی برہم بھوج کے لئے عاجزانہ استدعا کو رد کرنے کا ان میں حوصلہ نہ ہوا۔ بولے

برہم بھوج! "یہ بھی ہو جائے گا"۔

(۳)

رام نومی کے دن صبح ہی اُن کی کوٹھی پر بینڈ بجنے لگا۔ ۹ بجے دوست متر آنے شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر دینا ناتھ۔ ماسٹر بیجناتھ۔ بابو تاراچند۔ اور لالہ آنند سروپ ان کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ پروہت نے سنسکار کی کارروائی شروع کی۔ لکشمی اپنے پتی کے ساتھ آسن پر بیٹھی۔ بابو کشورچند نے بیٹھتے ہی پروہت جی کو جلدی کرنے کے لئے کہا۔ ان کے چاروں دوست خاص بیٹھک میں تاش کھیل رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ شیشہ و ساغر کا شغل بھی چلتا تھا۔ انہیں اُمید تھی کہ ایسے خوشی کے موقعہ پر لکشمی اُن کے اس شغل کو بُرا نہ منائے گی۔

سنسکار کی کارروائی میں دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ مدن کے سر کے بال اتارے گئے۔ ریشمی صافہ اور ریشمی کوٹ پہنائے گئے بابو کشورچند فارغ ہوتے ہی مدن کو اٹھائے ہوئے بیٹھک میں داخل ہوئے۔ دوستوں نے مبارک مبارک کہہ کر استقبال کیا۔ ڈاکٹر دینا ناتھ نے ساتھ ہی گلاس بھی پیش کر دیا۔ بابو کشورچند نے فوراً ہی منہ سے لگا لیا۔ دوستوں نے تالی بجائی نوکر آ کر مدن کو لکشمی کے پاس لے گیا۔ اُس کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ سہیلیوں میں لڈو تقسیم کئے گئے۔ غربا میں پیسے بانٹے گئے۔ ادھر لکشمی اپنے کام میں مشغول تھی۔ اُدھر بابو کشورچند اپنے دوستوں کے پاس بیٹھے شغل کر رہے تھے۔

ایک سادھو گلی میں گاتا ہوا جا رہا تھا۔

سنگ سکھا سب تج گئے کوئو نہ نبھیو ساتھ
کہہ نانک اس بپت میں ایک ٹیک رگھوناتھ

سادھو بیٹھک کے سامنے آ کر رک گیا۔ اور وہی پد زور سے گانے لگا۔ لالہ آنند سروپ بولے "او فقیر! کیا تو بیوقوف ہے ایسے خوشی کے موقعہ پر ایسا راگ گاتا ہے"!

"سادھو کے لئے ہر وقت ہی خوشی ہے"!

بابو تاراچند سادھو کو دھمکاتے ہوئے بولے کیوں بے معنی بکواس لگائی ہے۔ دُور جاؤ"۔

"سادھو کی بات بے معنی نہیں ہوتی"۔

ڈاکٹر دینا ناتھ سادھو کو بحث کرتے دیکھ کر تلملا گئے۔ اور سادھو کو کھسیانا کرنے کے لئے۔ اس کے برتن میں ایک گلاس کی باقی ماندہ شراب اُلٹا دی اور ساتھ ہی سادھو کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا۔

سادھو کے جانے پر سب نے تالیاں بجائیں۔

(۴)

لکشمی برہم بھوج کی تیاریوں میں مشغول تھی۔ اس نے بڑی شردھا سے خود برتن صاف کئے۔ مدن کو اس نے بیٹھک میں بھیجدیا۔ بابو کشورچند اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر پروگرام کے مطابق دریا کی سیر کو روانہ ہو گئے۔ ایک نوکر مدن کو گودی میں

لے کر ساتھ گیا۔ دریا پر پہنچکر شراب کا شغل پھر جاری ہوگیا تاش کی بازیاں کھیلی جانے لگیں۔ مدن اچھل کود کر کھیل رہا تھا۔ کشور چند اس کی متوالی چال کو دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا۔

بارش ہونے کی وجہ سے دریا چڑھاؤ پر تھا۔ بابو تاراچند سادھو کی نقل اُتارتے ہوئے گا رہے تھے۔

سنگ سکھا سب ساتھ ہیں بوتل اور گلاس
کہہ تاراچند سادھ تو کرتا تھا بکواس

اِس پر سارے دوست کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ اور تاراچند کو دوبارہ یہی پد گانے کی فرمائش کی۔ تاراچند سادھو کی طرح آواز بنا کر کہنے لگا۔

"سنگ سکھا سب ...."

ابھی پد ختم بھی نہ ہوا تھا۔ کہ نوکر دوڑتا ہوا آیا اور روتے ہوئے بولا۔ "بابوجی! مدن .... دریا"

وہ آگے نہ بول سکا۔ آنکھوں سے دریا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور ہاتھوں کو مل کر بے بسی کا اظہار کر رہا تھا۔ معاً خوشی کی محفل غم میں تبدیل ہوگئی۔ کوئی بھی تیرنا نہیں جانتا تھا۔ بابو کشور چند غش کھا کر دھڑام سے گر پڑے۔ ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ نوکر اپنی جان پر کھیلتے ہوئے مدن کی تلاش میں دریا میں کود پڑا۔ مگر نصف گھنٹہ کی تلاش بھی بے سود ثابت ہوئی سب کے سب بچشم پُرنم گھر کی طرف روانہ ہوئے

(۵)

لکشمی کو ایک نوکر کی زبانی پتہ لگ گیا تھا۔ کہ بابو کشور چند مدن کو ساتھ لے کر معہ اپنے دوستوں کے دریا کی سَیر کو گئے ہیں اسی نوکر نے سادھو کے نرادر والی بات بھی گوش گذار کردی تھی۔ لکشمی کی خواہش تھی۔ کہ وہ گھر میں آئے ہوئے براہمنوں کے پاؤں اپنے پتی سے دھلوائے گی۔ خواہ اس کو اس مطلب کے لئے ان سے لڑنا جھگڑنا بھی پڑے۔ مگر ان کو غیر حاضر پاکر وہ بہت مایوس ہوئی۔ جس طرح کوئی پیاسا مسافر کوئیں کے پاس جاکر کواں خشک پائے۔

براہمنوں کے پاؤں اس نے خود دھوئے۔ بڑے پریم اور شردھا سے اُن کو کھانا کھلایا۔ جب برہمن کھانا کھا چکے۔ تو اُن کو دکشنا کے طور پر ایک ایک روپیہ اور ایک ایک دھوتی دی۔ براہمن لکشمی کے دھارمک بھاؤ اور شردھا سے نہایت پرسن ہوئے اور ہر ایک نے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کی کہ "ہے پربھو مدن کی آیو بڑھے اور وہ دنیا میں نام پیدا کرے"۔ جس وقت برہمن یہ پرارتھنا کر رہے تھے۔ اُسی وقت بابو کشور چند روتے چلاتے کوٹھی میں داخل ہوئے۔ اور ہائے مدن ہائے مدن کہہ کر صحن میں گر پڑے شہر کے لوگ ان کے پیچھے آرہے تھے۔ جو سُنتا رو پڑتا۔ کوئی کہتا۔ "بابوجی! اس صدمہ کے اہل نہ تھے۔ نہ معلوم بھگوان نے انہیں ایسا دُکھ کیوں دکھایا"۔ دوسرا بولا "ہری اچھیا کے آگے چارہ نہیں۔ خوشی اور غمی ایک ہی وقت"۔

لکشمی کے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ وہ کچھ عرصہ بُت بہ دیوار بنی رہی۔ پھر غش کھا کر زمین پر گر پڑی۔ جہاں خوشی کے باجے بج رہے تھے۔ وہاں رنج و افسوس کی چیخیں سنائی دینے لگیں کون کسی کو سمجھاتے۔

لکشمی کی سہیلیاں اس کی غشی کو اتارنے میں مصروف تھیں۔ بابو کشور چند کے دوست حواس باختہ دوڑے پھرتے تھے۔ ڈاکٹر دینا ناتھ نے اپنے آپ کو قابو میں کیا۔ اور پتی پتنی کی تیمارداری میں لگ گئے۔ لکشمی کو تین گھنٹہ کے بعد ہوش آئی۔ ہوش آتے ہی اس کی زبان سے یہ شبد نکلے۔ "پربھو یہ کیوں؟"

(۶)

دُنیا میں ہر جگہ خیال کی حکومت ہے۔ ہر ایک شخص اپنے خیال کے مُطابق واقعات سے نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ خوشی اور غمی کا وجود بھی خیال پر ہی انحصار رکھتا ہے۔ رات کو بابو کشور چند ایک کمرہ میں لیٹے ہُوئے تھے۔ آنکھوں میں نیند مُطلق نہ تھی خیالات کے سمندر میں مستغرق وہ صُبح سے لے کر شام تک کے واقعات پر غور کر رہے تھے۔ مدن کی یاد اُن کے دل کو تڑپا رہی تھی اسی طرح سوچتے سوچتے آدھی رات ہوگئی۔ خیال آیا کہ لکشمی کی نسبت کوئی پتہ نہیں لیا۔ ماں کی ممتا کوئی چھُپی ہُوئی بات نہیں۔ اُسے جا کر حوصلہ دینا چاہیئے۔ اور نہیں تو اس کے پاس بیٹھ کر دل کی بھڑاس نکلے گی۔ دونو مل کر مدن کی یاد میں روئیں گے۔ تو دل کا بوجھ ہی ہلکا ہوگا۔ لکشمی کی آنکھوں سے نیند کوسوں دُور تھی تعجب کی بات یہ تھی۔ کہ اس کی آنکھوں سے ایک بھی قطرہ آنسوؤں کا نہ نکلا تھا۔ ممتا کا دریا اُوپر سے پُرسکون نظر آتا تھا۔ مگر اس کی نچلی سطح پر لہریں پُورے جوش سے اُٹھ رہی تھیں۔ وہ اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کرتی۔ مگر مدن کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھچ جاتی اور اُسے بیچین کر دیتی۔ ایسے وقت میں اس کے دھارمک خیالات کام آتے۔ آتما کہتی "ہونی پر وشواس کرو۔ ہری اچھیا یہی تھی۔" انہیں خیالات میں مگن۔ آدھی رات کے وقت وہ پُوجا کے کمرہ میں گئی۔ بھگوان کی مُورتی کے سامنے جا کر اس سے نہ رہ گیا۔ جوش کا دریا اُمڈ آیا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔

روتے روتے بولی "پربھو! یہ کیوں؟" .... آواز آئی "ہری اچھیا!"

پربھو! "میرے ساتھ!"

"نہیں لکشمی! میرے ساتھ!!" یہ کہتے ہُوئے بابو کشور چند پُوجا والے کمرے میں داخل ہُوئے آج پہلی مرتبہ بھگوان کے چرنوں میں جھک کر اُنہیں شانتی کی جھلک کا احساس ہُوا۔ لکشمی کا استقلال دیکھ کر اُن کے دل میں ڈھارس بندھ گئی۔

دونو اسی کمرہ میں بیٹھ گئے۔ لکشمی بولی "پران ناتھ! وہ سادھو کیا گا رہا تھا" اس سوال نے کشور چند کے دل کو بہت دُکھی کیا۔ وہ مدن کی جُدائی کو سادھو کے نرادر سے منسوب کرنے لگا۔ بولا "لکشمی بھُول ہوگئی"........ "نہیں پران ناتھ! ہری اچھیا یہی تھی"

"سادھو کا نرادر........"

"جانے دو سوامی! وہ سادھو کیا گاتا تھا؟"

"مجھے مکمل طور پر یاد نہیں کچھ ایسا پد تھا" سنگ سکھا سب........

بھگوان کی مُورتی کے آگے دو زانو ہو لکشمی گانے لگی۔

سنگ سکھا سب تج گیو کوُ نہ نبھیو ساتھ
کہہ نانک اس بپت میں ایک ٹیک رگھو ناتھ

(۷)

ایشور کی رچنا میں تو یہ ایک معمُولی واقعہ تھا۔ مگر کشور چند کے دل پر اس نے غیر معمُولی اثر کیا۔ اب اس کی کوٹھی پر سادھو لوگ جمع رہنے لگے۔ وہ اُن کی سیوا میں لگا رہتا۔ صُبح شام لکشمی کے ساتھ پُوجا والے کمرے میں کافی وقت گذارتا۔ اور اپنے دل میں قدرے تسکین محسُوس کرتا۔

وقت جادوگر ہے۔ مدن کو دریا میں ڈوبے دس سال ہو گئے۔ سادھوؤں کے ست سنگ و بھگوت ارادھنا میں مصروف رہنے کی وجہ سے کشور چند کے خیالات بہت اونچے ہو گئے تھے۔ وکالت کا کام اُنہوں نے ترک نہیں کیا تھا۔ وقت کٹی کے لئے کچہری جاتے۔ پُوجا کے وقت کئی دفعہ وُہ اور لکشمی مل کر سنگ سکھا والا پد گایا کرتے تھے۔ اور گاتے گاتے دونو کا سر بھگوان کے چرنوں میں جھک جاتا۔ مدن کی یاد اب ان کے دل میں بیچینی پیدا نہ کرتی تھی۔ بلکہ بھگوان کے لئے شردھا بڑھاتی آنکھوں سے پریم کے آنسو نکلتے۔ اور فضا میں پریم کی بارش برساتے۔

رام نومی کا دن تھا۔ کشور چند کے مکان پر جو سادھو جمع تھے۔ وُہ میدان میں یہ دن منانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ سنکھ گھڑیال۔ ڈھولک اور کھڑتالیں جمع کی گئیں۔ سادھوؤں کی یہ تیاری دیکھ کر کشور چند اور لکشمی کو دس سال پہلے کی رام نومی یاد آ گئی۔ یہی دن تھا۔ جب مدن ان سے جدا ہُوا تھا کس شان سے اُنہوں نے مدن کو اپنے سے جُدا کیا تھا۔

سادھوؤں نے کیرتن شروع کیا۔ ہرے رام ہرے رام مہاں منتر کا جاپ شروع ہُوا۔ شہر کے مرد اور عورتیں دیکھنے کے لئے جمع ہُوئے ہُوئے تھے۔ بھگتی کی لہریں وایو منڈل میں اُٹھ رہی تھیں۔ پریم اور شردھا کا دریا زوروں پر تھا۔ مہاں منتر کا جاپ ختم ہُوا۔ کشور چند اور لکشمی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور بھگوان کی مُورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ سب لوگ حیران تھے۔ وُہ کشور چند میں یہ غیر متوقع تبدیلی دیکھ کر بھگوان رام کی جے بلانے لگے۔ کشور چند اور لکشمی نے بڑے پریم سے گانا شروع کیا۔ ؎

سنگ سکھا سب تج گیو کتو نہ نبھیو ساتھ
کہہ نانک اس بپت میں ایک ٹیک رگھوناتھ

لوگوں پر سحر کا عالم طاری تھا۔ ہر ایک کی آنکھوں میں پریم کے آنسو اُمڈے ہُوئے تھے۔ خاموشی اور شانتی اس قدر تھی کہ سانس کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ ابھی یہ پد ختم بھی نہ ہُوا تھا۔ کہ ایک سادھو ایک تیرہ سالہ بچے سادھو کے ساتھ یہی پد گاتا ہُوا اس طرف آتا دکھائی دیا۔ ان کے سر میں کشش تھی۔ گیروے کپڑے پہنے ہُوئے دونوں سادھو یہ گاتے ہوئے اس جگہ پر پہنچ گئے۔ لکشمی اور کشور چند بیخود بھگوان کی مُورتی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

نو وارد سادھو گانے لگے۔ بچے کے ہاتھ میں کھرتالیں تھیں۔ وُہ اُچھل اُچھل کر گا رہا تھا۔ اُن کی آواز نے لکشمی اور کشور چند کا سلسلۂ خیالات منقطع کر دیا۔ لکشمی بچّہ کو دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑی۔ مجمع حیران دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے سادھو نے اپنے تھیلے میں سے ایک پُڑیا اُس کے ناک سے ٹپکائی ہوش آتے ہی اس نے اپنے بازو بچہ سادھو کی طرف پھیلا دیئے۔ اور پکارا۔ "مدن!"

(۸)

بابو کشور چند نے غور سے دیکھا۔ بوڑھا سادھو وُہی تھا۔ جو آج سے دس سال پہلے مدن کے منڈن سنسکار والے روز ناردر سے دھتکار اگیا تھا۔ اس نے سادھو کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور آنسوؤں کے پانی سے اُنہیں دھونے لگا۔

"پربھو! یہ کیسی لیلا ہے"؟ کشور چند نے پُوچھا۔

"ہری اچھیا" سادھو بولا۔

"یہ بچّہ..........."

"مدن ہے"

بچّہ لکشمی کی چھاتی سے چمٹا ہُوا رو رہا تھا۔ سادھو لوگ گا رہے تھے

سنگ سکھا سب تج گیو کتو نہ نبھیو ساتھ
کہہ نانک اس بپت میں ایک ٹیک رگھو ناتھ

بوڑھے سادھو نے آج سے دس سال پہلے کی رام نومی والے واقعہ کو مختصراً بیان کرتے ہوئے بتایا۔ کہ بچہ کی لاش اُسے آٹھ میل کے فاصلہ پر جا کر دریا کے کنارے پڑی ہوئی ملی۔ اس نے محسوس کیا۔ کہ بچہ میں زندگی کے آثار موجود ہیں جڑی بوٹیوں کے گرم پانی سے لاش کو اشنان کرایا۔ اور ناک میں متواتر دوائی ٹپکانے سے بچہ کو چھینک آگئی۔ پھر اُس کے پیٹ سے پانی خارج کیا گیا بچہ تندرست ہو گیا۔ دس سال تک اس کو گائن ودیا سکھائی گئی ہے۔ تیرتھوں پر بھرمن کیا۔ کل دس سال کے بعد واپس آئے تھے۔ بھگوت اچھیا سے رام نومی کے اُتسو میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔

سادھو کی اس مختصر ویاکھیا نے صورت حالات سب پر روشن کر دی۔ مریادا پرشوتم بھگوان رام کی جے کے نعرے بلند ہوئے ۔

سنگ سکھا سب تج گیو کتو نہ نبھیو ساتھ
کہہ نانک اس بپت میں ایک ٹیک رگھو ناتھ

اس پد کے آخری لفظوں نے بابو کشور چند پر وجد کا عالم طاری کر دیا۔ "ایک ٹیک رگھو ناتھ" وہ یہ کہتے ہوئے مورتی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ بے خود جا رہے تھے۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا۔ کہ مورتی ہنس رہی ہے۔ اور اپنی نورانی کرنوں سے سارے سنسار کو روشن کر رہی ہے۔ بھگوان کے چرنوں میں جا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بوڑھے سادھو نے بچہ کو اشارہ سے کہا۔ "اپنے پتا کو اٹھاؤ"۔

بچہ آگے بڑھا۔ بھگوان کو نمسکار کرنے کے بعد بولا۔

"پتاجی! آؤ سب مل کر گائیں"۔

ایک ٹیک رگھو ناتھ بھئی سنتو۔ ایک ٹیک رگھو ناتھ" (ختم شد)

بھول جاتے ہیں

از قلم شری پیارے کرشن چندر جی اشوک

پربھو! ہم راحت ساعت میں تجھ کو بھول جاتے ہیں
خیال عاقبت سر سے ہٹا دیتے ہیں عشرت میں
عبادت سے طبیعت سکھ میں کوسوں دور رہتی ہے
ولیکن سر پہ جب کوئی گھڑی دشوار آتی ہے
خجل ہو کر لیا کرتے ہیں پھر تیری شرن اکثر
تو وہ ہے کہ اس گھڑی ہم کو خطائیں بخش دیتا ہے

حیات چند روزہ میں خوشی سے بھول جاتے ہیں
مکر جاتے ہیں اکثر تیری ہستی سے بھی نخوت میں
حقائق کو سمجھنے سے خرد معذور رہتی ہے
یا جب لحظہ دو لحظہ قسمت اپنی اونگھ جاتی ہے
بلک کر کہتے ہیں "رکھ لے ہماری لاج پرمیشور
طرح دنیا ہے فوراً اور آنسو پونچھ لیتا ہے

دیالو ایشور! میری تجھے سادر نمستے ہو
ہزاروں اور لاکھوں بار جگدیشور نمستے ہو

اوم

شانِ خدا

(از شریمان رام بخش تلونی بخش بی۔اے ایل ایل بی)

اُٹھا کر جدھر آنکھ ہوں دیکھتا
نظر مجھ کو آتی ہے شانِ خُدا
پہاڑوں کی سر بہ فلک چوٹیاں
اُسی کی بلندی کا ہیں یہ نشان
سمُندر کی تہ میں نہفتہ ہیں راز
انہیں جانتا ہے فقط کارساز
ہے مخلُوق پر اِس قدر مہرباں
ہمارے لئے ہے یہ مشکل بیاں
زمیں آسماں آگ پانی ہوا
خزانہ ہمیں نعمتوں کا دِیا
درِ عفو اُس کا ہمیشہ ہے وا
مگر شرط ہے سچّے دِل سے دُعا

وُہ اس واسطے ہے رحیم و کریم
کہ ہے بخش دیتا گناہِ عظیم

گوتم بُدھ

گوتم بُدھ کے باپ کا نام راجہ شُدھودھان اور ماں کا نام مایا دیوی تھا۔ ان کی کپل وستُو نامی راجدھانی تھی جس کا یہ ولیعہد تھا۔ اس کا اصلی نام سدھارتھ تھا۔ بُدھ اس کا رُوحانی خطاب ہے۔ گوتم اس کے گوتر کا نام تھا۔

لڑکپن کے زمانہ میں ہی اس کے اندر سنسار کے پدارتھوں سے ویراگ پیدا ہوگیا۔ اس نے بڑھاپا بیماری اور موت کے دُکھوں کا خیال کرتے ہُوئے عیش و عشرت سے نفرت کی۔ راجہ نے بہت تدبیریں سوچیں کہ اس کا خیال اس طرف سے ہٹ جاوے۔ مگر کوئی بھی کارگر نہ ہُوئی۔ آخر اس کی شادی کر دی گئی۔ رانی یشودھرا اس کی بیوی کا نام تھا۔ وُہ حسین اور فرمانبردار تھی۔ گوتم نے کچھ دن خوشی سے بسر کئے۔ مگر اس کے اندر جو ویراگ کی آگ پیدا ہو چکی تھی۔ وُہ ختم نہیں ہُوئی۔ آخر جس روز اُس کا اکلوتا لڑکا راہل پیدا ہُوا۔ اُسی رات کو وُہ بیوی بچہ اور تمام رشتہ داران کو سوتا ہُوا چھوڑ کر مگدھ دیش کی طرف حقیقت کی تلاش میں بھاگ نکلا۔ اس کے اندر زبردست ویراگ تھا۔ یہ سوچتا تھا کہ زندگی عارضی شئے ہے۔ پیدا ہونے والے کے لئے مرنا ضروری ہے۔ جوانی کے بعد بڑھاپا آئے گا۔ اور بڑھاپے کے بعد موت لازمی ہے۔ یہ تو دُنیاوی زندگی کا مآل ہے۔ سچی خُوشی صرف رُوحانیت میں ہے۔ اور رُوحانی تکمیل ہی دُکھوں سے نجات کا یقینی ذریعہ ہے۔ اس طرح سوچ کر وُہ سادھو مہاتماؤں کی تلاش میں پھرا۔ جنگل بیابانوں میں گھُوما۔ چھ برس ریاضت کی سختیاں برداشت کیں۔ مگر شانتی اور اطمینانِ قلبی جو کہ اُس کا مقصد تھا۔ حاصل نہ ہُوا۔ جسم سُوکھ کر کانٹا ہوگیا۔ آنکھیں دھنس گئیں۔ غشی کی حالت طاری ہُوئی۔ سب کچھ ہُوا مگر حقیقت کا نور نہیں چمکا۔ اب اُس نے فاقہ کشی کی زندگی کو خیرباد کہا۔ اور اپنے دل کے تہہ خانوں میں داخل ہو کر مقصد کی تلاش کرنے لگا۔ ارادہ میں حد درجہ کی مضبوطی تھی۔ تپ سے انتہ کرن شُدھ ہو چکا تھا۔ شیشہ صاف ہو تو چہرہ نظر آ ہی جاتا ہے۔ یکسوئی قلب سے آخر ایک دن برگد کے درخت کے نیچے اسے رُوحانی نُور نروان پد حاصل ہُوا۔ جس شئے کی تمنا تھی۔ ہاتھ آ گئی۔ وُہ وہاں سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اور دُنیا کے اُپکار کے لئے جگہ جگہ گھوم پھر کر دُنیا کو شانتی اور مُکتی کا پیغام سُناتا رہا۔ سنسار کے دُکھی لوگوں نے اُس کی امرت بانی کو سُن کر رُوحانی تشفی حاصل کی۔

بُدھ ظاہرا شخصی خُدا کی ہستی کا مُنکر تھا۔ صرف سچائی کا معتقد تھا۔ جو پرم تو ہے۔ ایک ہے۔ اور محیطِ کُل ہے۔ بُدھ میں ظاہرداری نہیں تھی۔ اُس نے لوگوں کو سمجھایا کہ یہ پرم تو انسانی عقل سے پرے ہے۔ یہ انسانی عقل وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ فضول بحث مباحثوں سے حقیقت نہ ملے گی۔ بلکہ تعصب ہٹ دھرمی اور تنگ خیالی پھیلے گی۔ مختصر اور سادہ لفظوں میں

[illegible]

وہم ہی سنسار ہے۔ اس کے سوا سنسار کچھ نہیں جب یہ گیان پیدا ہو جائے کہ ہستی ایک ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں۔ کوئی کسی سے علیحدہ نہیں ہے۔ سب ایک ہی روپ ہیں۔ اُس وقت یہ سنسار کا وہم خود بخود دُور ہو جاتا ہے۔

بُدھ کا فلسفہ صرف چار باتوں میں شامل ہے وُہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) زندگی میں دُکھ ہے۔

(۲) دُکھوں کا خاص سبب خود غرضی کے خیالات ہیں۔

(۳) دُکھ سے نجات ہو جاتی ہے۔

(۴) دُکھوں سے نجات پانے کا طریقہ صرف گیان ہے۔

جہاں زندگی کا خیال ہوگا۔ وہاں دُکھ کا رہنا امر لازمی ہے۔ زندگی کا خیال موت کے خیال کو پیدا کرتا ہے۔ اور اسی کے تسلسل میں پیدائش ضعیفی ناامیدی فکر رنج وغیرہ سب کچھ پیدا ہوتے ہیں۔ جو دُکھ کی مختلف صُورتیں ہیں۔ انسان اگر خود غرض نہ ہو تو اُس کو کبھی دُکھ نہ ہو۔ کیونکہ خود غرضی علیحدگی ہے۔ اتحاد میں کہیں بھی دُکھ نہیں۔ خود غرضی ہی دُکھ کی جڑ ہے۔ اور یہی نروان پد کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے۔ نروان موکش کا ہی دُوسرا نام ہے۔ جس وقت من میں کام کرودھ لوبھ موہ اہنکار نہیں رہتی۔ نہ کسی کا خوف نہ کسی کی دُشمنی کا خیال آتا ہے۔ شانتی اور آنند کے سوا اور کچھ پرتیت نہیں ہوتا۔ اور محدُودیت و خود غرضی کی زندگی کالعدم ہو جاتی ہے۔ اُسی کو نروان کہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ بالکل نفسانی و حیوانی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کو اس کا سمجھ میں آنا بہت مشکل ہے۔

لیکن جس نے ذرّہ بھی رُوحانیت کے درجہ میں دخل پالیا ہے۔ وُہ اپنے دِل میں اِس کا انوبھو کر سکتا ہے۔ نروان یعنی موکش۔ جیتے جی یعنی اسی زندگی میں اس شریر کے رہتے ہُوئے پراپت ہوتا ہے۔ جس وقت بُرے کرموں کے سنسکار گیان رُوپی اگنی سے جل جاتے ہیں۔ تو طبیعت کا رجُوع خُود بخود نروان کی طرف ہو جاتا ہے۔ اور اس درجہ کو پہنچا ہُوا۔ ارہت مرنے کے بعد پر نروان پد کو پہونچتا ہے۔ اور پھر اُس کے لئے آواگون کا خوف نہیں رہتا۔ یہ کیولیہ ہے۔ پرم پد ہے۔ دھرو استھان ہے۔ نت نورتی ہے۔ پرم شانتی ہے۔ نروان زندگی میں پراپت ہوتا ہے۔ اور نروان کے بعد مرنے پر پر نروان حاصل ہوتا ہے۔ یہاں شخصیت کی علیحدگی کا مطلق وہم نہیں رہتا۔

بُدھ دیو کی تعلیم میں ہندو مذہب۔ ہندو فلسفہ اور ہندو اخلاق کی رُوح ہر جگہ موجود ہے اختلاف صرف جزوی اور ظاہری باتوں میں اور طرزِ اظہار میں ہے۔ اُس نے "نیتی" مارگ کو لیا ہے جس میں ہر انیت وستو سے توجّہ کو ہٹانا ہے حقیقت میں یہ گیان کا سچّا مارگ ہے۔ اور ویدانت میں اور اس میں ذرّہ بھی فرق نہیں۔ لفظی جھگڑوں کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف آنا چاہیئے۔





(از قلم جناب رام بخش صاحب تونی بخش بی۔اے۔ ایل ایل بی)

ہر ایک کیلئے ہے دربار ایشور کا
یکساں ہے اس جہاں میں اُپکار ایشور کا

قدرت کے اُس کی شاہد ہاتھی بھی چیونٹی بھی
ذرہ میں کوہستاں میں اظہار ایشور کا

پتوں میں رنگ اُسکا پھولوں میں اُسکی خوشبو
سچ یہ ہے کہ ہے دُنیا گلزار ایشور کا

نیکوں کا وہ محافظ بدطینتوں کا دُشمن
نیکوں کو ہے میسّر دیدار ایشور کا

جلوہ فروز اُس کی تنویر ہر جگہ ہے
ہر چیز سے عیاں ہے اقرار ایشور کا

لازم ہے ہر بشر پر ہر روز اُس کی پوجا
دامن کبھی نہ چھوڑیں زنہار ایشور کا

ہے بخش کی تمنّا حاصل ہوں اُسکو دونو
دیدار ایشور کا دربار ایشور کا



از قلم شریمان رام بخش جی نلونی بخش وکیل پھلور

رام نومی کا دن ہریا بہار کے لئے مصروف ترین دن ہوا کرتا تھا۔ علی الصبح اُٹھ کر ہری کیرتن کی تیاریوں میں مشغول ہو جاتا۔ بھگتوں کے بیٹھنے کے لئے دریاں اکٹھی کرتا کسی سے ہارمونیم مانگتا کسی سے ڈھولک طبلہ اور کھڑتالیں۔ بھگوان کے بھوگ کے لئے خود کھلتے کے دودھ کا کھویا تیار کرتا۔

ہریا کے اولاد نہیں تھی۔ بیوی بڑی نیک تھی۔ اور اپنے پتی کی طرح اُسے بھی بھجن بھگتی کا شوق تھا۔ رام نومی کے دن ہریا اپنی بہن کرمی کو اس کی سسرال سے بلا بھیجتا تھا۔ وہ آکر اس نیک کام میں اپنے بھائی اور بھاوج کا ہاتھ بٹایا کرتی تھی۔ اس دفعہ ہریا کو بہت خوشی تھی کیونکہ کرمی کی گود میں ایک بچہ بھی تھا۔ ہریا کو اپنے بھانجے سے بہت محبت تھی۔ اس کا نام بھی ہریا نے خود رکھا تھا "رام جی"

ہریا نے اپنی بہن کو لکھا تھا۔ اس سال ہری کیرتن کا بہت آنند ہوگا۔ میرا رام جی کیرتن میں کھیلے گا۔ میں نے اسے پہنانے کے لئے نئے کپڑے سلوائے ہیں۔

کرمی حسب دستور رام نومی سے تین دن پہلے ہی آگئی

(۲)

بھگتوں نے رات کو ہری کیرتن میں شامل ہونا منظور کر لیا تھا۔ گوپی درزی شام کو ہی آگیا۔ ہریا کی تیاری دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ بھگوان کا سنگھاسن نہایت سُندر تھا۔ بھگوان کی نہایت ہی خوبصورت تصویر سنگھاسن پر رکھی ہوئی تھی کمرہ میں چاروں طرف پھلکاریاں آویزاں تھیں۔ اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر دیوتاؤں کی تصویریں لٹکائی ہوئی تھیں۔

گوپی کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ ہریا سے مخاطب ہو کر بولا۔ "بھگت جی! کمال کر دیا۔ اس دفعہ کیرتن خوب ہوگا۔ تصویر بڑی سُندر ہے"

"ہریا نے کہا۔ بھائی یہ سب بھگوان کی کرپا ہے۔ یا بھگتوں کی۔ سب بھگت آجائیں تو خوب آنند ہو"

"اب کے تو پنڈت جی بھی آئیں گے"

کون؟ "مُراری لال"!

"ہاں"

"ہریا کے چہرے پر خوشی ناچنے لگی۔ دل ہی دل میں خیال کیا۔ دھنیہ بھاگ جو پنڈت جی درشن دیں"۔ بولا گوپی بھگت! سچ کہو پنڈت جی آئیں گے؟

ضرور آئیں گے۔ مجھے لالہ کرم چند جی نے بتلایا تھا۔ کہ پنڈت مُراری لال جی کیرتن میں شامل ہُوں گے۔

پنڈت مراری لال جی ایک کرم کانڈی پنڈت تھے۔ نل کا پانی اُنہوں نے عمر بھر نہ پیا تھا۔ برف کبھی استعمال نہ کی تھی انگریزی دوائی اور ولایتی کپڑے سے ہر وقت بچتے تھے۔ ریل میں بیٹھ کر کھانا نہ کھاتے۔ دو کام وُہ اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ مندر کی صفائی اور گائے کی سیوا۔ ان کے مندر میں روزانہ کتھا ہوتی تھی۔

قصبہ والے بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب کبھی بازار میں سے پنڈت جی گذرتے۔ لوگ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ کئی آدمی پاؤں کو ہاتھ لگاتے۔

ہریا کو یقین نہ آتا تھا۔ کہ ایک کرم کانڈی برہمن ایک کہار کے گھر آئے۔

(۳)

گوپی نے ہریا کے ساتھ لیمپ صاف کروائے۔ دریاں بچھوائیں۔ رات کے ۹ بجے تک بھگت آتے رہے پنڈت مراری لال بھی آئے۔ ہریا نے ان کے پاؤں چھُوئے۔ اور ہاتھ جوڑ کر بولا "آج میری کُٹیا پوتر ہوگئی"

پنڈت مُراری لال ہریا کا پریم اور شردھا دیکھ کر بہت محظوظ ہُوئے۔ محبت سے ہریا کو اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ یہ رُوحانی منظر دیکھ کر بھگت بہت مسرور ہُوئے۔ ایک کرم کانڈی براہمن کی بغل میں ایک کہار۔ سب نے پریم سے جے کارہ بلایا۔

"سیتا پتی رام جی کی جے"!

بھگوان کے دربار میں اُونچ نیچ نہیں۔ براہمن۔ کھشتری۔ ویش اور شودر دُنیاوی معاملات میں اپنی اپنی ذات پر نازاں ہو تو بجا ہے۔ مگر وہاں سب برابر ہیں۔ بھگتی کا رنگ سب پر یکساں چڑھتا ہے۔

ہر کو بھجے سو ہر کا ہو۔

کیرتن شروع ہُوا۔ گوپی درزی نے "میراں بائی" کا بھگتی بھاؤ سے بھجن گانا شروع کیا۔

میراں نے سب چھوڑ کے   اک رام نام دھن لینا

بھگتوں پر محویت کا عالم طاری تھا۔ پنڈت مراری لال مست ہو کر جھوم رہے تھے۔ نہایت ہی خوش کُن سماں تھا۔ حاضرین میں سے ہر ایک کے دل میں بھگتی کا دریا موجزن تھا۔ سب نے پریم کی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ سب کے دلوں سے اُونچ نیچ کا بھاؤ مٹ چکا تھا۔

یُوں تو میراں بائی کا ہر ایک بھجن بھگتی کا ساگر ہے۔ مگر اس بھجن میں بھگوان رام کے چرنوں میں اظہارِ عقیدت کی حد ہو گئی ہے۔ گوپی درزی بھجن کا وُہ حصّہ گا رہا تھا۔ جس میں میراں بائی کے زہر کا پیالہ پینے کا ذکر تھا۔ جو اسے رانا نے بھیجا تھا۔

بھرا پیالہ زہر کا   دیا میراں کے ہاتھ

آخری الفاظ میں جادو کا اثر تھا۔ سب کچھ بھگوان رام کے ارپن۔ ہریا بیخودی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جس وقت گوپی نے کھرتالوں کے ساتھ "تم جانو رگھوناتھ" کہا۔ ہریا سے رہا نہ گیا۔ جوشِ عقیدت سے اُٹھا اور گانے لگا۔

"تم جانو رگھوناتھ"

(۴)

ہریا بار بار یہی مصرعہ گا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھگوان کی تصویر پر جمی ہوئی تھیں بھگتی کی لہریں تصویر سے ٹکرا کر جلال پیدا کر رہی تھیں۔ وایومنڈل سے پریم برس رہا تھا۔

بھگتوں کی محفل میں تو کمال تھا۔ مگر ہریا کی بیوی اور کرمی مصیبت میں مبتلا تھیں۔ رام جی کو سلا کر دونو کھانا بنانے میں مصروف ہو گئیں۔ جب کھانا بن چکا تو کرمی نے دودھ گرم کیا۔ اور برتن میں ڈال کر رام جی کو پلانے چلی حسبِ معمول اُس نے رام جی کا سر اوپر اُٹھا کر برتن منہ سے لگا دیا۔ مگر رام جی نے ایک گھونٹ بھی نہ پیا۔ کرمی کو بڑا تعجب ہوا۔ ساتھ ہی اس کے دل میں شبہ بھی پیدا ہو گیا۔ پہلے جب کبھی رام جی کے منہ سے دودھ کا برتن لگایا جاتا تھا۔ تو وُہ اپنی حسبِ خواہش دودھ پی لیا کرتا تھا۔ کرمی نے زور سے اپنی بھاوجہ کو آواز دی۔ وُہ گھبرائی ہوئی آئی۔ اور بولی :- "کیا ہوا کرمی"

"رام جی دودھ نہیں پیتا۔" کرمی نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے اپنی بھاوجہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"پی لے گا۔ ابھی خواہش نہ ہوگی"

"نہیں بھابی اسے دیکھو تو سہی۔ اس کا سانس ...."

ہریا کی بیوی نے جھٹ پٹ رام جی کو اُٹھا لیا۔ اسے بچوں کی بیماری سے کافی واقفیت تھی۔ محلے کی عورتیں اپنے بیمار بچوں کے علاج کی خاطر ہریا کی بیوی کے پاس آیا کرتی تھیں۔ اُس نے رام جی کو غور سے دیکھا پھر اس کی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر دل کی رفتار محسوس کرنے لگی۔ اپنی بھاوجہ کے اس عمل کے دوران میں کرمی نہایت بیتابانہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس طرح کوئی طالب علم نتیجہ سننے کے وقت استاد کی طرف دیکھا کرتا ہے۔

"اسے اس کے ماما کے پاس لے جا۔ اور کہہ کہ وُہ حکیم کو جلد بلائے۔"

کرمی کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اُس کی بھاوجہ نے یہ بات کہہ کر حالات کی نزاکت اس پر روشن کر دی۔ وُہ سب کچھ سمجھ گئی۔

"کیا میرا رام جی ...."

جس وقت وُہ رام جی کو لے کر کیرتن والے کمرہ میں گئی۔ اس وقت ہریا بھگوان کے آگے جھوم جھوم کر گا رہا تھا۔

"تم جانو رگھوناتھ"

"ہریا رام جی ......" اس سے زیادہ کرمی نہ بول سکی۔ وُہ رو رہی تھی۔ ہریا کا راگ۔ ڈھولک کی آواز۔ کھرتالوں کی جھنکار اس کے لئے بے سُری آوازیں تھیں۔

ہریا نے خیال کیا۔ کہ کرمی رام جی کو اس غرض سے دینے آئی ہے۔ کہ وُہ کیرتن میں کھیلے۔ اس نے کرمی کی گودی سے بچہ کو لے لیا۔ اور پھر گانے میں محو ہو گیا۔

"تم جانو رگھوناتھ"

ہریا! کرمی روتی ہوئی بولی "۔ اسے بچاؤ میرا رام جی جا رہا ہے۔ کوئی حکیم......."
پنڈت مراری لال کے کان میں کرمی کے یہ الفاظ پڑے چونکنے ہو کر بولے!
کرمی! کیا بات ہے؟
میرا رام جی! پنڈت جی کوئی حکیم بلایئے"
ہریا بے خودی کے عالم میں اوپر ہی اوپر جا رہا تھا۔ اس کے کان "تم جانو رگھو ناتھ" سن رہے تھے۔ کرمی کے رونے کی آواز ان سے کوسوں دور تھی۔ اس کی آنکھیں بھگوان کی تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ کرمی کے آنسو وہ دیکھ ہی نہ سکتا تھا۔ اس نے رام جی کو تصویر کے آگے لٹا دیا۔ اور پہلے سے دو چند جوش کے ساتھ گانے لگا۔ اس کے جوش میں مسرت پنہاں تھی۔ اور عقیدت عیاں۔ معمولی سا مصرعہ تھا۔ مگر ہریا کے لئے یہ مصرعہ معانی سے پُر تھا۔

(۵)

پنڈت مراری لال چپکے سے اُٹھے۔ اور گردھاری لال حکیم کو بلانے دوڑے بازار کے دوسرے سرے پر انہیں گردھاری لال مل گیا۔
حکیم جی! "ہریا کے گھر تک چلیں ذرا جلدی"۔ پنڈت مراری لال نے بتیابانہ کہا۔
"میں خود وہاں کیرتن میں شامل ہونے جا رہا ہوں"
"کیرتن کیسا! رنگ میں بھنگ مل گئی"۔
کیوں؟ کیا ہوا؟
ہریا کا بھانجہ اچانک بیمار ہو گیا۔ اس کا سانس ٹھیک نہیں چلتا۔ بھگوان کریں کہ آپ کے پہنچنے تک وہ......"
"تب گھر ہوتے چلیں۔ دوائی ساتھ لے جائیں۔"
حکیم جی نے گھر آکر دوائی نکالی۔ اور پنڈت جی کے ساتھ ہریا کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دونو ہریا کے مکان کے نزدیک پہنچے تو انہیں کیرتن کی آواز سنائی دی جس کی انہیں توقع نہیں تھی۔ مگر گانے والا ہریا نہیں گوپی درزی تھا۔ اندر جا کر پنڈت جی نے عجیب و غریب نظارہ دیکھا۔
ہریا رام جی کو اپنی گودی میں لئے دودھ پلا رہا تھا۔ گوپی مست ہو کر گا رہا تھا۔
"لے دے مَیّا مجھے چھینڈ کھلونا"
اور رام جی اپنے ننھے ننھے ہاتھ لیمپ کی طرف بڑھا رہا تھا۔ کرمی اُسے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ اس کی بھاوجہ کی مسرت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ پنڈت جی حیران کھڑے تھے۔ انہوں نے بھگوان کے سنگھاسن کی طرف نگاہ کی۔ مورتی انہیں مسکراتی ہوئی معلوم دی۔ وہ "تم جانو رگھو ناتھ" کے اصلی معنی سمجھ گئے تھے۔ گوپی درزی سے بولے۔
بھگت جی! "مجھے بھی گا لینے دیجئے"
گوپی بیٹھ گیا۔
پنڈت جی گانے لگے۔		"تم جانو رگھو ناتھ"

ذاتِ حق

از فخر الشعرا جناب منشی تلوک چند صاحب محرومؔ

جس کی عظمت کے شاہد دل ہیں
اور توصیف میں جس کی تر زباں ہیں
پھیلے ہوئے ہیں یہ جس کے بازو

استادہ ہیں برف پوش کہسار
دریائے رواں و بحرِ ذخار
اطراف و جوانب از پئے کار

ذات اس کی سرور ہے سراپا
دائم ہوں اسی کے ہم پرستار

(وید منتر)

اشعار

نہ کوئی اس کا پالنے والا - اور نہ کوئی ہے حکمران اس کا
شکل و صورت سے بے نیاز ہے وہ - علتوں کی ہے علت اولے
خالق اسکا کوئی نہیں ہرگز - اور نہ کوئی قدرت میں اس سے بڑا

(وید منتر)

اشعار

صورتِ موجِ رواں عمرِ رواں بیقرار - عالمِ حسن و شباب عالمِ ناپائیدار
دولتِ دنیا بھی ہے صورتِ خواب و خیال - چشمکِ برقِ تپاں لذتِ شامِ وصال
بحرِ بلا خیز ہے ہستیٔ ناپائیدار - حق سے لگا لو کہ ہو قلزمِ ہستی سے پار

(بھرتری ہری)

قطعہ

وہ خالقِ عالم ہے وہی اپنے کرم سے
وہ اپنے قوانینِ ازل کا ہے محافظ
بازوئے حفاظت کو وہ پھیلائے ہوئے ہے
زیبا ہے اسی ضابطِ اکبر کو حکومت

(وید منتر)

کرتا ہے ہر اک عالمِ تاریک کو روشن
ممکن ہے شکست ان میں نہ تاخیر نہ الجھن
سائے میں اسی کے ہے یہ دنیا کا نشیمن
شایاں ہے اسی کو یہ جہانداریٔ احسن

(منشی تلوک چند محروم)

راجہ لون کی کہانی

از یوگ واشسٹ مترجمہ منشی سورج نرائن صاحب مہر

وسشٹ جی بولے اپنے سنکلپ سے اگیانی کو موہ ہوتا ہے۔ پنڈت کو نہیں ہوتا۔ پس ایسی عقل سے جس میں گھبراہٹ نہ ہو۔ بلکہ بچارنے والی ہو۔ ست اور است کو خوب سمجھکر است کو چھوڑو۔ اور ست کو اختیار کرو۔ آتما غیر محدود ہے۔ اس کو بندھ کیا ہو سکتا ہے۔ بس ابدھ کو بدھ سمجھ کر تم بے فائدہ فکر نہ کرو۔ آتما سچدانند غیر محدود اور نرو کلپ ہے۔ اور چونکہ دوئیت ابھاو ہے پس کون بندھن میں ہے۔ اور کون مکت ہے۔ یہ جگت جال سارا من کا کھیل ہے۔ جب گیان سے یہ خواب معلوم ہونے لگے۔ تو من کا شانت کرنا ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اور یہی کوشش ہے۔ من اپنے کھیل کھیل میں سمندر کو اتنی جگہ بنا دیتا ہے جس میں فقط گائے کا کھر آئے۔ اسی طرح کلپ کے عرصہ دراز کو ایک لمحہ کے برابر کر دیتا ہے۔ اسی کی توضیح میں میں تمہیں ایک نہایت ہی عجیب کہانی سناتا ہوں جس سے تمہیں یہ معلوم ہوگا۔ کہ جگت کا یہ مداری کا تماشہ صرف من کے ہی اندر ہے۔

اس کرۂ زمین پر اُتر پانڈو نام ایک بڑا بھاری ملک ہے۔ یہاں ہرشچندر کے خاندان کا ایک بڑا راجہ راج کرتا تھا۔ اور روئے زمین پر اس کی نیک نامی یوں پھیلی ہوئی تھی جس طرح سورج کی روشنی پھیلی ہوتی ہے۔ یہ نہ بخل جانتا تھا نہ لالچ کی صورت کبھی دیکھی تھی۔ فیاضی اس طرح کی اس کی طبیعت میں داخل تھی جس طرح الفاظ میں معنی مضمر ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ اپنے دربار میں تخت پر بیٹھا تھا۔ اور درباریوں سے راج نیتی کی باتیں کر رہا تھا۔ کہ ایک بازیگر اپنا سامان لے کر آیا۔ اور جھک کر سلام کیا۔ اور کہا مہاراج میں آپ کو سنگھاسن پر بیٹھے ہوئے ہی ایک عجیب و غریب تماشہ دکھاتا ہوں۔ یہ کہکر اپنا بھرم دینے والا مورچھل ہلایا جو اسی طرح طرح طرح کی رچناؤں کا بیج تھا۔ جیسے پرماتما کی لیلا ہوتی ہے۔ راجہ کو وہ چمکتا ہوا مورچھل ایسا نظر آیا کہ روشن ذرے چمک رہے ہیں۔ اسی اثنا میں اس کے پاس سندھ دیش کا ایک اہلکار آیا۔ اور اپنے ساتھ ایک بڑا تیز رفتار گھوڑا لایا۔ اسے پیش کر کے بولا۔ مہاراج! اس گھوڑے کا نام اُچھیشرواہ ہے۔ اور میرے راجہ نے آپ کی سواری کے واسطے تحفے کے طور پر بھیجا ہے۔ اُسے آپ قبول فرمائیں۔ تو اس کی اور ہمارے راجہ کی عزت بڑھے گی۔ اس کا یہ کہنا تھا۔ کہ بازیگر بولا۔ مہاراج اس نفیس گھوڑے پر چڑھکر آپ جگہ جگہ کی سیر کیجئے۔

راجہ نے گھوڑے کو بغور لمحہ بھر ہی دیکھا ہوگا۔ کہ دیکھ دیکھ کر تصویر کی طرح سے حیران رہ گیا۔ اور دو گھڑی اس طرح بیٹھا رہا۔ جیسے کوئی دھیان میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر اہل دربار سخت حیران ہوئے۔ امیر وزیر دریائے حیرت میں مستغرق تھے۔ اور اہل دربار سب اس طرح خاموش کھڑے تھے۔ کہ منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ غرض ساری سبھا حیرانی کے عالم میں تھی۔ کیونکہ راجہ اس طرح آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا جس طرح غنچہ

دہن پر مہر لگائے ہوئے ہو۔

وسشٹ جی بولے۔ دو گھڑی کے بعد راجہ کی آنکھ کھلی اور کھلتے ہی وہ ڈر کر کانپنے لگا۔ پاس جو امیر وزیر کھڑے تھے۔ انہوں نے بہت سا تسکین اور دلاسا دیا۔ آخر وزیر اعظم نے کہا۔ کہ حضور اب ہوش میں ہیں۔ اور من نرمل ہے۔ بھرم یا دھوکے میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ بڑے آدمیوں کا من کبھی موہ کے بس میں نہیں ہونا چاہیئے۔

آخر راجہ نے آنکھیں کھول کر نہایت حیرت سے کہا۔ کہ اے اہل دربار میرا حیرت انگیز حال سنو۔ بازی گر نے جو موہ چھل رلایا تھا۔ اس کو دیکھ کر میں شانت چت کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور نہایت تیز رفتاری کے ساتھ شکار کو چلا۔ وہ گھوڑا مجھے اسی طرح بہت دور لے گیا۔ جس طرح بھوگ کی خواہش سے اگیانی لوگوں کو ان کا من کہیں کا کہیں کھینچ کرلے جاتا ہے۔ آخر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ قیامت کے جنگل کی طرح خوفناک نہایت وسیع بے حد و کنار بے طائر و درخت ایک بڑا بھاری صحرا ہے میں اس میں چل رہا ہوں۔ اور گھوڑا تھک گیا ہے۔ اس صحرا میں پہنچکر میں نے بہت ہی دکھ اٹھایا۔ دن بھر تکلیف پر تکلیف اٹھاتا۔ پریشان پھرتا رہا۔ غرض نہایت مصیبت اور تکلیف سے صحرائی زمین اس طرح ختم ہوئی جس طرح گیان سے جگت کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

بعد میں میں ایک جنگل میں پہنچا۔ اس میں جامن آم وغیرہ کے درخت تھے۔ اور پرندے شاخوں میں اڑتے پھرتے ایسے پیارے معلوم ہوتے تھے۔ جیسے مسافروں کے بھائی بند ہوں۔ ایک جامن کے درخت کے نیچے سے گذرتے ہوئے میں اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا۔ اور گھوڑا میری زانوں کے نیچے سے نکل کر یوں گیا۔ جیسے گنگا کی لہر میں پاپ بہ جاتے ہیں۔ چونکہ بہت دیر کا تھکا ہوا اور بھوکا پیاسا تھا۔ رات اس طرح موہ میں گزری جیسے ایک کلپ کا عرصہ دراز ہوتا ہے۔ میں نہ نہایا تھا نہ پوجا کی تھی۔ نہ کچھ کھایا تھا۔ صرف یہ خیال تھا۔ کہ آفتوں اور مصیبتوں کے گھر میں رات کسی طرح گذرے۔

آخر اندھیرے اور چاند کی ٹھنڈی کرنیں لگنے اور سردی سے میرے دانت بجنے کے ساتھ وہ رات بسر ہونے میں آئی۔ اور میں درخت کی شاخ کو چھوڑ کر نیچے صاف زمین پر کودا۔ لیکن اس وحشت خیز جگہ آدمی اور آدم زاد دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بس جس طرح مہا مورکھ کے من میں بھی کوئی نہ کوئی اچھا گن ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح اس بھیانک جنگل میں پرندوں کی چہچہ اور کوکو سے کچھ تسکین طبیعت میں آتی تھی۔

تقریباً دوپہر تک میں آوارہ و خراب خستہ پھرتا رہا۔ آخر ایک نوعمر عورت نظر آئی۔ جو پکے ہوئے چاول برتن میں لئے جارہی تھی۔ اس کی آنکھیں چنچل تھیں۔ بدن توے کی طرح کالا تھا۔ اور میلے کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ میں اس کے پاس اس طرح پہنچا جس طرح اندھیری رات کے پاس ماہ روشن پہنچتا ہے۔ اور بولا کہ "اے لڑکی میں ابھیاگت ہوں۔ سخت مصیبت میں گرفتار ہوں دن بھر اور رات بھر میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ بھوک سے جان عذاب میں ہے مجھے یہ چاول دے اور عذاب سے چھڑا۔ ایشور اس کے عوض میں تجھے جزائے خیر دے۔ لیکن اس مانگنے پر بھی اس نے مجھے کچھ اسی طرح نہیں دیا۔ جس طرح پاپی بہت گریہ زاری سے بھی مال و دولت مانگے تو بھی لکشمی دیوی اسے نہ دے۔

دوسرے کی طرف چلتی رہی۔ آخر بولی۔ کہ ” راجہ میں چنڈالنی ہوں۔ اور صرف بھیک مانگنے سے تجھے یہ چاول نہیں دوں گی۔ یہ کہکر چلی اور اٹھکیلیاں کرتی کبھی ادھر کبھی اُدھر بن کے گھنے کنجوں میں گئی۔ میں چاول مانگتا اور اصرار کرتا رہا۔ آخر بولی کہ یہ چاول میرے چنڈال باپ کا دوپہر کا کھانا ہے۔ اور وہ پاس کے ایک کھیت میں ہل چلا رہا ہے۔ میں تجھے صرف اس شرط پر دے سکتی ہوں۔ کہ تو میرے ساتھ شادی کرے۔ چونکہ خاوند کی جان بچانی استری کا پرم دہرم ہے۔ میں باپ کا کھانا تجھے دے دوں گی۔

مصیبت کے وقت کون ذات پات کا لحاظ کیا کرتا ہے۔ میں نے اُس چنڈالنی سے کہا۔ کہ میں تیرے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوں۔ یہ سن کر اُس نے آدھے چاول مجھے دے دیئے۔ میں نے کھا کر پانی پیا۔ جس میں جامن کا رس بھی ملا ہوا تھا۔ اس کے بعد اُس چنڈالنی نے میرا ہاتھ پکڑا اور باپ کے پاس لے گئی۔ جو اُسی طرح کا کالا بھجنگ۔ تناور اور بداعمال تھا۔ جس طرح جم کے دُوت ہوتے ہیں۔ اس چنڈالنی نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ میرا خاوند بننا چاہتا ہے۔ تم اجازت دو۔ تو میں اس سے شادی کر لوں۔ اُس نے کہا۔ بہت اچھا۔ دن بھر وہ چنڈالنی میرا ہاتھ پکڑے بیٹھی رہی اور اُس کے باپ نے مجھے نگاہ میں رکھا۔ غرض شام ہونے پر وہ دونوں مجھے ساتھ لے کر اپنے مویشیوں کو ہانکتے ہوئے اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ چنڈالوں کا گاؤں تھا۔ جس میں سور۔ کتے۔ مرغ اور بہت سے جانور تھے۔ اور گیلی کھالوں کی بو جو خشک کرنے کے لئے باہر رکھی ہوئی تھیں۔ دماغ پریشان کئے دیتی تھیں۔ لڑکے ہاتھوں میں گوشت کی بوٹیاں لئے کھا رہے تھے۔ اور ان پر مکھیاں بھنک رہی تھیں۔

گاؤں میں سے گذرتا ہوا میں اُس چنڈال کے گھر میں پہنچا۔ اور وہاں نگاہ بھر کر مجھے میری ساس نے دیکھا۔ یہ عورت بعینہ راکشی نظر آتی تھی۔ جب خسر صاحب نے اس سے کہا کہ یہ ہمارا داماد ہے۔ تو مسکرائی۔ غرض اُس مہیب صورت کالی بھجنگ چنڈالنی کے ساتھ میری شادی ہوگئی۔ جو مجھے اس طرح دی گئی جس طرح یمراج نرک میں کسی پاپی کو سزا دیتا ہے۔ کنجروں نے اس روز خوب شراب پی اور ڈھول بجا بجا خوب ناچے۔

شادی ہونے کے بعد میں وہاں رہنے سہنے لگا۔ اور چنڈالوں میں رہنے سے چنڈال ہوگیا۔ غرض اس چنڈالنی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جیسے پاپ سے دُکھ پیدا ہوتا ہے۔ کچھ عرصے بعد ایک کالا بھجنگ۔ بھوت سا لڑکا پیدا ہوا۔ اور جس طرح اگیانی کا اگیان واسناؤں کے دُکھ ہی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح بعد میں ایک اور بچہ پیدا ہوا۔

اس طرح اُس عورت کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے برسوں ہی گذر گئے۔ گرمی۔ سردی آفت و مصیبت سہتا تھا۔ اور ایام گزاری کرتا تھا۔ زن و فرزند کے فکروں میں اس سختی سے عمر گذرتی تھی۔ گویا آس پاس آگ لگ رہی ہے جب بہت برس گذر گئے۔ تو میں کمزور و بے طاقت بوڑھا ہوگیا۔ اور بال سفید ہوگئے۔ انہیں ایام میں اس نواح میں ایسا سخت کال پڑا کہ کھیتیاں سوکھ گئیں۔ نہ پانی رہا نہ چارہ رہا نہ اناج رہا۔ قیامت آگئی۔ لوگ مایوسانہ نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ مگر مینہ کی ایک بوند نہیں پڑتی تھی۔ قحط کے علاوہ گاؤں میں آگ لگ گئی۔ اور ہوا کے باعث آگ دور دور تک پھیل گئی۔ گاؤں والوں کے مکان اور اسباب جل کر خاک ہوگئے۔ اور بن کے تمام درخت جل گئے۔ اس حال زار میں جو آدمی بچے وہ کہیں کے کہیں نکل گئے۔ باقی کئی تو آگ میں جل کر مر گئے۔ کوئی بھوک اور پیاس کے

سے باہر آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھا اور بچوں کو کندھے سے اُتارا۔

کچھ آرام ملا تو ایسا معلوم ہُوا جیسے دوزخ سے نکلکر باہر آیا ہُوں۔ بیوی تھک کرچُور ہوگئی تھی۔ درخت کے نیچے لیٹتے ہی سوگئی۔ میری دو لڑکیاں اس کی چھاتی سے لپٹی ہوئی تھیں۔ بیٹا میرے سامنے کھڑا تھا۔ اور بھوک کی وجہ سے بے تاب تھا۔ چنانچہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر بولا کہ مجھے کچھ کھانے کو دو۔ بار بار یہ کہتا تھا۔ اور اس طرح زار و قطار روتا تھا۔ گویا اُس کے پران چھوٹ جائیں گے۔ اس کا یہ رنج و الم مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اور دل میں سوچا کہ اس زندگی پر لعنت ہے۔ جو فقط دُکھوں کا ہی گھر ہے۔ اس سے تو خودکشی کر کے مرجانا ہی بہتر ہے۔ یہ سوچ کر میں نے لکڑیاں اکھٹی کر کے چِتا بنائی۔ اور جب آگ خوب بھڑک اُٹھی تو یہ ارادہ کیا کہ چھلانگ مار کر اُس میں گروں۔ چنانچہ چھلانگ لگائی ہی تھی کہ جس سنگھاسن پر میں بیٹھا ہُوں یہ پلا اور جے کاروں اور باجوں کی آوازوں سے میری آنکھ کھُلی۔ یہ موہ جس میں اگیان کے باعث سے جیووں کو ہزار طرح کی تکلیفیں ہُوا کرتی ہیں۔ اسی بازی گر نے پیدا کیا تھا۔ راجہ لون نے اتنی بات کہی ہی تھی کہ وہ بازیگر دیکھتے دیکھتے غائب ہوگیا۔ یہ ماجرہ سُن کر تمام اہل دربار حیرت زدہ ہوگئے اور سب یک زبان ہوکر بولے کہ یہ کوئی بازیگر نہ تھا۔ کیونکہ اُس نے رُوپیہ کا لالچ مطلق نہیں کیا۔ بلکہ یہ دیوی مایا تھی جس کی رہنماؤں سے یہ سنسار قائم ہے۔ اسی مایا کا ظہور ہے۔ کہ من طرح طرح کے رُوپوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ غرض من سرو شکتیمان چیز ہے۔ اور اس من کا ہی کھیل یہ تمام دُنیا ہے۔

خلاصہ مطلب

اس کہانی میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ دُنیا تمام من کا کھیل ہے۔ واقع میں نہ دیش کوئی چیز ہے نہ کال کوئی چیز ہے۔ بازی گر نے اپنے من کے سنکلپ سے راجہ کے من کو حرکت دی۔ اور سنگھاسن پر بیٹھے بیٹھے دم کے دم میں راجہ نے ایک عُمر کی عُمر بسر کی جس میں اُس کی شادی ہُوئی۔ لڑکے بالے ہُوئے اور آخر وہ سفید بال والا بوڑھا آدمی ہوگیا مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح راجہ لون کے من نے اُسے ایک زندگی بھر کا تماشہ دم بھر میں دکھایا ہے۔ اسی طرح ہم جو اپنے آپ کو سمجھ رہے ہیں۔ اور دُنیا میں طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں۔ یہ سب من ہی کے تماشے ہیں۔ اور خواب کی مانند ہیں۔ خواب میں دم کے دم میں ایک زندگی کا نظارہ نظر کے سامنے سے گذر جاتا ہے۔ نہ دیش کچھ چیز ہے نہ کال کچھ چیز ہے۔ بعینہ یہی حال عالم بیداری کا ہے۔ من کی واسنائیں تمام تماشے دکھا رہی ہیں۔ من کے شانت ہونے سے سنسار کا بھی ابھاو ہوجاتا ہے۔ اور ایک آتم ستا ہی جیوں کی تیوں پرتیت ہوتی ہے۔

رُباعی

آنکھوں پہ نفس نے جوڑالا پردا ۔ یکسر نظر آئی شاہدستان دُنیا
جب سُرمۂ معرفت لگایا ہم نے ۔ تھی چار طرف ذاتِ احد جلوہ نما

پرہلاد بھگت

از شری میاں لالہ شام لال جی کھنہ سہارنپوری ممبر یوگ سادھن آشرم چھہرٹہ

خاص "ایشورانک" کیلئے

مجھکو زمانہ سلف کی اک یاد آگئی ۔۔۔ منظوم کروں اس کو یہ دل میں سما گئی

قصہ ہزاروں سال کا ہے بھارت دیش کا ۔۔۔ ہرناکشپ تھا۔ اُس وقت کا راجہ دیش کا

طاقت کے زعم میں بھلا پرمیشور دیا ۔۔۔ مشہور اپنے آپ کو جگدیشور کیا

پرجا کو اپنی حکم یہ اُس نے سُنا دیا ۔۔۔ ہر قلم کردوں رام نام تم نے جو لیا

ہرناکشپ ہرناکشپ ہردم رٹا کرو ۔۔۔ رازق مجھے ہی جان کر سجدہ مجھے کرو

مَیں پیدا کرنے والا ہُوں اور مارنے والا ۔۔۔ وشنو ہوں تم سبھی کو ہوں میں پالنے والا

قانون میرا ایشوری قانون ماننا ۔۔۔ میرے سوا نہ ایشور تم اور جاننا

جتنے تھے بھگت رام کے لاچار ہو گئے
کچھ قتل ہوئے اور گرفتار ہو گئے

لب پہ نہ رام نام کو لاتا تھا کوئی بشر ۔۔۔ ہرناکشپ کے ظلم کا تھا ہر وقت خطر

ظلم و ستم نے گو زبان ہر اک کی بند کی ۔۔۔ دل میں ضرور کرتے تھے ایشور کی بندگی

ہردم پکارتے تھے دُکھی دل سے رام کو ۔۔۔ امداد مانگتے تھے سدا رام سے ہی وہ

جور و جفا کی انتہا جب ہو گئی جناب ۔۔۔ سر سے گذر گئے جو ہرناکشپ کے پاپ

بھگتوں کی لاج تھی بچانی رام کو ضرور
[illegible] کو ضرور

ہرناکشپ کے گھر میں ہی پیدا کیا بھگت   پرہلاد اُس کا نام تھا ہے جانتا جگت .
جب کچھ بڑا پرہلاد ہوا باپ نے سوچا   پڑھنے کے واسطے اسے اسکول دُوں بٹھا
اسکول کے اُستاد کو یہ حکم تھا ملا   ہرناکشپ کی پُوجا تو بچوں کو دے سکھا

ہرگز نہ رام نام کا ان کو پتہ لگے
بچوں کو ایسی قسم کی تعلیم سدا دے

اک دن کا ذکر اس طرح واقعہ ہوا ظہور   گھر جا رہا پرہلاد تھا ذی عقل باشعور
کمہار ایک رام کی پوجا تھا کر رہا   غلطی ہوئی تھی ایک جس سے تھا وہ ڈر رہا
کچے گھڑوں کے گھان کو بھٹی میں ڈالا تھا   جب آگ جل چکی تو لگا اُس کو یہ پتہ

اک بلی کے نوزائیدہ بچے تھے گھڑے میں
اب بھٹی میں وہ پک رہے تھے کچے گھڑے میں

دو ہاتھ جوڑ رام سے تھا کہہ رہا کمہار   اس پاپ سے بچا تو مجھے جگ کے تاجدار
پیدا کُن جہان ہو تم سب کے باپ ہو   جلوہ فگن ہو ہر جگہ پہ میرے ناتھ ہو
وہ کونسا ہے کام تو جو کر نہیں سکے   گا گا کے گُنا واد رشی مُنی تھک گئے
اندھا بھی دیکھنے لگے گونگا بھی گا سکے   لنگڑا پہاڑ لانگھ لے بہرہ بھی سُن سکے

ایسے اسمبھو کام کرنا تیرا کام ہے
بلی کے بچوں کو بچانا تیرا کام ہے

پرہلاد نے یہ ماجرا جو سارا سُن لیا   بولا تمہارا رام دیکھیں اب کریگا کیا
بلی کے بچے جو بچائے رام نے یاں پر   میں اُس کو مانوں ایشور اور سب سے بالاتر

کمہار سے پرہلاد بولا اے بھگت سُنو
بھٹی سے گھڑے جب نکالو مجھکو پتہ دو

جب چند روز بعد بھٹی ٹھنڈی ہو گئی   پرہلاد آئے موقعہ پہ تسلی ہو گئی
بھگوان کی کرپا سے گھڑا وہ بچا رہا   نہ آنچ آئی بلی کے بچوں کو اُس جگہ
زندہ ہی بچے نکل آئے آگ میں سے یوں   بیٹھے تھے اپنے گھر میں ہی ٹھنڈی جگہ پہ جوں

یہ دیکھ کر پرہلاد نے نشچہ وہیں کیا

ہے رام سب کا ایشور ہم سب کا ہے پتا

وہ رام رام رام رام جپنے لگ گیا جپتا ہُوا یہ نام پاٹھ شالہ میں گیا
جتنے بھی پاٹھشالہ میں لڑکے تھے پڑھ رہے اُن سب کو کہا رام نام جپنا چاہیئے

اُستاد حال دیکھ کر حیران ہو گیا
پرہلاد کو یوں دیکھ پریشان ہو گیا

سمجھانے لگا دیکھو بچّو ایسا مت کرو ہرناکشپ کا نام ہی ہردم رٹا کرو
اس کا جواب اس طرح پرہلاد نے دیا ہے میرے باپ کو بھی پیدا رام نے کیا

ہرگز نہ چھوڑوں رام نام سچا نام ہے
دُنیا میں اس کے سوا سارا کچا کام ہے

جب ہر طرح اُستاد نے سمجھا بجھا لیا لیکن نہ دل پہ بھگت کے بالکل اثر ہُوا
ہرناکشپ کو حال سب جا کر سُنا دیا سُن کے یہ ساری بات راجہ تلملا اُٹھا
بالک کو اپنے رُوبرو اُس نے بُلا لیا اور خُوب لاڈ پیار سے سمجھا بجھا لیا
لیکن نہ کارگر ہُوئی یہ حکمتِ عملی غُصّہ کا پارہ چڑھ گیا دس بیس اور ڈگری

جلّاد کو ظالم پتا نے یہ حُکم دیا
اک مست ہاتھی چھوڑ دو اسکے جسم پہ جا

دربار میں چاروں طرف ہی سکتہ چھا گیا جتنے تھے خُداترس اُن کا دل ہی پھٹ گیا
پرہلاد کی ماتا بھی روتی پیٹتی آئی اور بیٹے کو سمجھانے میں نہ کوئی کسر کی
لیکن چٹان کی طرح پرہلاد تھا کھڑا اُس کے نہ دل پہ اس کا بھی بالکل اثر پڑا
جب کوئی چارہ کار ہی نہ باقی رہ گیا جلّاد پرہلاد کو دینے سزا چلا

لب پہ تھا رام نام دل میں دھیان رام کا
یُوں چل دیا پرہلاد سچا بھگت رام کا

چھوڑا گیا جو مست ہاتھی بھگت کے اُوپر ہاتھی نے اُسے جھٹ اُٹھایا سُونڈ کے اُوپر
اپنا ہی بچّہ جان ہاتھی نے بھی بار بار چُوما بھگت کو اور لگا خُوب کرنے پیار

یہ دیکھ کر پرجا بھی ساری شادماں ہُوئی

اَور بھگت کی عزّت دلوں میں ہیگماں ہُوئی

ہرناکشپ کو بات یہ اچھّی نہیں لگی
اُس نے عجوبہ اس طرح دیکھا نہ تھا کبھی
وِقار کا اپنے ہی اُس کو فکر پڑ گیا
باطل کا پردہ پھٹنے لگا اس سے ڈر گیا
گرجا وُہ بھُوکھے شیر کی مانند حُکم دِیا
دریا میں جا کے پھینک دو بچّے کو دو بہا
بچّہ وُہ سچّا رام کا تھا ڈُوبتا کہاں
گودی میں رہ رام کی ہی تیرتا وہاں
لہروں نے اُسے پھُول کی مانند اُٹھا لیا
لا کر کنارے پر اُسے باہر بِٹھا دِیا
خالی گیا یہ وار بھی نہ کارگر ہُوا
ملتا ہے حکم بھگت کو پربت سے دو گرا
جلّاد نے پربت سے جا پرہلاد کو ٹپکا
دہلا نہ دِل دلیر تھا وشواس کا پکّا
پھُولوں کی سیج بچھ رہی تھی نیچے غا رہیں
آئی نہ چوٹ بھگت کو اُس گہرے غا رہیں
اُٹھ کر کے رام نام گاتا ہُوا چل پڑا
ہلچل مچاتا کائنات میں نکل پڑا
آیا شہر میں اَور چھاتی ٹھوک کر بولا
جب رام میرا کون مجھے مارنے والا
ہرناکشپ کی بہن تھی اِک ہولکا نامی
تھی بھگت کے خلاف سخت بھائی کی حامی
اگنی نہ اُس کے جسم پر کرتی تھی کچھ اثر
تھا دیوتا کا اُس کو مِلا ایسا کوئی ور
ہرناکشپ کے حُکم سے وُہ بھگت کو لیکر
جا بیٹھی جلتی آگ میں بیخوف و بے خطر
پرہلاد کو جلادیں گی تھا اِس کا یہ خیال
ایشور کی کرونا درشٹی سے اُلٹی پڑی چال
آئی نہ آنچ بھگت کو پر ہولکا جلی
پرہلاد مُسکرا رہا تھا جُوں کھِلی کلی
جب کوئی بھی تدبیر یُوں نہ ثمر ور ہوئی
ہرناکشپ کے غصّے کی نہ انتہا رہی
تلوار لیکر ہاتھ میں ظالم نے یہ کہا
اس لختِ ناہنجار کو خُود ہی میں دُوں ہٹا
اِک لوہے کا تھمبہ تپایا آگ سے اُس نے
اور لال انگارہ بنایا آگ سے اُس نے

[illegible]

یا یُوں کہو انجام تھا یہ اُس کی شان کا

طرف اُسے

کھمبے کی اُسے اور جب گئی پرہلاد کی نظر — اک چیونٹی اُس پہ چلتی اُس کو پڑ گئی نظر

بے خوف اُس کو چیونٹی نے ایسا بنا دیا — سوچا کہ یہ نہ مر سکی تو مَیں مرُوں گا کیا

جھٹ بڑھ کے بغلگیر ہُوا وہ ستُون سے

نرسنگھ کا اوتار ہُوا جھٹ ستون سے

تھا شیر کا مُنہ اُنکا اور تھا آدمی کا دھڑ — گرجے تو جہاں گونج اُٹھا پھیل گیا ڈر

سب دیوتا بھی آسماں پہ کانپنے لگے — دہلا جو دل تو سارے بشر ہانپنے لگے

ہرناکشپ تھا خوف کے مارے ہی مر رہا — نرسنگھ نے گودی میں لیکے پھاڑ ہی دیا

لمبی زبان نکال کر خُوں چاٹنے لگے — اک پُرزہ پُرزہ دُشٹ کا وہ کاٹنے لگے

نرسنگھ جی کے تیج سے تپنے لگا جہاں

ہُنکار سے غُصّے کی لگا پھٹنے آسماں

دو ہاتھ جوڑ بھگت پرہلاد تھا کھڑا — بے خوف تھا بے خطر تھا اُستتی کر رہا

بھگوان بولے بھگت مَیں تیرا رِنی ہُوا — آنے میں ہُوئی دیر کرنا اس کا نہ گلا

گودی میں اپنے بچے کو بھگوان نے لیا — چُوما اُسے و چھاتی سے اپنی لگا لیا

ہرناکشپ کے ظلم کا یُوں خاتمہ ہُوا — ظاہر عجیب رُوپ میں پرماتما ہُوا

سب دیوتا برسانے لگے پھُول جھُوم جھُوم — سب بھگت لگے سننے اور مُسکانے جھوم جھوم

شردھا کے پھُول شام بھی برسا رہا ہے آج

نرسنگھ و پرہلاد کے گُن گا رہا ہے آج

ایشور کے

(از قلم جناب لالہ دولت رام صاحب پوری مضطر بی.اے.بی.ٹی. گوجرانوالہ)

آگ میں گر کر بھی شکتی دہرم کی جاتی نہیں — کاٹ دو گردن حقیقت واقعی جاتی نہیں

ہوں خزانے بھی تہی لیکن نہ توڑیں قول کو — دہرم پر سب کچھ لٹا کر بھی کمی آتی نہیں

ہیں بہادر جو نہیں ڈرتے وہ تیغ و تبر سے — دہرم کی ہانی مگر ان سے سہی جاتی نہیں

شیر گو بند ہوں قفس میں پھر بھی آخر شیر ہیں — مر کے بھی دہشت دلے ان کی سہی جاتی نہیں

اپنے کو ہو... بچے کیسے یہ بھلا مضطر بنا — ڈھول ڈالے سے بدر کی چاندنی جاتی نہیں

شبد

ساچا پریم رس انتر جا گئے —— ست سادھو کی سیوا لاگے
ست است کا نرنہ پائے —— پریم سروپ تب انتر آئے
سہج بھائے اک نام پیار —— پرگٹ ہوئے پریم انبار
سواس سواس ہر نام کماوے —— ایک سرتی انتر ٹھہراوے
سنگور جگتی من پون کو چھیدے —— اُردھ کنول پریم رس بیدھے
پریم پہنچ انحد دُھنکار —— گرجے انتر دسویں دوار
کایا تیاگ من شبد رمینا —— ساچا پریم رس گورکھ چینھا
انحد ناد سنگ ورتی ایک —— ساچے پریم کا سن تُوں لیکھ
ادھک بیراگ جیون گئی آس —— پرکھ نرالم پرتا ابناس
نت ہی نت سرتی پر بین —— آتم رس انتر مانہیں چین
سہج بھائے من آوے ٹھور —— آتم رس پیوے گھنگھور
گرجے ناد میگھ سمان —— سرت سمائے کرے پریم پہچان
اندری وشیوں سے بھیا اتیت —— پریم سروپ پائے شبد پونیت
نو دوار میں سرتی ٹھاکے —— دسواں کھلے تب پریم کو چاکھے
گگن سرور پریم کا تھاؤں —— گورکھ پرچے لے پربھ کا ناؤں
انحد بیلا انتر پرگاسے —— پیوے پریم بھیو نرواسے
روم روم میں ہوئے دُھنکار —— آپ تیاگ لکھے پریم کی سار
بن مدرا کے ہوئے متوال —— ساچے پریم کی انتر روال
اپنے آپ سے بھیا اتیت —— اگمت پریم کا گاوے گیت
جس گھٹ انتر ناد پرگاسے —— سار پریم سو پرکھ بلاسے
انتر ناد نرنتر بانی —— آلکھ پریم کوئی ورلا پہچانی
پریمی جگت مکت کا دانا —— متھیا جگ میں کرہی سار پہچانا
اپنے آپ میں پایو بسرام —— پریم پرساد پرتا ست دھام

دل اگر سچا ہے پھر بدنام کیا اور نام کیا

از شری سوامی شہنشاہ جی مہاراج نیشٹک برہم چاری مصنف کتب کاشف القلب اُتم رس بھجناولی وغیرہ

دل اگر سچا ہے پھر بدنام کیا اور نام کیا
گر خدا سے کام ہے کچھ پھر جہاں سے کام کیا

گر تو ہے جذبات نفسانی کے پھندے میں پھنسا
پھانسنے کو تیرے مورکھ اور ہوگا دام کیا

جسم کے رشتے کو تو ہرگز نہیں رہتا قیام
روح کا رشتہ ہے تو پھر خاص کیا اور عام کیا

گر خدا کے عشق میں مخمور اور سرشار ہے
پھر مئے دو آتشے کا تو کرے گا جام کیا

عیش و عشرت دنیوی ہے گر ترے دل میں بسی
پھر شکایت کرتا ہے تو کلفت و آلام کیا

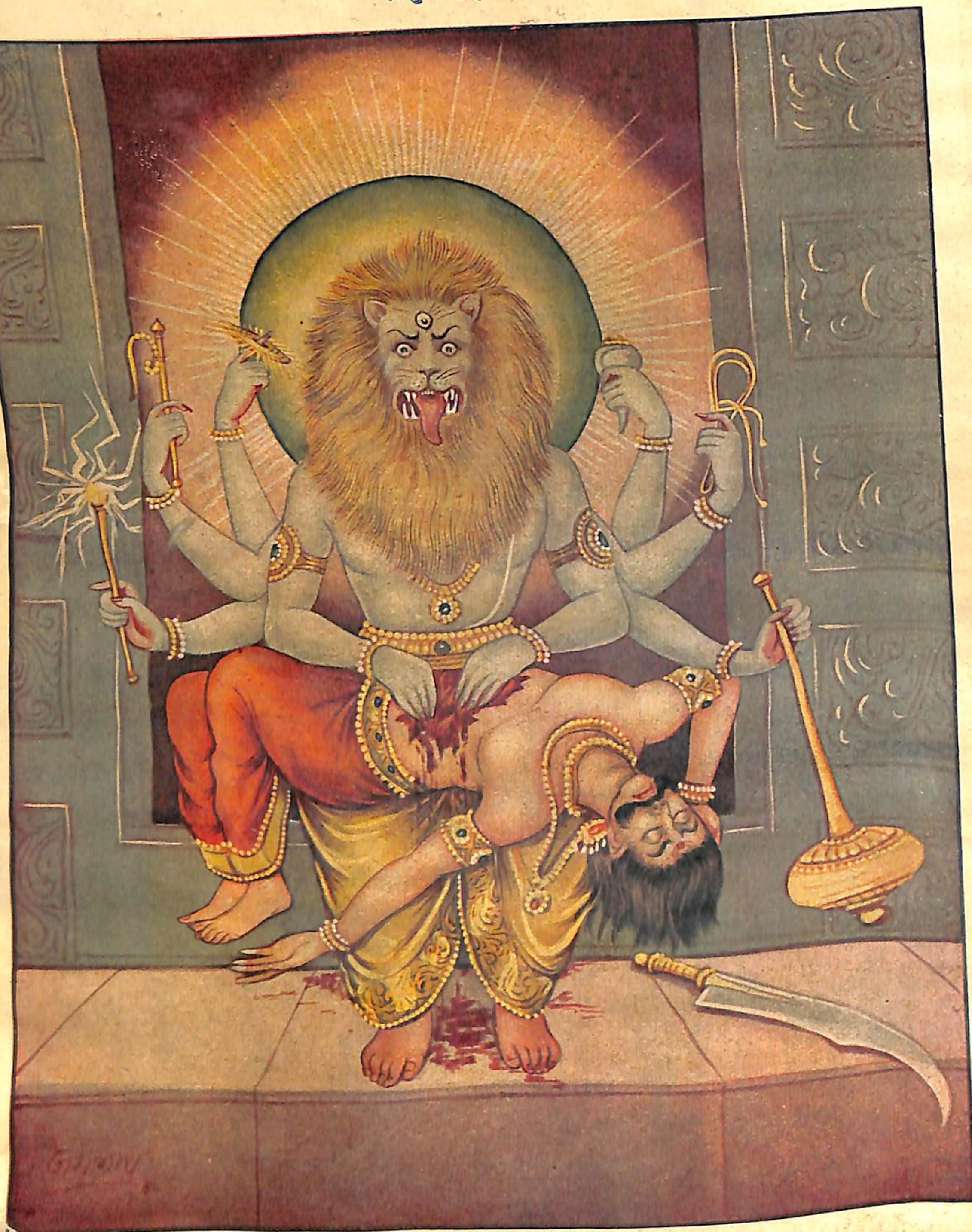
اہل دل کے دل میں ہی اپنا ہے بار و گھر بنا
رہنے سے ہم کو غرض ہے پختہ کیا اور خام کیا

ہر گھڑی تیار رہنا کمر ہمت کس کے تم
لازمی جانا ہے گر تو صبح کیا اور شام کیا

اپنا ہے رشتہ اسی سے جو کہ بے رشتہ رہے
ذات مطلق کے لئے آغاز کیا انجام کیا

اے شہنشاہ جو پھنسا ہے خواہشوں کے دریا میں
اور پھر اس کا کرے گی گردش ایام کیا

श्रीनृसिंहदेव



कोपादालोलजिह्वं विवृतनिजमुखं सोमसूर्याग्निनेत्रं पादादानाभि रक्तप्रभमुपरि सित भिन्नदैत्येन्द्रगात्रम् ।
...कल्पमीडे नृसिंहम् ॥

پی کہاں ... پی درشن کی آس

از قلم جناب ویدراج لالہ جمعیت رائے بہل سچدانند گوجرانوالہ حال وارد لارنس روڈ کراچی

کہاں ہیں وہ مُرلی منوہر کنہائی صدا جن کی بنسی کی کانوں میں آئی
زمانہ فدا ہے تصدّق خُدائی انہوں نے یہ ہر سُرشٹی رچی ہے رچائی

مَیں اُن کا طلبگار دیدار رہتا
کریں اپنی کرپا میں مُدت سے پیاسا

مجھے پیاس درشن کی تیرے لگی ہے بناں درس رہتی سدا بے کلی ہے
چرن تیرے دیکھوں تمنّا یہی ہے پربھو مری بنتی سُنو عاجزی ہے

ہوئیں مدتیں میں تڑپتا ہُوں رہتا
درس دینا جلدی صدا یہ لگاتا

بناں درس نہیں چین کل مجھکو آتا نہ کھانا ہی بھاتا نہ پہرن ہی جاتا
تیرا نام جپتا میں اوروں جپاتا تیرے کیرتن کا میں چرچا سُناتا

تیری بانی امرت کی یہ رس بھری ہے
جو ہر دم دم دم زباں پر میری ہے

تیرے پریم کا مُجھکو چسکا لگا ہے رہوں تجھ پہ مایل یہی التجا ہے
نہ بھگتی کی اچھا میری بر ملا ہے بھگتی میں رس کتنا دیکھو بڑا ہے

ملے مجھ کو یہ ہی یہ نعمت بڑی ہے
نہ اس سے زیادہ کوئی بہتری ہے

مَیں شیدائی تیرا ہُوں تیرا دیوانہ   مجھے مَن کے مندر میں درشن دکھانا
یہی تیرا مسکن یہی ہے ٹھکانہ   یہی گیان گیتا کہ خُود میں سمُانا

مجھے پریم کی تھوڑی مستی ہی دے دو
بھکاری کھڑا تیرے در پہ ہوں دیکھو

مجھے پریم کی بھیک دینا پیارے   مَیں تیرے توکّل میں تیرے سہارے
تیرے گیت گاؤں صُبح شام پیارے   لکھوں لیکھ جتنے میں سارے تمہارے

یہی ہے تمنا یہی دل لگی ہے
تیرا شوق ہووے یہ محفل بڑی ہے

مَیں گرتا ہُوں سوامی کھڑا ڈگمگاتا   مجھے تھام لینا میں تیرا پیارا
تیرے نام کی مَیں ہُوں مالا پھراتا ،   کرو کرپا اپنی میرے دینا ناتھا

یہ جیون کی نیا کنارے لگا دے
مجھے اپنے چرنوں کی بھگتی دلا دے

کرشن اے پیارے گھنشام تارے   بسودیو نندن جسودھا کے پیارے
تیرے درس کے ہیں پیارے نظارے   فدا تم پہ جاؤں ہو میرے سہارے

تیرا وِرد ہر دم زباں پر میری ہے
تو ہی سچدانند الفت تیری ہے

بھجن

پریمی بھائیوں کے پریم پتروں کے جواب میں۔ (از جانب ہنسراج لال چوپڑہ گوجرانوالہ)

کئی ایک پریمی بھائیوں نے میری دھرم پتنی کا شریر شانت ہونے پر افسوس و ہمدردی وغیرہ کے مراسلات بھیجے ہیں جن کے لئے راقم اُن کا ممنون ہے۔ اور ساتھ ہی اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ دُنیا مانند ایک سرائے یا ہوٹل کے ہے۔ اس میں چار آتے ہیں۔ اور چار چلے جاتے ہیں یہی اس کا انادی دستور ہے۔ پھر خوشی کیسی۔ اور غمی کیسی؟ دیا ساگر پرم پتا جو کچھ بھی کرتے ہیں اپنے پتر کی بھلائی کے لئے ہی کرتے ہیں۔ اور سکھ دُکھ کا تعلق کیول من سے ہے نہ کہ دُنیاوی یا ظاہری اقبال مندی وغیرہ سے پس ہر حالت میں صابر و شاکر رہنا ہی مول منتر ہے۔ کیونکہ دُنیا میں سوائے قرار کے سب چیز بیکار و بیقرار ہی تو ہے بقول کسے

نہ سُکھ کو ہے قرار نہ دُکھ کو قرار ہے
جو چیز ہے دُنیا میں سو وُہ بے قرار ہے

اس گھر میں چار آئے چار اُٹھ کھڑے ہوئے
جانے یہ تار کب سے یہاں برقرار ہے

ہیں سب سوار کشتئ عمرِ رواں پہ یاں
آتا ہے کوئی وار کوئی جاتا پار ہے

اس تختہ ہستی پہ ہے چوسر بچھی ہوئی
ہوتی ہے کہیں جیت کہیں ہوتی ہار ہے

ہے چھاں بین تیری عبث اے سکندرا
دارِ جہاں تو بحرِ ناپیدا کنار ہے

اُڑتے ہیں کہیں چھچھے نالے کہیں مچے
ویرانہ ہے کہیں و کہیں لالہ زار ہے

محشر کہیں بپا ہے کہیں شادی کی ہے دھوم
بستی کہیں خزاں ہے کہیں پر بہار ہے

بڑھتے کہیں قصیدے کہیں مرثیے پڑھیں
صدر حمتیں کہیں ہیں کہیں مار مار ہے

اس گلشن ہستی میں کہیں گُل ہیں کہیں خار
ہوتا ہے کوئی شاد کوئی سوگوار ہے

جب ہے یہی دستور تو پھر غم میں کیوں مریں
گذرِ خزاں ہے واں پہ جہاں آتی بہار ہے

جی کر کوئی ہے خوش کوئی مر کے غم کرے
لیکن ہمیں تو یار اِن دونوں سے عار ہے

رنج والم بے سود ہے تیرا اے شہنشاہ
غم ہو [illegible] اُنہیں جنہیں خوشی سے [illegible] ہے

تو ہے کہاں؟

از شریمان بی۔ آر۔ دھیر ملو دوی۔

(۱)

سُنا ہے ہر شئے میں تیرا جلوہ ہے۔
مندروں کے ناقوس تیری یاد میں بیقرار
صبح و شام ایک شور سا برپا کر دیتے ہیں۔
تیرے پجاری۔ بڑی بڑی مالائیں۔ تسبیحیں لئے
لمبے لمبے تلک لگائے تیری یاد میں۔ تیری تلاش میں
سرگرداں ہیں۔
مسجدوں میں کھڑے مولانا تجھے پانے کی اُمیدیں
زور زور سے اذانیں دیکر تیری یاد کر رہے ہیں۔
پہاڑوں کی گپھاؤں میں۔
دریاؤں۔ ندی۔ نالوں کی روانی میں۔
پھول کی پنکھڑیوں میں۔
ہر شئے میں تیرا نور ہے۔ مگر۔
تلاش کے باوجود معلوم نہ ہو سکا۔ کہ

تو ہے کہاں؟

~~~~~~~~

جب چاروں طرف چاندنی اپنا نور بکھیر رہی ہوتی ہے
تمام کائناتِ عالم میٹھی نیند کے جھولے جھولتا ہے
چاند اپنی پوری شان سے چمک رہا ہوتا ہے۔
پریمی۔ پریم میں مست۔ دُنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو

(۲)

بھونرے۔ پھولوں پہ پاگل مستی میں بیخود
کوئل دن بھر۔ کُو کُو۔ کی صدا لگانے کے بعد
پریم بھرے راگ گانے کے بعد خاموش ہو جاتی ہے
پریم کا متلاشی۔ پریتم کی تلاش میں: پی پی کی صدا
لگاتا ہوا
پپیہا۔ پریم کی نیند سو جاتا ہے۔
مگر میں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں۔۔۔
اُسوقت
اکیلا تیری یاد میں بیقرار کروٹیں بدلا کرتا ہوں
چپ چاپ۔ خاموش سوچا کرتا ہوں۔
کہ کیا میں کبھی تمہیں پا بھی سکوں گا۔
اپنے آپ کو تم میں جذب بھی کر سکوں گا۔
میں نے سُن رکھا ہے۔ کہ تم بے نیاز ہو۔
ہر ذرّے میں تیرا نور ہے۔
ہر شئے میں تیرا جلوہ ہے۔
تم سب جگہ موجود ہو۔ ہر جائی ہو۔
میرے پاس بھی۔ میرے دِل کے اندر بھی۔
شاید میرے من میں بھی
میرے گھر پر قبضہ کرکے مجھے ہی بے گھر کر رہے ہو
~~~~~~~~

شاید کہ مَیں تیرے پریم کے یوگیہ نہ ہُوں۔
مَیں اپنا آپ تیرے ارپن کرنا چاہتا ہُوں۔
بتاؤ نہ کہ:

تُم ہو کہاں ؟

تُم سب کچھ ہو۔
رحیم ہو۔ غفور ہو۔ ظالم بھی۔ مظلوم بھی۔
ہو بھی اَور نہیں بھی۔ کرتا بھی۔ اکرتا بھی۔
اے سرُورِ کائنات۔ اے مالکِ دو جہاں۔
لِلّٰہ بتاؤ۔ کہ کیا میں نہیں پا سکتا ہُوں۔
میرے محبُوب۔ کچھ تو جواب دو۔ بولو۔
اپنے پریتم کا۔ اپنے متلاشی کا دِل تو رکھنا ہی ہو گا
میرے مالک۔ تم نے پریم بھرے من کی آرزُو تو سُن
ہی لی ہو گی۔
مگر تُم خاموش کیوں ہو۔ کیا میری صدا
بہرے کانوں پر سُنی جاتی ہے۔ ساری دُنیا کا پالک
باپ اپنے بچے کی آواز پر خاموش ہے۔
جب کبھی و یاکل ہو کر رات کی خاموش فضاؤں میں
اپنا آپ بھُلا کر۔ یہ سوچتا ہُوا۔ کہ
شاید تمہیں پا سکوں۔ ڈھونڈھ سکوں۔
مَیں اکیلا۔ دُور۔ دُنیا کی رنگینیوں سے دُور۔
اس سطلبی۔ دھوکہ باز۔ فریبی دُنیا سے پرے۔
پہاڑوں کے درمیان۔ جہاں برف
پانی بن بن کر۔ تیری یاد میں بہہ رہی ہو۔
چشمہ کا سرد پانی اپنی مستانہ روش سے۔
اٹھکیلیاں کرتا ہُوا۔ تیری یاد میں بیقرار۔
اس سمے ہاں۔ ہاں اُس سہانے سمے میں
جہاں آبشار کی آواز کے سوا۔ ہُو کا عالم ہو۔
فضا بالکل ساکن ہو۔ تیری یاد

مگر پاگل بنکر بھی تو تم سے دور ہوں کیا میں سچ مچ پاگل ہوں اور پانا چاہتا ہوں۔ نہیں اور صرف تمہیں دنیا والوں کو۔ ان خودغرض جسموں کو بھول جاتا ہوں۔ ساری دُنیا کو
اور نہیں بتا سکتا۔ نہیں جان سکتا کہ تُو ہے کہاں ؟

زباں سے جائے۔ اَور پھر بھی تُو نہ مِلے
تو بے اختیار۔ من کی ہُوک۔ آواز دیتی ہے۔ کہ

تُم ہو کہاں ؟

تیری یاد رہ رہ کر ستاتی ہے۔
آنکھیں تر ہو جاتی ہیں۔
آنسوؤں کا سیلاب سا اُمنڈ آتا ہے۔
مگر یہ آنسو۔ غم کے آنسو۔ فرقت زدہ آنسو۔
آنسو نہیں۔ تمہارے پریم کے انمول پھُول ہیں۔
قیمتی جواہر پارے ہیں۔ وُہ پھُول۔
جو صرف تمہارے ہی قدموں پر چڑھائے جاتے ہیں
مگر کیا تم سویکار کرو گے۔
اِس ناچیز پریمی کی انمول بھینٹ۔
مَیں رہ رہ کر اپنے من سے پُوچھتا ہُوں۔
خوبصُورت پھُول سے سوال کرتا ہُوں۔
کہ کہیں مَیں کوئی دیوانہ تو نہیں ہو گیا ہُوں۔
کیا میں سودائی ہُوں۔ کسی کی محبت میں پاگل۔
پھُول ہنس دیتا ہے۔ اپنی
پنکھڑیوں کو کھول کر میرا مضحکہ اُڑاتا ہے۔
تارے میرا مذاق اُڑانے کے لئے
آپس میں آنکھ مچولی کرنے لگتے ہیں۔
اَور اُوپر آسمان پر۔ اِس نیلے سائبان پر
چاند بھی ہنس دیتا ہے۔ مَیں دیوانہ ہوں نہ۔
گویا تمام کائنات میرے وحشی پن سے۔
بلبلا کر جاگ اُٹھتی ہے۔
کتنا پُرلطف اَور پُر از مسرت ہوتا ہے وہ سمہ
تمہاری تلاش میں اپنے آپ کو کھو دینے کا جذبہ
اَور مَیں۔ اس وقت سب کچھ بھُول کر۔

سی حرفی میاں محمد بوٹا

الف　ایس پریم دے نگر اندر ڈٹھے وسدے کٹھڑی جان والے!
دوارے عشق دے بیٹھ کے کرن پوجا ڈٹھے حافظ او خاص قرآن والے
سولی سار تے سر تے بھار لٹکن ڈٹھے یار دا بھید سنان والے
خوک چار دے بوٹیا عشق پچھے ڈٹھے ولی کمال سدان والے

ب　بہت دراز اوہ برج اچا جتھے عشق دے جھنڈڑے جھلدے نی
ایہہ عشق بازار بیپار ڈاہڈا جتھے سودڑے سر اندے تلدے نی
پھرن کالڑے ماتی ویس کر کے عاشق بھور مشتاق جو بھلدے نی
قیدی عشق دے بوٹیا لین ترلے گلوں زلف دے طوق نہ کھلدے نی

ت　تکیا یار دی زلف اندر پیا چمکدا نور کوہ طور والا
بھلے ہوش تے عشق دا جوش ہویا کیتا نوش پیالا منصور والا
دتے سکھ تے جھوڑی دکھ پائے کیتا دنج ایہہ بہت قصور والا
محمد بوٹیا روندیاں عمر گذری کرے ترس نہ یار غرور والا

ث　ثابت رہی نہ عقل میری پیتا جام جاں شوق شراب بھئیں ہیں
گیا بھل اسلام دا نام مینوں سنیا راگ جاں عشق رباب بھئیں ہیں
آیا بھلڑے عشق ایمان کولوں مسئلہ ویکھیا عین کتاب بھئیں ہیں
رکا بوٹیا عشق بھئیں شوق جدوں ڈٹھا یار محبوب نوں خواب بھئیں ہیں

ج　جا ڈٹھا سوہنا بت خانے متھے تلک تے بغل قرآن دسدا
اک ہتھ مالا اک ہتھ تسبیح نہ اوہ ہندو تے نہ مسلمان دسدا
کیتا یار دا مذہب قبول میں بھی اسدے وچ اسلام ایمان دسدا
محمد بوٹیا چمکدا ہر طرفوں جلوہ یار دا وچ جہان دسدا

ح　درس پریت پریم والے پڑھدے پٹیاں پیر مغان ڈٹھے
بھلا سبق تے ہور دسیاں وچوں الفت الف دے وچ حیران ڈٹھے
لماں علم ایہہ پٹیاں عمل باجھوں نقطے نام دے تے قربان ڈٹھے
[illegible]

بُرائی کا بدلہ بھلائی!

از شریمان پنڈت وشنو دت جی شرما۔

آج ہم اپنے پیارے احباب کو اُس وقت کی ایک کہانی سنائیں گے جبکہ بھارت ورش ترقی کی چوٹی پر چڑھا ہوا بہشت بریں سورگ کا لُطف لے رہا تھا۔ ہر طرف سے آزاد۔ بے فکر اور با امن تھا۔ اس کے کیریکٹر کا معیار سب سے بُلند تھا اُس کی دھوم چار دانگ میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہ صابر تھا۔ متحمل تھا۔ اس کی مستقل مزاجی لاثانی تھی۔ اس کے ارادے اور برداشت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں کے لوگ بڑے متموّل۔ ایمان دار اور با اخلاق پُر عظمت اور پُر شوکت تھے۔ ہر طرح سے مستعد ہوشیار رہتے۔ ہر فن میں بیدار تھے۔ صنعت و حرفت میں باکمال۔ تجارت میں با جلال۔ دولت میں لازوال تھے۔ تندرست اور جوان خوبصورت و رعنا تھے۔ بہادر تھے دلیر تھے۔ دل شیر تھے۔ ہمت میں جرأت میں شجاعت میں لاثانی تھے۔ ملک بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کا مسکن تھا۔ ممالک غیر کا ناصح تھا۔ یہاں کے تجّار دُور کے ملکوں اور ٹاپوؤں میں جایا کرتے تھے۔ آج کل بمبئی اور کلکتہ جیسے عظیم الشان اور نامور شہر بھارت ورش میں انیک تھے۔ جن میں باہر کے بیوپاری گھومتے پائے جاتے تھے۔ بڑے بڑے شہروں میں تجارت کے کارن خوب رونق اور چہل پہل ہوتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں کی حالت بہت اچھی تھی۔ راجہ اور پرجا دونوں ایک دوسرے کے دلدادہ تھے۔ سُکھ اور شانتی کے جیون بسر ہوتے تھے۔ بُدھ دھرم کا یہ درمیانی زمانہ تھا۔ بُدھ دیو کی سکھشا کا پوتّر۔ شانت اور دیالو گیت گھر گھر سنائی دیتا تھا۔ بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اس کے پاکیزہ مشن کی تکمیل میں تن من اور دھن سے لگے ہوئے تھے۔ ہزاروں بُدھ شرمن اپدیشک ہر طرف اپنے دھرم کا جھنڈا لئے پرچار کرتے پھرتے تھے۔ چنانچہ بنارس کی طرف جانے والی سڑک پر ایک گاڑی جا رہی ہے جس کا گھوڑا بہت تیز ہے۔ گاڑی پر صرف دو آدمی بیٹھے ہیں۔ ایک تو مالک ہے دوسرا نوکر۔ مالک کے لباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دولت مند تجّار ہے جو کہ کسی خاص کام پر بہت جلدی منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے۔ بارش ہو کر تھمی ہی تھی جس سے ٹھنڈی ہوا چلنی شروع ہو گئی لیکن بادلوں کے پھٹ جانے سے دھوپ نکل آئی ہے جس سے آفتاب کی سُنہری و روپہلی کرنیں روئے زمین پر نہایت خوبصورتی سے پھیلی ہوئی ہیں۔ درختوں اور پودوں کے پتے دُھل کر سبز نکل آئے ہیں۔ جو کہ ہوا کے خوشگوار جھونکوں سے خوب لہلہا رہے ہیں۔ پرکرتی دیوی۔ قدرت کاملہ نے ایک بے مثال اور پُر تکلّف زیورات سے آراستہ کر رکھا ہے۔ راستہ کے نشیب و فراز ہونے کی وجہ سے گھوڑے کے قدم ذرا سُست ہو گئے۔ مالک نے دیکھا۔ کہ سڑک کی پٹڑی پر ایک بُدھ شرمن گردن نیچے کئے ہوئے پیدل جا رہا ہے۔ اُس کے پُر جلال چہرے سے شانتی۔ پاکیزگی اور گمبھیرتا جھلک رہی ہے۔

اُس کے دیکھتے ہی مالک گاڑی کے دِل میں اُس کی عزّت و توقیر کا خیال پیدا ہُوا۔ سوچنے لگا۔ چال ڈھال سے تو کوئی مہاتما معلوم ہوتے ہیں جو پاکیزگی مجسّم اور دھرم کا اوتار دِکھائی دیتے ہیں۔ ایسے سجّن مہاتماؤں کے دیدار شفقت کو عالموں نے پارس اور لوہے کے ملاپ کی نسبت دی ہے جس طرح پارس کے چھُونے سے لوہا سونا ہو جاتا ہے اُسی طرح اِن مہاتماؤں کے درشنوں سے ابھاگا بھی بھاگیہ وان ہو جاتا ہے۔ بدقسمت بھی خوش نصیب ہو جاتا ہے۔ اگر اس شرمن نے بھی بنارس جانا ہو اور میری گاڑی پر چڑھنا منظور فرما دیں تو مجھ سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہو سکتا ہے۔ جس سے مجھے اُمید ہے کہ اِن کی سنگت سے مجھے بہت فائدہ پہنچے گا۔ یہ سوچ کر سیٹھ نے شرمن جی کو بڑی عاجزی سے نمسکار کیا اور گاڑی میں بیٹھنے کی التجا کی۔ جس پر وہ بیٹھ گئے بولے۔ آپ نے مجھ پر بڑا بھاری اُپکار کیا ہے جس کے لئے میں آپ کا ازحد ممنُونِ احسان ہُوں۔ مَیں بہت عرصہ سے پیدل چل رہا ہُوں۔ جس سے مَیں تھک گیا تھا۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ شرمن لوگوں کے پاس کوئی ایسی چیز تو رہتی نہیں جس کو دیکر آپ کے احسان سے سبکدوش ہو سکوں۔ ہاں اگر آپ چاہو گے تو پرم گورو مہاتما بُدھ دیو جی کے اُپدیش رُوپی، بے انت مُلے بہا خزانے سے جو کچھ اکٹھا کر سکا ہُوں دیکر اپنی گردن سے بارِ احسان اُتاروں گا۔ سیٹھ اپنے دِل میں بہت خوش ہُوا۔ کہ اُس کا وقت خوشی میں گذرے گا۔ کچھ نہ کچھ رُوحانی غذا بھی ملے گی چنانچہ بڑے شوق سے شرمن جی کے انمول رتنوں کو اپنے دِل کے تہ خانے میں جمع کرنے لگا۔ گاڑی برابر چلی جا رہی تھی مگر ایک نشیب میں پہنچ کر کھڑی کر لی کیونکہ وہاں ایک اور بیل گاڑی کھڑی تھی جس سے راہ بند ہو گیا تھا۔ یہ گاڑی ایک کسان دیوپال کی تھی جس میں چاول لاد کر وہ بنارس جا رہا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ دِن نکلنے سے پہلے وہاں پہنچ جائے مگر دُھرے کی میخ نکل جانے سے گاڑی کا ایک پہیہ نکل کر گرا ہُوا تھا۔ اور دیوپال اکیلا تھا اس لئے بہت کوشش کرنے پر بھی وہ اپنی گاڑی کو درست نہیں کر سکتا تھا۔ جب سیٹھ نے دیکھا کہ جاٹ کی گاڑی راہ سے ہٹائے بغیر آگے بڑھنا مشکل ہے تو اُس نے بڑے غُصے سے اپنے نوکر کو کہا کہ گاڑی سے چاول کے بورے نیچے پھینک دے اور گاڑی کو ایک طرف کر کے اپنی گاڑی کو آگے بڑھا۔ کسان نے جب یہ سُنا تو بڑی عاجزی سے بولا۔

کسان :۔ "ہاتھ جوڑ کر" میں غریب جاٹ ہُوں۔ بارش کے سبب سے کیچڑ ہو گیا ہے۔ آپ ذرا مہربانی کیجئے۔ مَیں ابھی اپنی گاڑی دُرست کر کے راستہ چھوڑ دُوں گا۔ ورنہ میرے چاول خراب اور برباد ہو جائیں گے۔ لیکن اس کی اس عاجزانہ عرض پر مغرور سیٹھ نے کچھ دھیان نہ دیا اور کڑک کر اپنے نوکر سے کہا۔

سیٹھ :۔ کیا دیکھتا ہے۔ میرے حکم کی تعمیل میں تاخیر کیوں ہے۔ نوکر نے فوراً بوروں کو کیچڑ میں پھینک دیا۔ گاڑی کو ایک طرف دھکیل کر اپنی گاڑی آگے بڑھا کر ہانک دی۔

ہائے افسوس! اس مغرور دُنیا میں غریب کا کوئی مددگار نہیں۔ نشۂ دولت میں چور اپنے معمولی فائدے کے لئے دوسروں کا سب کچھ برباد کر دینے والے اہنکاری دولتمندوں کی اُس وقت بھی کمی نہ تھی۔ مُفلس قلاش کی رکھشا کرنے کی بجائے لُوٹنے والے امیروں سے یہ دُنیا کبھی خالی نہیں رہی اور شاید آئندہ بھی نہیں رہے گی۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ اُس وقت بُدھ دھرم کے شرمنوں کا دستِ شفقت غریبوں اور محتاجوں کی مدد کے لئے ہر وقت دراز رہتا تھا اور ہر ایک انسان کے ساتھ

کے کاموں میں لگاتے تھے۔ جب سیٹھ جی کی گاڑی آگے بڑھی تو شرمن نارد گاڑی سے اُترا اور بولا۔

شرمن:- سیٹھ جی کشما کرنا۔ اب میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا۔ میں مشکور ہوں، کہ آپ نے بڑی مہربانی اور عنایت سے ایک گھنٹہ تک مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا جس سے اب میری تھکاوٹ دُور ہوگئی ہے۔ اگرچہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں آپ کے ساتھ اور بھی سفر کرتا مگر میں آپ کے اس تشدد کو برداشت نہیں کرسکتا۔ جو آپ نے اس غریب کسان کی گاڑی کو اُلٹا کے خود آگے بڑھائی۔ اور اُس کے چاولوں کے بوروں کو کیچڑ میں پھینک نقصان پہنچایا ہے حالانکہ وہ بھی آپ کی طرح انسان ہی ہے اور آپ کے بزرگوں کی ہی اولاد ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کا کوئی قریبی رشتہ دار ہی ہوگا۔ اسلئے آپ نے جو مجھ پر اُپکار کیا ہے اُس کے قصبہ میں اس جاٹ کی حفاظت کر کے پہنچاؤں گا۔ کیونکہ اُس کا جو فائدہ ہوگا وہ ایک طرح سے آپ کا ہی فائدہ ہے۔ یعنی اُس کی خوش قسمتی سے آپ کو بہت گہرا تعلق ہے۔ مگر آپ نے اُس کو جو دُکھ پہنچایا ہے اُس سے آپ نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ اور میرا اب یہ فرض ہے کہ آپ کو اس ہونے والے نقصان سے بچاؤں۔ اور بھلا کروں۔ وہ اسطرح ہوگا کہ میں اپنی ساری طاقت خرچ کر کے جاٹ کی مدد کروں۔ لیکن سیٹھ نے ذرا بھی دھیان نہیں دیا۔ اور یہ سوچتا ہوا آگے بڑھا کہ شرمن لوگ حد سے زیادہ جذباتی ہوتے ہیں۔ یہ دُنیا کے نشیب و فراز کو کیا سمجھیں۔

شرمن نارد واپس گیا اور جاٹ کو نمسکار کر کے اُس کی گاڑی درست کرنے میں مدد کرنے لگا۔ کیچڑ میں پڑے ہوئے چاول اکھٹے کر کے الگ بوری میں ڈالے۔ بوروں کو لاد دیا گیا۔ ایک ایک دو گیارہ ہوتے ہی ہیں۔ دونوں کی محنت سے کام جلدی نپٹ گیا۔ جاٹ دل میں سوچنے لگا۔ واقعی یہ شرمن بڑا پر اُپکاری مہاتما ہے۔ جس کی مدد سے کام نہایت آسانی سے سرانجام پاگیا ہے اور اتنی جلدی کہ مجھے خود تعجب ہو رہا ہے۔ نہ جانے میری مدد کو اس شرمن کے لباس میں کوئی غیبی دیوتا آیا ہو۔ سادہ لوح اور غریب مزاج کسان نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

کسان:- شرمن دیو مہاراج! جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس سیٹھ کا میں نے کوئی نقصان نہیں کیا اور نہ ہی آجتک میں نے اس کی کوئی بُرائی ہی کی ہے۔ لیکن آج اس نے میرے ساتھ سختی اور بے مروتی کا کیوں برتاؤ کیا اُسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ کرپا کر کے مجھے بتایئے۔ اور میرے غصہ ور دل کو شانت کیجئے

شرمن:- بھائی اسوقت تو جو کچھ بھوگ رہا ہے۔ یہ تیرے پُوربلے کرموں کا پھل ہے۔ گذشتہ اعمال کا نتیجہ ہے یعنی جو پہلے بویا تھا اب کاٹ رہا ہے۔ اس میں کسی کا قصور نہیں۔

کسان:- مہاراج! کرم کیا ہے کرپا کر کے ذرا اچھی طرح سے سمجھا دیجئے۔

شرمن:- بادی النظر میں تو دراصل انسان کے اپنے ہی کرم ہوتے ہیں۔ جن کو کرم کہا جاسکتا ہے اور وہ فعل اُس کے اس جنم کے نیز پہلے جنم کے کئے ہوئے کاموں کی ایک مالا ہے جس کے منکے رُوپی کرم طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ اُن میں موجودہ کئے ہوئے افعال کے ہیر پھیر سے بھی بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ جو ہم سبھوں نے پہلے بھلے بُرے کرم کئے ہیں اُن کا پھل ہم اسوقت بھوگ رہے ہیں۔ اور اب جو کر رہے ہیں اُن کا پھل ہمیں مستقبل میں بھوگنا پڑے گا۔ چنانچہ اس اثناء میں کسان نے بیل جوتے اور گاڑی ہانک دی۔ تھوڑی ہی دور آگے بڑھی ہوگی کہ اچانک

چیز کو دیکھ کر بے ساختہ بول اُٹھا ہے پربھو! یہ سانپ کی طرح کیا پڑا ہے۔ شرمن نے غور سے اُس کی طرف دیکھا اور جا کر اُس کو اُٹھا لیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اشرفیوں کی بھری ہوئی لمبی سی تھیلی ہے۔ یقیناً اُس کو خیال ہوا۔ کہ تھیلی سوائے اس سیٹھ کے اور کسی کی ہو نہیں سکتی اور اُس کسان کے حوالے کر کے کہا۔ بھائی۔ جب آپ بنارس پہنچو گے تو یہ تھیلی اُس سیٹھ کو دے دینی۔ اُس کا نام پانڈو جوہری ہے۔ اور نوکر کا نام مہاپت ہے۔ آپ کے ایسے حسنِ سلوک سے وُہ اپنے اندر سخت نادم اور شرمندہ ہوگا۔ اور اپنے اُس بُرے سلوک پر سخت افسوس کرے گا جو اُس نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دینا کہ آپ نے جو کچھ میرے ساتھ اچھا یا بُرا برتاؤ کیا تھا۔ اُس کو میں بخوشی تمام دل سے بھلاتا ہوں۔ اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ آپ کو بیوپار میں خوب فائدہ ہو۔ بھائی! میں یہ سب کچھ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ کی قسمت کا فیصلہ اُس کے فائدے پر منحصر ہے۔ کیونکہ جب بیوپار کی ترقی ہوگی آپ کی قسمت کا ستارہ بھی خوب چمکے گا۔ اس کے بعد پر اُپکار کا مجسم اوتار اور دُور اندیش نارد شرمن یہ سوچتے ہوئے پیدل ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ کہ اگر جوہری میرے پاس آیا تو ہر ممکن طریقہ سے اُس کا بھلا کرنے کی پوری پوری سعی کروں گا۔ یعنی اُپدیش کر کے اُس کو اصلی منشیہ بنا دوں گا۔

شہر بنارس میں ایک شخص مسمّی "ملک رام" رہتا تھا وہ پانڈو صراف کا آڑھتی تھا۔ جس وقت پانڈو جوہری بنارس پہنچا تو وہ کچھ ہراساں اور مایوس تھا۔ اِس پر پانڈو نے دریافت کیا۔ "کیا سبب ہے"

ملک رام:- "پُرنم آنکھوں سے" میں تو بڑی بھاری آفت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اُمید نہیں کہ اب میں کبھی سے بھی تجارت کر سکوں۔ آہ! میں نے مہاراجہ کو چاول کل تک دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور اُس میں آج کے ہی دن کی میعاد باقی ہے۔ یعنی کل صبح ہی مجھے چاول مہیا کر دینے ضروری ہیں۔ لیکن چاولوں کا ایک دانہ بھی میرے پاس موجود نہیں۔ نہ ہی کسی اور جگہ سے میسّر ہونے کی ہی اُمید ہے۔ کیونکہ یہاں ایک ہی میرے مقابلہ کا بڑا بیوپاری ہے جس کو کسی طرح میرے متعلق یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ میں نے مہاراجہ کے مودی خانہ کے مینیجر سے چاول نہایت عمدہ سپلائی کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور اُس نے میرے یہاں پہنچنے سے پیشتر ہی تمام منڈی سے چاولوں کا ذخیرہ اچھے نرخوں پر خرید لیا ہے۔ اور مودی خانہ کے مینیجر کو کچھ رشوت بھی ضرور دی ہوگی۔ کیونکہ وہ اُس سے لینے کو رضا و رغبت ظاہر کرتا ہے۔ اب میں کیا کروں۔ بدقسمتی یہ کہ منڈی میں چاولوں کا ایک دانہ بھی نظر نہیں آتا۔ اگر پربھو ہی میری سہائتا کریں تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ میری تباہی و بربادی میں کچھ شک نہیں اور میں ضرور مر جاؤں گا۔ کیونکہ میری حالت سخت نازک اور خستہ ہو رہی ہے

اسی دوران گفتگو میں پانڈو جوہری کو اپنی تھیلی اشرفیوں کی یاد آ گئی۔ وہ گھبرا کر اُٹھا۔ اور گاڑی میں تلاش کرنے لگا۔ لیکن تھیلی کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اُس کو اپنے نوکر پر شک گذرا کہ تھیلی اشرفیوں کی ضرور اُسی نے ہی لی ہے نوکر کو بہت ڈرایا دھمکایا۔ جب کچھ بن نہ پڑا تو غریب مہادت کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ جس نے چوری کا اقبال کرانے کے لئے اُس کو ہر طرح کی اذیتیں دیں۔ اور اتنا پیٹا کہ وہ غریب نوکر تڑپ اُٹھا اور بولا

مہادت:- "روتے ہوئے" میں بالکل بے قصور ہوں۔ تھیلی میں نے نہیں لی۔ مجھے چھوڑ دو۔ یہ تکلیف مجھ سے سہی

مجھ پہ نازل ہوئی ہے۔ اوہ! میں نے خواہ مخواہ سیٹھ کے کہنے پر اُس بچارے جاٹ کو راہ میں تکلیف دی تھی۔ یقیناً یہ اُسی کا پھل ہے۔

(دل میں) اے بھائی جاٹ! میں نے تجھے بے وجہ ستایا تھا۔ مجھے معاف کرنا۔ لیکن پولیس نے مہادت کے اس پچھتاوے پر ذرا دھیان نہیں دیا اور برابر بیچارے کو پیٹتے ہی رہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد دیول کسان بھی وہاں پہنچ گیا۔ جس کو دیکھ کر سب کے سب حیران رہ گئے۔ کیونکہ پانڈو جوہری کی گمشدہ تھیلی اُس نے اُس کے سپرد کی اور ساری واردات سُنا دی۔ اور جو کچھ شرمن نارد نے سندیسہ دیا تھا وہ بھی سُنا دیا۔ پولیس نے مہادت کو چھوڑ دیا اور دیول نے پانڈو کی اُس سختی کو دل سے بھُلا دیا۔ مہادت کو اپنے سیٹھ پر بہت غصّہ تھا۔ اس لئے وہ اُس کے پاس ایک منٹ بھی نہیں ٹھہرا۔ مگر معلوم نہیں کہ کہاں چلا گیا۔ اُدھر ملک رام کو معلوم ہوا کہ دیول کے پاس ایک گاڑی عمدہ چاولوں کی ہے فوراً اُس کے پاس گیا اور اُس کے منہ مانگے نرخ پر تمام چاول خرید لئے اور دوسرے دن حسب اقرار مہاراجہ کے مودی خانہ میں بہم پہنچا دیئے۔ اِدھر جو قیمت دیول کو ملی۔ وہ اُس کی خواہش سے بہت بڑھ چڑھ کر تھی۔ جس کی اُس کو ہرگز اُمید نہ تھی۔ دیول چاول فروخت کر کے خوشی خوشی گھر کو لوٹ گیا۔ پانڈو بھی اپنے آڑھتی کی مصیبت ٹلتی دیکھ کر اور اپنی گمشدہ تھیلی مل جانے پر از حد خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ اگر دیول جاٹ یہاں نہ آتا تو نہ ملک رام بچ سکتا تھا اور نہ ہی میری کھوئی ہوئی اشرفیاں ملنی تھیں۔ فی الحقیقت جاٹ بڑا ہی شریف اور ایماندار نکلا ہے۔ جس کو میں نے دُکھ دیا۔ اُس نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ لیکن ایک معمولی بے علم گنوار جاٹ کے اندر اتنی ہمدردی اور پریم کہاں سے آیا یہ سب کچھ وہ سی شرمن مہاتما کی کرپا سمجھنی چاہیئے۔ لوہے کو سونا بنانے کی طاقت سوائے پارس کے اور کس میں ہے۔ اس خیال نے پانڈو سیٹھ کے دل میں شرمن نارد کے درشن کرنے کی زبردست خواہش پیدا کی۔ اُسی وقت اُٹھا اور بدھ وہار مٹھ کا پتہ لگا کر اُن کو جا ملا نمسکار کیا۔ شرمن نارد نے بھی اُس کو بڑے آدر ستکار سے اپنے پاس بٹھایا اور بولے۔

شرمن:۔ سیٹھ جی! معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے ابھی تک کرم کے مسئلے کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ واقعی یہ بڑا گہر گمبھیر وشئے ہے۔ یعنی عمیق و دقیق مضمون ہے۔ عام فہم اس کے فلسفے کو نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں! اگر آپ کا من اس کی تحقیق کی طرف جھکا اور اس کی کھوج کی خواہش نے آپ کے دل میں بے چینی پیدا کر دی۔ تو آپ بھی اس کو آسانی سے سمجھ جاؤ گے۔ تاہم اسوقت آپ یہ میری چھوٹی سی بات ذہن نشین کر لو کہ جس وقت آپ دوسروں کو ایذا پہنچانے یا دُکھ دینے کا خیال کرو۔ تو اُس وقت آپ اپنے ہردے "ما فی الضمیر" سے ضرور پوچھ لیں کہ ایسا ہی دُکھ اگر کوئی دوسرا مجھے دیوے تو وہ اچھا لگے گا کہ نہیں۔ اگر اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نہیں میں ایسا دُکھ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکوں گا۔ تو دُکھ دینے والے خیال کو پیدا ہوتے ہی دبا دینا چاہیئے جس طرح کہ دوسرے کی مذمت سے آپ کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ اُسی طرح آپ کی مذمت بھی دوسروں کے لئے زحمت افزا ثابت ہوگی۔ بس آپ کو یہ بات حق الیقین جان کر دوسروں کی سیوا کرنے کا موقعہ کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ خوب یاد رکھو کہ ہم لوگ جو آج نیکی کا بیج بوئیں گے۔ اُس کا کچھ دیر بعد پھل نہایت

خراب پانی سے سینچے ہُوئے کڑوے ہی ہوں گے۔

پانڈو :- مہاراج! اِس کو کچھ اَور بھی واضح طور سے سمجھانے کی کرپا کریں۔ تاکہ مَیں آپ کے اُپدیش انوسار برتاؤ "عمل" کرنے کے لایق ہو سکُوں۔

شرمن :- اچھا سنو۔ میں آپ کو کرم بھید "فلاسفی" کی کُنجی دیتا ہُوں۔ یعنی میرے اَور آپ کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس کو مایا کہتے ہیں۔ اَور اِسی کے سبب سے ہم ایک دُوسرے کو الگ خیال کرتے ہیں۔ اَور اِسی پردہ کے سبب انسان اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ اَور پاپ کے گڑھے میں ایک دم گِرتا ہے۔ اَور نہیں سمجھتے کہ اِن ذات برادروں "انسانی جماعت" کے ساتھ کتنا نزدیکی تعلق ہے۔ حالانکہ آپ کے شریر کے انگوں "اعضاؤں" سے بھی زیادہ نزدیک کے تعلق دار ہیں۔ جس طرح آپ کا جیون کا رشتہ دوسرے جیووں کے ساتھ ہے۔ ویسے ہی دوسروں کا آپ کے ساتھ بھی ہے۔ یہ سمبندھ بہت گہرا ہے۔ سنسار میں بہت تھوڑے ایسے انسان ہیں جو سچائی کی ماہیت کو پہچانتے ہوں۔ اَور فی الحقیقت اِس سچائی کو حاصل کرنا ہی انسان کا فرض اوّلین ہے۔ اِس کے لئے میں آپ کو تین اصُول بتاتا ہُوں اُن کو اپنے ہردے میں لکھ لیں۔ (۱) جو دوسروں کو دُکھ دیتا ہے اُس کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو دُکھ دینے کے لئے بیج بوتا ہے (۲) جو دوسروں کو سُکھ پہنچاتا ہے۔ اُس کو خیال کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے آرام کی بارہ دری تیار کرتا ہے۔ (۳) یہ ایک بڑا بھاری وہمی خیال ہے کہ میں اُس سے جُدا ہُوں۔ اُمید ہے کہ اِن تینوں اصُولوں سے آپ کو قلبی خوشی نصیب ہو گی اَور راہ راست پر آ جاؤ گے۔

پانڈو :- مہاراج! آپ کی پُرتاثیر تقریر نے میرے دِل میں بہت گہرا اثر کیا ہے۔ میں ان اصُولوں کو اپنے لوح دِل پر نقش کر چکا ہُوں۔ مَیں نے بنارس آتے وقت آپ پر جو تھوڑی بھینٹ دیا کی، اَور وہ بھی ایسی کہ جس میں ایک پیسے کا خرچ نہیں تھا۔ اُس کا پھل مجھے اتنا بڑا ملا ہے۔ کہ بحر تحیر میں ڈوب رہا ہُوں۔ اگر مجھے وہ اشرفیوں کی تھیلی نہ ملتی تو میں یہاں ایک کوڑی کا بیوپار نہیں کر سکتا تھا۔ اَور نہ ہی مجھ کو وہ فائدہ ہی ہوتا جو کہ اب مجھے آپ کی طفیل پہنچا ہے آپ کی دُور اندیشی کی تعریف کہاں تک کرُوں۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں پڑتی۔ اگر آپ جاٹ کی مدد نہ کرتے تو وہ ہرگز اتنی جلدی بنارس نہیں پہنچ سکتا تھا اَور اگر وہ وقت پر نہ آتا تو میرے متر ملک رام کی عزت خاک میں مِل جاتی گویا آپ کے ہی اُپکار سے وہ بھی بال بال بچ گیا۔ اَور میرے نوکر کی بھی رکھشا کی۔ مہاراج جیسا آپ کا پوتر اَور نیتا کی جیون ہے۔ اَور جس پریم سے آپ ہر ایک کو دیکھتے ہیں اگر ایسے ہی تمام دُنیا کے لوگ ہو جائیں تو اس دُنیا کو کتنی راحت نصیب ہو۔ بے شمار پاپوں کے راستے بند ہو جائیں اَور پُنیہ "ثواب" کے راستے کھُل جائیں۔ مجھے واثق یقین ہے۔ بھگوان بُدھ دیو کے اس دیا مئے دھرم کا پرچار کرنے کے لئے اپنی کوشامبی نگری میں ایک سنگھ بنواؤں گا۔ تاکہ اُس میں آپ اَور دیگر شرمن مہاتما بھی آ کر لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا دیں۔ "اوم شم"

ضروری نوٹ :- رسالہ "اوم" میں تجارتی اشتہارات شائع کئے جاتے ہیں۔ اُن کے متعلق کسی قسم کی خط و کتابت دفتر ہٰذا کے ساتھ کرنی فضول ہے کیونکہ یہ اشتہارات اُجرت لیکر شائع کئے جاتے ہیں۔ ہمیں اُنکے متعلق کوئی ذاتی واقفیت نہیں ہوتی۔ اسلئے خریدار کو خود تسلی کر لینا مناسب ہے۔ "مینجر"

نگاہِ لطف جیسی آپنے کی تھی سُداماں پر

برجستہ لپن شری سوامی نجانند جی سابق لالہ لکھپت رائے صاحب نندہ عاملؔ

یقین آتا نہیں ہرگز کسی کو عہد طفلاں پر
بھروسہ لوگ کرتے ہیں ہمیشہ قولِ مرداں پر

میں ویسی ہی نگاہِ مہر کا ہوں منتظر بھگون
نگاہِ لُطف جیسی آپ نے کی تھی سداماں پر

ذرا کچھ حوصلہ کر کے کسی کی بات بھی سُن لو
نہیں واجب اُترنا اس طرح دستِ گریباں پر

لگا کر دام تیری تاک میں صیاد بیٹھا ہے
خوشی اور ناز بیجا ہے تجھے بلبل گلستاں پر

پسِ مُردن میرا لاشہ نہیں پھولے سمائے گا
چڑھا دو گے اگر دو پھول تم گورِ غریباں پر

کہاں جذبات سفلی کی انہیں کچھ یاد رہتی ہے
کہ زینہ سے عبادت کے چڑھیں جو عرشِ عرفاں پر

محبّت سب سے کرتے ہیں مگر سب سے الگ رہ کر
نہیں شادی غمی ان کو کسی کے نفع نقصاں پر

مصائب کے شکنجے سے بمشکل جان چھوٹی تھی
نئی یہ آگئی آفت کہاں سے پھر مری جاں پر

بُرے افعال کر لیتا ہے انساں اپنی مرضی سے
ولیکن مُفت کا الزام دھر دیتا ہے شیطاں پر

کئے ہیں زندگی میں کام کتنے نیک و بد تم نے
پتہ لگ جائیگا اُسوقت جب آؤ گے میزاں پر

امیری مفلسی ہے لازم و ملزوم دُنیا میں
نہیں واجب ہے انساں کو کہ پھولے عزّت و شاں پر

کوئی مشکل نہیں بلکہ سراسر عین ممکن ہے
قلم وہ پھیر دے سارے گنہگاروں کے عصیاں پر

مصائب کے اُٹھانے کا ہمیں ہے تجربہ عاملؔ

سہارے گی خوشی ... تھی جو آئے ...

دیا بائی!

دیا بائی راجپوتانہ کے میوات علاقہ کے ڈہیرہ گاؤں کے رہنے والی تھی۔ قوم کی بنیانی تھی۔ ڈھوسر جاتی سے تھی۔ جس کا نام آج کل بھارگو مشہور ہے۔ اور نہائیت خوش اخلاق۔ دھرماتما اور بھگت تھی۔ بکرمی سمت ۱۷۵۰ سے بکرمی ۱۷۷۵ تک اس نے ملک میں اپنے خیال کا پرچار کیا تھا۔ اور بیشمار عورتیں اور کچھ مردوں کی تعداد اس کی تعلیم سے فیضیاب ہوئی تھیں اس کے بعد اس نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی مگر وہ زندگی بھی کاہلی یا سستی کی زندگی نہ تھی۔ سرگرمی اور محنت نے صرف نئی وضع اختیار کر لی تھی۔ کیونکہ اس کے ساتھ اس وقت میں بھی بہت بڑا مجمع استری پُرشوں کا ست سنگ میں شامل ہو کر برابر لابھ اُٹھاتا رہا۔ اور اُس نے بہت آدمیوں کو ایشور کی بھگتی کیطرف رجوع کیا۔ اسی زمانہ میں اُس نے ایک نایاب کتاب تصنیف کی جس کا نام **دیا بودھ** رکھا گیا اور وہ سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں ختم ہوئی تھی۔

دیا بائی پہلے میوات دیش میں رہتی تھی بعد ازاں گورو چرنداس جی کے ساتھ وہ دہلی چلی آئی اور عمر کا باقی حصہ دہلی ہی میں صرف کیا اور یہاں ہی آکر اُس نے اپنی زندگی کو ختم کیا۔

اس کی نظم بہت سلیس ہے۔ زبان میں مٹھاس ہے۔ کلام پُرتاثیر ہے اور جو لوگ پڑھتے ہیں اُن کا دل اثر سے خالی نہیں رہتا۔ ذیل میں ہم اُس دیوی کے کچھ کلام نمونہ کے طور پر نذر ناظرین کرتے ہیں:۔

گورُو کی مہما
(از دیا بائی)

چوپائی

گورُو بن گیان دھیان نہیں ہوئے ۔ گورُو بن چوراسی مکھ جووے
گورُو بن رام بھگتی نہیں جاگے ۔ گورُو بن اشبھ کرم نہیں تیاگے
گورُو ہی دین دیال گوسائیں ۔ گورُو شرنے جو کوئی جائی!
پلٹیں کریں کاگ سے ہنسا ۔ من کے میٹیں سب ہی سنسا

دوہا

ستگور برہم سروپ ہیں ۔ منش بھاؤ مت جان
دیہہ بھاؤ مانے دیا! ۔ سو نر پشو سمان

جے جن ہری سمرن بے مکھ ۔ تاسوں مکھ نہیں بول
رام رُوپ میں جو پگے ۔ تاسوں انتر کھول
رام نام کے بیت ہی ۔ پاتک ترین انیک
رے نر ہری کے نام کی ۔ راکھ ہردے میں ٹیک
رام کہو پھر رام کہو! ۔ رام نام مکھ گاؤ!
یہ تن بہنیو جات ہے ۔ ناہیں اور اپاؤ

سُور کی مہما

سُور دُہی سراہیئے ۔ بن سد تُٹ کوند ← تیر مع کمان
لوک لاج کل مان کر ۔ توڑ ہوت نربندہ
سورا سنمکھ سمر میں ۔ گھائل ہوت نسنگ!
یوں سادھو سنسار میں ۔ جگ کے سہیں کلنک
کایر کانپے دیکھ کر ۔ سادھو کو سنگرام
سیس اُتارے بھوئیں دہرے ۔ جب پاوے نج تھام

پریم کی مہما

پریم پریت ات ہی بکل ۔ کل نہ پرت دن رین
سندر سیام سروپ بن ۔ دیا نہت نہیں چین
ہری رس ماتے جے رہیں ۔ تن کی متی اگادھ
تربھوں کی سمپت دیا ۔ ترن سم جانت سادھ
پریم مگن جو سادھ جن ۔ تن گتی کہی نہ جات
روے روے گاوت ہنست ۔ دیا اٹ پٹی بات
پنتھ پریم کو اتی کٹھن ۔ کوئی نہ جانت بھید
کے من جانت آپنو ۔ کے لاگی جیہیں پید
سورت جاگت ایک پل ۔ کبھوں نہ بسروں توہ
کرونا ساگر دیا ندھی ۔ ہری لیجے سُدھ موہ
رے من تو ہُکست نہیں ۔ ہے تو بڑا کٹھور
سندر سیام سروپ بن ۔ کیوں جیوت نس بھور

جیسی بات سراہے کی تیسی یہ جگ ہووے
آج کل میں نم چلے دیا ہوؤ ہوشیار
دیا کون یا جگت میں نہیں رہیو ٹھر کوئے
راون کنبھ کرن سے گئے وریودھن بلونت
تات مات نمرے گئے ہم بھی ...

شوری بھیلنی کے بیر اور شری رام

(از شریمان لالہ دولت رام پوری بی اے بی ٹی گوجرانوالہ)

روم روم ہیں مجھ کو خوشیاں ایشور کے دیدار ہوئے
تیچ بھیلنی شوری کے ہیں آج تو بخت بیدار ہوئے
کٹھن تپسیا کریں لوگ نہ درشن انہیں نصیب ہوئے
قسمت جاگی جنم سپھل ہے رام ہیں آپ حبیب ہوئے
خوشی ہوئی جو آج ہے مجھ کو کیسے میں اظہار کروں
خوشی کے مارے قدم زمیں پہ پڑے نہ ہرگز لاکھ دھروں
لاکھ چوراسی جون کا چکر خوفناک وہ منظر ہے
بار بار لیں جنم رہائی پھر بھی نہیں میسر ہے۔
پریم کے وش پرمیشور آئیں فوراً پار اُتارا ہے
بندھن سے خود جنم مرن کے ایشور نے چھٹکارا ہے
اودھ کے والی سورج بنسی مالک سارے عالم کے
نارائن خود چل کر آئے آپ ہیں گھر میں کیٹری کے
پاس ہو میرے چیز جو کوئی کر کے پیش دکھاؤں میں
رنگ سبز درویش کا تحفہ اُن کا بھوگ لگاؤں میں!
بھینٹ چڑھانے بھوگ لگانے پھل جنگل سے لائی ہوں
پکھ چکھ میٹھے بیر یہ اچھے چن چن کر میں لائی ہوں
شردھا پریم سے بھگتی وش ہو جو نذرانہ لائی ہوں!
تحفہ یہ منظور کریں گے جو پھل پھول میں لائی ہوں
جیون مکت کے ہونے میں جو کسر تھی باقی دور ہوئی
آج ہوئے بھگوان سہائی بندی ہے مشکور ہوئی!
رام ناپ کا جاپ کریں جو اَنت وہی سکھ پاتے ہیں
مثل بھیلنی انت سمے وہ رام کے درشن پاتے ہیں
جنم کو سپھل بنانے خاطر رام کی دل میں یاد کرو!

چتر بھج شری وشنو بھگوان کے درشن

(از شریمان لالہ پرمانند جی ایم اے سپرنٹنڈنٹ دفتر ضلع مظفر گڑھ)

برہم نشٹ برہم شروتری شری ۱۰۸ سوامی ہیمراج جی مہاراج جیدا کا نشی کا نام منٹگمری - ملتان - مظفر گڑھ اور سندھ پرانت میں پرسدھ ہی ہے - آپ ورتمان کال کے ایک اوچیہ کوٹی کے مہان پُرشوں میں سے ہو گذرے ہیں - آپ کا جنم استھان شری پرہلادنگری یا ملتان ہے - آپ انگریزی - فارسی - عربی - ہندی اور سنسکرت تمام علوم سے مالا مال تھے چنانچہ آپ کے رچیت بہت سے ادبھُت گرنتھ ہیں - اُن تمام گرنتھوں میں "ادویت سدھانت" نامی گرنتھ بہت ہی پرمانک ہے - اس گرنتھ میں شری سوامی جی مہاراج نے جو سوروپ چتر بھج شری وشنو بھگوان کا ورنن کیا ہے وُہ ہر ایک پربھو پریمی کے دھیان یوگیہ ہے - چنانچہ پربھو پریمیوں کے لابھ اَیک اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے - شری سوامی جی مہاراج فرماتے ہیں :-

وِشنو بھگوان -

(۱) وشن کا ارتھ ویاپک ہے - سو ویاپک رُوپ وشن سرب گھٹوں وکھے آتم رُوپ ہو کر براجمان ہے - چار انتہ کرن ارتھات من - چت - بدھ اور اہنکار اس کی چار بھجا ہیں - ایسا وشن رُوپ آتما سبھ کا اپنا آپ ہے -

(۲) وشن کا ارتھ وراٹ ہے - سو وراٹ پُورن ہو کر اپنے آپ وِکھے اِستھت ہے - چار وِشا ارتھات اُتر پُورب - دکھن اور پچھم اس کی چار بھجا ہیں - ایسا چتر بھج رُوپ وشن اپاسنا کرنے اور جاننے یوگیہ ہے -

(۳) وشن کا ارتھ وِسو ہے - سو وِسو رُوپ وشن اپنی مریادا وِکھے اِستھت ہے - چار رُت ارتھات بسنت گرکھم برسات اور شرد رُت اس کی چار بھجا ہیں اِن ہی بھجا کے آسرے سر و چیشٹا کرتا ہے - سو ایسا وِسو رُوپ وشن درشن کرنے یوگیہ ہے -

(۴) وشن کا ارتھ ستوگن ابھمانی ہے - تات پرج یہ جو ست دھرم سرُوپ اتھوا ستوگُن رُوپ وشن ہے - کرم - اُپاسنا گیان اور وِگیان اس کی چتر بھجا ہیں - ایسا ست سرُوپ وشن سیون کرنے یوگیہ ہے -

(۵) وشن کا ارتھ پاون ہے - سر و کو پاون (پوتر) کرنے ہارا جو وشن ہے سو ہری کے نام سے پرسدّھ ہے - جل - دم سم - گیان - یہ چار اس کی بھجا ہیں - جل کے آسرے تن پوّتر ہوتا ہے - دم کے آسرے اِندریہ پوّتر ہوتے ہیں - سم کے آسرے من پوّتر ہوتا ہے - اور گیان کے آسرے جیو پوّتر ہوتا ہے - ایسا پاون رُوپ سدا اسادھن کرنے یوگیہ ہے

پالن کرتا ہے۔ اِس لئے یہ چار اُس کی بھجائیں ہیں۔ ایسا پرتی پالک وشن اُستت کرنے یوگیہ ہے۔

(۷) وشن کا ارتھ پریرک ہے۔ سو پریرک رُوپ وشن سرب سرشٹی کو اپنی شکتی کر پریرنا کرتا ہے۔ پران۔ اندریہ انتہ کرن اُور جیو یہ چار شکتی اس کی چار بھجا ہیں۔ اُنہی کے آسرے سرو کرموں اُور دھرموں کو سِدّھ کر رہا ہے۔ ایسا پریرک رُوپ وشن سدا اُپاسنا کرنے یوگیہ ہے۔

(۸) وشن کا ارتھ استھتی کرتا ہے۔ جو سرب سرشٹی کو اپنی مریادا وِکھے استھت رکھ رہا ہے۔ سو وشن ہے۔ چار پرکار کی کھانی کر سرشٹی پرواہ رُوپ سے استھت چلی آتی ہے۔ سو چار کھانی چار بھجا ہیں۔ انڈج۔ جیرج۔ سیتیج اُتبھج یہ چار کھانی ہیں۔ اُنہی کے آسرے سرشٹی استھت ہے ایسا استھت کرتا رُوپ وشن سدا وندن کرنے یوگیہ ہے

(۹) وشن کا ارتھ گیان ہے۔ سو گیان بانی کے آسرے اُتپت ہوتا ہے۔ مانو گیان کی سہایک بانی ہے۔ اُور سو بانی چار پرکار کی ہے۔ پرا۔ پشینتی۔ مدھما اُور ویکھری۔ یہ چار پرکار کی بانی گیان رُوپ وشن کی چار بھجا ہیں۔ ایسا گیان رُوپ وشن سدا ہی اپنا آتما جاننے یوگیہ ہے۔

(۱۰) وشن کا ارتھ داتا ہے۔ سو داتا رُوپ وشن اپنی دات کر کے سرو سرشٹی کو پھل دیتا ہے۔ سو دات رُوپ پدارتھ چار ہیں۔ دھرم۔ ارتھ۔ کام اُور موکھش۔ یہ چار پدارتھ داتا رُوپ وشن کی چار بھجا ہیں۔ اُنہی سے سرو کی کامناؤں کو پُورن کرتا ہے۔ ایسا داتا رُوپ وشن سدا ہی وِشواس کرنے یوگیہ ہے۔

شری سوامی ہیمراج جی مہاراج نے چتر بھج شری وشنو بھگوان کے سورُوپ کا ایسا ہی ورنن کیا ہے۔ ایسے ویاپک وراٹ۔ وِسو۔ ست سورُوپ۔ پاون۔ پرتی پالک۔ پریرک۔ استھت کرتا۔ گیان رُوپ اُور مکتی داتا۔ چتر بھج سورُوپ ساکار دیہ استھان میں نِت پرتی دھیان کرنا ہر جیو ماتر کے لِئے اُوشک ہی ہے۔ اِسی میں جیو کا کلیان ہے۔ اُور اِسی ہیتو اِس کا جنم ہُوا ہے۔ ایسی منگل مئے مورتی کے پرم پوتر درشنوں سے پاون ہو کر پرم پد پراپت ہو اُور ایسے ہی اپنی جیون یاترا کا نرباہ کرے۔ پرم کرپالو پربھو آپ ہی سہایک بن ہی رہے ہیں۔ بن ہی رہے ہیں۔ دھنیہ۔ دھنیہ

عمرِ نشاط

دِل چہ دربندی دریں سراچۂ فانی — حق است ایں کہ بسے آمد و رفت ازیں جہانی

خوش بگذر زیں تعبیۂ عمر کہ ہست ایں — جملہ رموزِ حقانی و ربانی

من نہ رندیم و نہ پارسایم زینہار — منم بندۂ آستانِ رحمتِ آں یزدانی

عاصیم ولیک نہ ترسم کہ عصیانِ من — کم کند خواہد زمن کرم آں بحرِ بیکرانی

تو مے پنداری کہ عمر است گراں و لایعنی — نہ چناں است۔ عمر ست عزیزی و لافانی

اے بیا باشاد بگذاریم! تسلیم ایں عمرِ نشاط

از نشر کلام ... [illegible]

ایک رادھا سوامی پنتھی سے گوشٹ

رادھا سوامی:-

رادھا سوامی پد جو پاوا — اور سنت وہ پد نہیں گاوا
رام کرشن سب اُرے رہائی — رادھا سوامی آگے جائی
رادھا سوامی اُونچ مقامی — جن پرسا پد نام انامی

اُترا گم صاحب:-

سُن ہنگیا سُو ہمرے بینا — ست وچار ملے سکھ چینا
ست چت آنند بید ن گایا — سار تت کا بھید لکھایا
تس کی مہماں گیتا گائے — نانک تس کے بل بل جائے
سب گوروں نے ایکو گایا — اک اونکار بناں سب مایا
ست چت شنکر بیاسا گاویں — سچدانند سروپ بتاویں
سوکھم کارن اور استھول — سگلے درشیہ کا مایا مول
چکر چکن برن نہیں کوئے — سچدانند سروپ ہے سوئے
سب کا ساکھی سب سے نیارا — برہما وشن نہ پاویں پارا
رام کرشن جن انتر پیکھا — تن مایا کا کھایا دھوکھا
بھینی مایا کے یہ چالے — رنگ رنگ کے روپ دکھالے
جب لگ درشٹی تب لگ روپا — انو بھو روپ ہے ست سروپا
ارجن سے یہ کرشن بھانا — ہم اشدھ سروپ ہے گیانا
درشٹا درشٹی بھید نہ کوئے — آتم تت نرالم سوئے
نرت جوت میں جو کچھ پیکھا — سوکھم کا سو بھرم بھلیکھا
کارن مایا کی چترائی — انتر درشیہ جو دیئے دکھائی
بھان شستی میں جو کوئی اٹکا — تس کا کینا مایا جھٹکا!
رام کرشن کو کال ہتایا — تن مایا کا دھوکھا کھایا
وہ بھئے یوگی یوگ اچاری — تن لینی ست دھام اٹاری
تن پرسا اک شبد اکھنڈا — سوکھم کارن چھوڑا انڈا
نت نرنیج میں لین سمائے — کال کرم نہیں سو بھرمائے

واک جیو ہے نام ہمارا — ماخوذ از "اگم بانی"

ادم برہم سیتم۔ سرب آدھار

دھرم کی اصلی ماہیت

از قلم یوگیشو مہاتما منگت رام جی مہاراج

ست دھرم کا سُنو ندھان ۔ مانش جیون کو دیوے کلیان
دہرم سروپ کا نشچہ جوئی ۔ سکلی بپتا جیو کی کھوئی!
دہرم مُول دھرم آدھار ۔ دہرم ہی بندھ چھُڑاون ہار
دہرم کا رُوپ رچن آکار کوئی نہی ۔ سموہ ست کرم سو دہرم لکھائی

سچے ''دہرم کا نرنا و چار کریں جس سے مانش زندگی کلیان کو پراپت ہوتی ہے۔ دہرم سروپ کا نشچہ ہی جیو کے سب دکھوں کو دُور کرتا ہے۔ دہرم ہی بنیاد ہے۔ دہرم ہی آسرا ہے۔ دہرم ہی بندھن سے چھُڑانے والا ہے۔ دہرم کی شکل نشان و وجود کوئی نہیں ہے۔ نیک کرموں کا اجتماع ہی دہرم ہے۔

ات ست کرم میں دھرم پرتیتی ۔ سپارچ دہرم کی پائی نیتی!
مذہب پنتھ کے نہیں دہرم آدھار ۔ دہرم سہت چلے چکر سنسار
پربھ کی نرمل ریتی جوئی! ۔ دہرم سروپ کہلائے سوئی
شانت مارگ جو جنن لکھائی ۔ دہرم سروپ جانو گنی رائی:

جس وقت خالص نیک کرموں کو اختیار کیا۔ اُس وقت اصلی دہرم کی پہچان پائی۔ دہرم مذہب اور پنتھ کے آسرہ پر قائم نہیں ہے۔ بلکہ دہرم سے ہی سنسار کا ''چکر'' چل رہا ہے۔ ایشوری قانون یعنی سم بھاؤ ہی دہرم کا سروپ ہے۔ شانتی کی خاطر جو کوشش کی جاتی ہے وہ ہی دہرم سروپ ہے:

جس جتن سے من نرمل ہوئی ۔ سو سادھن نر دہرم کھلوئی
جس وستو سے من ترپتائے ۔ نرنا دہرم کا سو وست کہلائے
پاپ کرم جس بھانت سے ناسے ۔ کلیان سروپ سو دہرم بلاسے
جیو کی بھرمن اودیا جلائے ۔ سادھن سار دہرم جب پائے
انیک سروپ دہرم نہ دھاری ۔ کلیان کا مارگ ایک نکھاری

سار ہی دہرم کہلاتی ہے۔ جس طریقہ کے اختیار کرنے سے بُرے کرم ناس ہوتے ہیں۔ وہی بہتری دینے والا طریقہ دہرم ہے جیو کی جھرمنا اور اودّیا تب دور ہوتی ہے جب دہرم کے سادھن کا طریقہ حاصل کیا جاوے۔ دہرم کے انیک سُروپ نہیں ہیں۔ بلکہ نجات کا راستہ ایک ہی ہے۔

پُورب پچھم کا جیو جو ہوئی ۔ کلیان دہرم سب ایک ہی کھوئی
جس بھگتی سے جیو کا من جائے ۔ مارگ دہرم سو ست کہلائے
جس کرنی سے جائے گمانا ۔ ست سُروپ سو دہرم پہچانا
جس سادھن سے کال پر برے ۔ سو سادھن رُوپ دہرم اچیرے

جیو خواہ شرق کا ہووے خواہ غرب کا۔ نجات کا راستہ ایک ہی ہے۔ جس طریقہ سے جیو کی خواہش جاتی رہے وہی دہرم کا راستہ سچا دہرم کا راستہ کہلاتا ہے۔ جس عمل سے اہنکار دُور ہو۔ اُسی کو دہرم کا سچا سرُوپ جانو جس عمل سے کال جیتا جاوے وہی سادھن دہرم کا رُوپ ہے۔

جو مشقت کرے بندھ خلاصی ۔ مارگ دہرم سو ست پرگاسی
منک بُدھ وکار کو چھیدے ۔ مارگ دہرم کا تب جن بیدھے
ایک پرمیشور پر آئیو وشواسا ۔ سو جن مارگ دہرم نواسا
کلیان کا اُدّم جب جیو چت دھاری ۔ مارگ دہرم تب لیکھ وچاری

جس محنت کے کرنے سے بندھن سے خلاصی ہو وہی دہرم کا سچا راستہ ہے۔ جب اپنی بُدھی کے اہنکار کو یعنی انانیت کو تیاگ کرے تب انسان دہرم کے راستہ کو جان سکتا ہے۔ جس شخص کو ایک ایشور پر اعتقاد آ گیا ہے وہی شخص دہرم کا راستہ جان گیا ہے۔ جس جیو نے نجات کی کوشش کی۔ اُس نے اصلی راستے کو جان لیا۔

اپنے بندھن کا جب کرے اُپائے ۔ مارگ دہرم شانت تب پائے
بھے بھرم جب من نواری ۔ ست دھرم تب کتھا وچاری

جب انسان اپنے بندھن توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ تب اُس کو دہرم سرُوپ شانتی کا پتہ لگ جاتا ہے۔ رنج و غم جب من کے دُور ہوئے۔ اُسی وقت دہرم کا رنہ پایا۔

دہرم کا رُوپ نہ جیو کوئے نہ کوئی مذہب اور پنتھ
منگت یتن جو مکت کا سو دہرم کر واچیں گرنتھ

دہرم کا رُوپ نہ جیو ہے۔ نہ کوئی مذہب ہے اور نہ کوئی پنتھ ہے۔ بلکہ جس کوشش سے نجات ملتی ہے۔ اُسی کوشش کو دہرم سروپ جانکر گرنتھ اور کتابیں بیان کرتی ہیں۔



"Imitation of Christ"

امیٹیشن آف کرائیسٹ!

مذہب کے بارے میں

اگر تو دُنیا میں سکھ چاہتا ہے۔ تو اپنی خواہشات پر غلبہ پا۔ اگر تو دُنیا میں سُکھ چاہتا ہے تو اپنے آپ کو دُنیا میں مسافر جان یا جیسے کوئی یاتری کسی مقدّس تیرتھ جاترہ کرنے جاتا ہے۔

اے بھائی! تو ایشور کی خاطر دُنیا میں بھولا بھالا بنا رہ۔ دُنیا کی چالاکی اور مکّاری سیکھ کر کیا نباہے گا؟ ظاہری مذہبی شکل وصُورت سے کیا فائدہ؟ اپنے جذبات وخواہشات پر قابو پا۔ جو شخص ایشور کو چھوڑ کر کسی اور بات میں سکھ تلاش کرتا ہے۔ اُسے دُکھ ہی نصیب ہوگا۔

تُو دُنیا میں دُوسروں کی خدمت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ نہ کہ حکومت کرنے کے لئے۔ یہاں تو دُنیا میں محنت ومشقت کرنے کے لئے آیا ہے۔ آرام یا عیش کے لئے تو نہیں آیا۔

یہاں تو تیرا ایسا ہی کام ہے جیسا سونے کا کٹھالی میں پڑنا۔ خُدا کی خاطر تجھے سب کچھ برداشت کرنا چاہیئے۔ تو ہادیان مذاہب کا خیال کر۔ اُن کے مقابلے میں ہماری زندگی کیا ہے؟ ایشور کے پیاروں نے بھوک۔ پیاس۔ گرمی سردی مصیبت رب ایشور کی خاطر برداشت کی۔ ستائے گئے۔ جلائے گئے۔ لیکن وہ گھبرائے نہیں۔ وہ مال و دولت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن صفات حسنہ اور خدائی نور سے پُر تھے۔ دُنیا نے اُن کے ساتھ دُشمنی کی لیکن وہ حلیم الطبع ہے ایشور کی رضا پر شاکر رہے۔ ایشور پر اعتقاد رکھا۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم انہیں اپنا نصب العین بنائیں۔ اُن کے نقشِ قدم پر چلیں۔

نیکوکار وُہی ہے۔ جو ظاہر و باطن نیکوکار ہو۔ بہتر تو یہ ہے کہ ظاہراً نیکوکاری کم نظر آئے۔ درحقیقت نیکوکار زیادہ ہو۔ کیونکہ نیکوکاری تو ایشور کی خوشنودی کے لئے ہے۔ نہ کہ دُوسرے انسانوں کو خوش کرنے کے لئے۔

ہمیں روز مرّہ ایشور کی بارگاہ میں دُعا کرنی چاہیئے۔ کہ ہم ایشور اور انسان کی خدمت میں مستقل رہیں۔ اپنی کمزوریوں کا اعتراف کریں۔ اور نیکی کے جادہ مستقیم پر بے تھکے چلیں۔

رات دن میں کم از کم ایک بار اپنے اعمال وخیالات کا امتحان کرنا چاہیئے۔ اور ارادہ کو تازہ کرنا چاہیئے کہ میں نیکی اور رفاہِ عام کے کام میں سرگرم رہوں گا۔

... کسی وقت بیکار نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ مثلاً لکھنا۔ پڑھنا۔ دُعا

کرنا ۔ ہاتھوں سے کام کرنا وغیرہ ؛

جو شخص روزمرّہ اپنے مذہب کی کتاب میں سے کوئی حصہ پڑھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اس کام میں باقاعدگی رکھے غفلت نہ کرے ؛

جس قدر کوئی شخص ایشور کے نزدیک ہوتا ہے ۔ اُسی قدر وہ دُنیاوی دولت حشمت و جاہ کو ہیچ سمجھتا ہے ۔ جو شخص دُنیا کے دھندوں میں پھنسے رہتے ہیں اور خُدا کی طرف سے غافل رہتے ہیں ۔ انجام کار پشیمان ہوتے ہیں ۔ کہ ہائے ہم کیا کرتے رہے ۔ کیوں وقت بے فائدہ رائیگاں گیا ؛

آخر پچھتانے سے یہی بہتر ہے ۔ کہ تو ابھی سے اپنے آپ کی خبر لے ۔ خُدا کو یاد کر ۔ دُنیا میں دل نہ لگا ۔ رضائے الٰہی پر شاکر رہ جب تکلیف آئے تو اُسے تکلیف نہ جان ۔

ہم انسان اتنے کمزور ہیں کہ آج اقرار کرتے ہیں کہ ہم فلاں گناہ نہ کریں گے ۔ لیکن کل پھر اُسی گناہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں ایشور کے حضور میں دُعا کرنی چاہیئے کہ ہم نیک ارادوں پر قائم رہیں ؛

امرت بانی

از مہاتما گگنی صاحب

چنتن چنتا دونوں چھاڑے ۔ جھنڈے دیس اچنت میں گاڑے

مایا کی سب بھول بھلیاں ۔ مایا نگر کے ماہیں رہیاں

من پونے کی کری سواری ۔ ہمکو ملی شبد سرداری

اگم کنول میں باسا کینا ۔ باجی نام انامی بینا

پانچ تت کا پنجرا توڑا ۔ کاچی کایا کا گڑھ چھوڑا

تن ڈولت من ڈولت ناہیں ۔ مُکھ بولت من بولت ناہیں

نین بھئے اب مست دیوانے ۔ اب پہنچے ہم الکھ ٹھکانے

گیان اوستھا بھئی ہماری

پرکھ کرے کوئی پریم بیپاری

مہارانی کنتی

سنسار میں جب تک آریہ نسل قائم رہے گی۔ مہارانی کنتی کا نام زندہ رہے گا۔ مہارانی کنتی اُن فخر قوم دھرماتما راج رشیوں کی ماتا تھی جنہوں نے دھرم یُدھ میں کئی پرکار کے شاریرک کشٹ سہن کیئے۔ اور اُف تک نہ کی بلکہ ثابت قدم رہے اور ایشوری اِچھا کو بخوشی منظور کیا۔

مہارانی کنتی متھرا کے راجہ سور کی لڑکی تھی جو کہ ایک بڑی سلطنت کا مالک تھا۔ اُن دنوں متھرا کی سلطنت بھی بڑی سلطنتوں میں شمار ہوتی تھی۔ مہارانی کنتی کی شادی چندر بنسی خاندان کے آفتاب مہاراجہ پانڈو سے ہوئی۔ راجہ پانڈو کے ہاں دو رانیاں۔ ایک کنتی اور دوسری مادری تھیں کنتی سے یدھشٹر۔ بھیم۔ اور ارجن تین بیٹے ہوئے اور مادری سے نکل اور سہدیو۔ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ان پانچوں بھائیوں کو قدیمی تواریخ میں پانڈو کہتے ہیں۔

راجہ پانڈو ایک زبردست حکمران تھا کئی برسوں تک اُس نے بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ لیکن انجام کار۔ راج کاج چھوڑ کر ایشور بھجن کے لیئے کوہ ہمالیہ کو چلا گیا۔ اُس کی دونوں استریاں اور بچے بھی ساتھ ہی گئے۔ جب پانڈو سرگباش ہو گئے تو کنتی پانچوں لڑکوں کو لیکر ہستناپور چلی گئی۔ جہاں اُن کا چچا دھرتراشٹر راج گدی پہ بیٹھا ہوا تھا۔ راجہ دھرتراشٹر بڑی خاطرداری سے پیش آیا۔ محل میں اپنی پتی برتا استری مہارانی گندھاری کے پاس اُسے رہنے کو جگہ دی اور اُس کے بچوں کو اپنے بیٹوں کی طرح پرورش کرنے لگا۔ اور سب کو تعلیم کے لیئے درونا چاریہ کے سپرد کیا۔ درون آچاریہ جی ایک کامل استاد تھے۔ گو ان یتیم بچوں کو اُن سے ہر پرکار شاستر اور شستر ودیا میں پراپت ہوئیں۔ لیکن اُن کو اپنی ماتا کنتی سے بھی جو تعلیم حاصل ہوئی وہ بھی اُن کے لیئے از حد مفید ثابت ہوئی۔ اصل میں بچوں کے لیئے پہلا اُستاد تو ماتا ہی ہوتی ہے اگر ماتا عقلمند اور تعلیم یافتہ ہو۔ تو بچوں کے کومل ہردے پر دھارمک سنسکاروں کا گہرا اثر پڑ جاتا ہے۔ جو کہ تمام عمر قائم رہتا ہے۔ آج کل ہمارے نوجوان لڑکے اگر دھارمک سنسکاروں سے محروم ہیں اور مغربی رنگ میں اندھا دھند بہے جا رہے ہیں۔ بچوٹی اور جنیو کو جو دھارمک نشانات تھے اُتارنے میں فخر سمجھتے ہیں۔ تو اس کا کارن یہ ہے کہ آجکل کی استریاں دھرم شاستروں کی تعلیم سے ناآشنا ہونے کے کارن اُن کے اندر دھارمک سنسکار پیدا نہیں کر سکتیں۔ پہلے زمانہ میں تمام عورتیں سنسکرت ودیا کی پنڈتا ہوتی تھیں۔ اِس کارن اُن کی اولاد بھی نیک چلن اور دھرماتما ہوتی تھی۔

جب پانڈو پہلی مرتبہ جلاوطن ہوئے تو اُن کی ماتا مہارانی کنتی اُن کے ہمراہ جنگلوں اور پربتوں میں پھرتی رہی۔ بنوں

نے اُن کے مارنے کی ویسی تدبیر کی تھی کہ وہ جل کر راکھ ہو جاتے۔ لیکن:-

جا کو راکھے سائیاں مار نہ سکّے کوءِ

اُن کا بال بھی بیکا نہ ہُوا۔ اور وہاں سے وہ شہر آرہ میں پہنچے اور کچھ دن تک ایک برہمن کے مکان میں چھپے رہے ایک دن اُنہوں نے اِس گھر میں آہ وزاری کا شور سُنا۔ جب دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ اِس شہر کے قریب ایک نام مردم خور وحشی رہتا ہے۔ اُس کا معمول ہے کہ ہر روز ایک آدمی کھا کر اپنا پیٹ بھرتا ہے۔ اور نوبت بنوبت اِس شہر سے ایک آدمی اور کچھ کھانے کا اسباب اُس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ آج اُس کی خوراک اور ایک آدمی بھیجنا ہمارے ذمہ ہے۔ اسپر کُنتی نے کہا کہ تُم کچھ فکر نہ کرو۔ مَیں اپنے ایک بیٹے کو بھیجدوں گی۔ چنانچہ بھیم سین اس کام کے لئے متعین ہوا۔ اور بڑ کے درخت کے نیچے جہاں وہ مردم خور آ کر آدمی کو کھاتا تھا۔ جا بیٹھا۔ جسوقت وہ مردم خور آیا اور چاہا کہ اُس کا لقمہ کرے۔ بھیم سین نے اُچھل کر اُس کی گردن پکڑ لی اور نیچے گرا لیا۔ دونوں میں سخت لڑائی ہُوئی۔ آخر بھیم اُسپر غالب آیا۔ اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اُس شہر کے لوگوں کو ہمیشہ کے لئے راحت ملی۔

الغرض آرہ سے نکل کر پانڈو پنچال کی سلطنت کمپیلا کی طرف اس غرض سے روانہ ہوئے کہ وہاں کے راجہ کی بیٹی دروپدی کے سوئمبر میں شامل ہوں اور اپنی ماں کو اس برہمن کے ہاں چھوڑ گئے۔ جب دروپدی سوئمبر میں اُن کے ہاتھ آئی تو پانچوں بھائی معہ اپنی ماں کے چند روز کمپیلا میں رہے۔ اس کے بعد راجہ دھرت راشٹر نے ہستناپور میں اُنہیں بلوایا۔ جب پانڈو دوسری مرتبہ جلاوطن ہوئے تو کُنتی اس وقت بہت ضعیف ہو چکی تھی۔ اور جنگل جنگل ساتھ پھرنے کی طاقت اُس میں باقی نہ رہی تھی۔ اسلئے اُسکو اپنے چچا کے پاس چھوڑ گئے۔ اِس جلاوطنی کے شرائط پورا کرنے کے بعد پانڈو نے بھگوان کرشن کو کوروں کے پاس بھیجا کہ صُلح اور آشتی سے اُن کا راج اُن کو مِل جائے۔ اور لڑائی کی نوبت نہ آئے جب کرشن ہستناپور میں پہنچے تو کُنتی کو نہایت حیران اور پریشان پایا۔ اُنہوں نے اُس کی تشفی کی اور کہا کہ تھوڑا سے دن صبر کر۔ پانڈو کا راج عنقریب اُن کو مِل جائے گا۔ اُس وقت جو پیغام کُنتی نے اُن کے ہاتھوں اپنے بیٹوں کو بھیجا وہ سُننے کے قابل ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ آریہ ورت کی عورتیں کس بلا کے دِل و دماغ رکھتی تھیں۔

پیغام مذکور یہ ہے:-

اَے بیٹو! موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے۔ تُم کو لازم ہے کہ اپنے باپ کی میراث پر لڑنے میں ذرا تساہل نہ کرو۔ دشمن کی منزلت اور اُس کی فوج کی کثرت کا کچھ خوف دِل میں نہ لاؤ اور فوراً اُس سے راج چھین لو۔ جان لو کہ تُم کھشتری ہو۔ کاروبار کرنے یا ہل جوتنے یا بھیکھ مانگنے کے لئے پیدا نہیں ہُوئے۔ ہتھیار باندھنا اور مرنا یا مارنا ہی تمہارا کام ہے۔ بے عزّتی کے ساتھ جینے سے مرنا لاکھ درجہ افضل ہے۔ یہی وقت ہے کہ تُم خود کو پانڈو کی اولاد ظاہر کر دکھاؤ۔ اور لوگوں پر ثابت کر دو۔ کہ کُنتی شریف بہادر بیٹوں کی ماں ہے۔ تمہارے دشمنوں کے سبب سے جو مصیبتیں تمہارے خاندان پر پڑیں۔ وہ کچھ کم نہیں ہیں۔ جب مَیں اس بات کا خیال کرتی ہُوں کہ بہی بڑا استری دروپدی کے بال پکڑ اُنہوں نے کس طرح گھسیٹا۔ تو سب مصیبتیں اِس بے عزّتی کے آگے ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ اگر تم نے کوروں سے اِس بے عزّتی کا انتقام نہ لیا تو دُنیا میں تمہارا جینا عبث ہے۔ تُم کو لازم تھا کہ جس

ہمت کرو۔ سچے "کھشتری بنو۔ ظلم و تشدد کی بیخکنی کر دو اور دہرم کا راجیہ ستھاپت کر کے دکھا دو۔"
اس پیغام کے سنتے ہی ہمیں سپارٹا کی عورتوں کا وہ مقولہ یاد پڑتا ہے۔ کہ جب ان کے لڑکے لڑائی پر جاتے تھے تو ان سے کہہ دیتی تھیں کہ یا ڈھال لے کر آنا یا ڈھال کے اوپر آنا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ میں آریہ قوم کی سب عورتیں ایک ہی سی طبیعت رکھتی تھیں۔
خلاصہ یہ۔ کہ مہابھارت کی لڑائی میں پانڈو فتحیاب ہوئے اور کنتی اپنے بیٹوں سمیت پھر راج کی مالک ہوئی اور پرمیشور نے اسکو وہ راج اور اقبال دیا کہ اس کے بیٹے اشومیدھ یگیہ کرنے کے قابل ہوئے۔ جب ان کی ساری مرادیں پوری ہوئیں تو وہ دھرتراشٹر اور گندھاری کے ساتھ ہستناپور سے چلی گئی اور گنگا کے کنارے ایکانت ستھان میں رہنے لگی۔ جب عمر کے دن پورے ہوئے تو ناگہاں اس جنگل میں آگ لگ گئی اور کنتی۔ گندھاری اور دھرت راشٹر سب جل کر خاک ہو گئے۔
"ادم شم"

بھگتی دوہے

از قلم شرمیان ر۔ ک۔ ڈ

۱:- چترچا سہل گیان کی بھگتی کا گھر دور ۔ "میری" "تیری" لوٹ ہے دیں کی چکنا چور
۲:- مان بڑائی چھوڑ کر بنو داس کے داس ۔ آپ ملینگے آن کر رام تمہارے پاس
۳:- بھگتی رس ہے سوم رس اسکو دیو بنائے ۔ ایسے رس کو پان کر امر اجر ہو جائے
۴:- بھگتی سب کچھ لیت ہے دیت رام کا نام ۔ تو بھی دے دے مورکھا سونے بدلے چام
۵:- بھگت ملے بھگونت سے دین غریبی دھار ۔ پرم پتا کو جیت ہے سب کچھ اپنا ہار
۶:- میراں بائی بھگتنی سیس چرن ان دے ۔ زہر پیالہ پی گئی نام رام کا لے!
۷:- گیان گھڑا ابھیمان کا بھگتی پھول گلاب ۔ گیان گڑھے میں کودنا ہونا آپ خراب
۸:- بھگتی سندر روپ ہے میٹھی ہے سوگندھ ۔ ایسا پھول گلاب کا دیتا پرم آنند
۹:- در در جا کر مانگنا یہ تو نا ہیں ٹھیک ۔ رام سجنی سے مانگ لے آپ بھکاری بھیک

بھگتی بین لو لین ہو چھوڑ گیان کی آس
بھگتوں کے بس رام ہیں گیانی بھئے نراش

بھگوان کا پرہلاد کو اپدیش

از قلم منشی سورج نرائن صاحب مہر

بھگوان وِشنو نے نرسنگھ اوتار دھارن کر کے جب ہرنیہ کیشپ کو ہلاک کر دیا تو مغموم دِل سے پہلاد نے یہ سوچا کہ میرے باپ اور تمام طاقتور دتیوں کو دیوتاؤں کے سرپرست وِشنو نے اس طرح مار گرایا ہے۔ جس طرح قیامت کی ہوا پہاڑ دِن کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دِیا کرتی ہے۔ اب مجھے سرد آلم بھاؤ سے اپنی تمام منوبرتیاں ایکاگر کر کے اُن کی شرن اختیار کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس کے سوا گتی نہیں۔ لیکن اپنے سے جُدا وِشنو کو مان کر اُن کی پُوجا کرنی کچھ پھل دایک نہیں ہوگی اسلئے وِشنو بن کر وِشنو کی پُوجا کرنی چاہیئے۔ "مَیں خود وِشنو ہُوں" اب مَیں اس بھاؤنا کو درڑھ کرُوں گا۔

پہلاد نے اس طرح سوچکر دھیان میں اپنا تن بدن وِشنو رُوپ بنایا۔ اور اپنے جِسم کی خودی "کہ مَیں پرہلاد ہُوں" کو مٹا دیا اسطرح بھگوان کی پُوجا میں مصرُوف ہوگیا۔

قاعدہ ہے کہ جیسا راجہ ہُوتا ہے ویسی ہی پرجا ہُوا کرتی ہے۔ پہلاد وِشنو کا بھگت ہُوا تو اُس نگری کی تمام رعیّت بھی وِشنو بھگت ہوگئی۔ بھگوان کی سچی بھگتی سے پرہلاد کا من شانت ہوگیا۔ سنسارک بھوگوں کی کلپنا طبیعت سے جاتی رہی اور سوائے بھگوان وِشنو کے دوسرا کوئی بھی خیال اُس کے من میں نہیں پھرتا تھا۔ بھگوان اُس کی اس بھگتی سے بہت پرسنّ ہُوئے اور ساکھشات درشن دیکر فرمایا۔ کہ جو بر چاہتا ہے بے تکلّف مانگ۔ پہلاد نے کہا کہ مہاراج جوگیان سب سنکلپوں سے بہتر پھل دینے والا اور تمام لوگوں کا مرکزی خیال ہے اُسی کا مجھے اپدیش دیجئے۔ یہ سُن کر بھگوان بولے کہ تمام دھرم کی شانتی کے واسطے پرم پھل کی پراپتی کے لیئے اور برہم میں شانتی حاصل کرنے کے واسطے تجھے وچار نصیب ہو۔ یہ کہہ کر بھگوان وِشنو اسطرح غائب ہُوئے جس طرح کچھ آواز کرتی ہوئی موج سمندر میں سما جاتی ہے۔ اب پرہلاد نے سوچا کہ بھگوان وِشنو نے مجھے اپدیش دیا ہے کہ بچار کر۔ اِسلئے مجھے آتما کا وِچار اندر ہی اندر کرنا چاہیئے۔

وِچار کرنے کی یہ بات ہے کہ کائنات کے اس جھمیلے میں مَیں کون ہوں۔ جو بات چیت کرتا ہُوں۔ بیٹھتا اُٹھتا ہُوں چلتا پھرتا ہُوں۔ صاف ظاہر ہے کہ مَیں جگت نہیں ہُوں کیونکہ جگت جڑ ہے اور اس میں پتھر مٹّی درخت وغیرہ ہیں۔ لیکن مَیں جڑ نہیں ہُوں۔ اسی طرح مَیں اچیتن یعنی بے علم جِسم بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ مَیں اس جِسم کا گیان رکھنے والا اس سے علیحدہ ہُوں۔ مَیں شبد یعنی آواز بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ جو کان کے سوراخ میں کلپنا سے دم کے دم میں پیدا ہوتا ہے وافعی ہستی سے

[illegible]

من کے دھیان میں وجود پاتا ہے۔ میں اچیتن ذائقہ بھی نہیں ہُوں کیونکہ اس کا وجود چنچل زبان میں ہوتا ہے۔ میں اچیتن رُوپ بھی نہیں ہُوں جو نظر اور منظور کے بیچ میں حائل ہے۔ اور فانی چیز ہے۔ جہاں محض درشٹا ہی درشٹارہ جاتا ہے۔ وہاں ظاہر ہے کہ رُوپ بے ہو جائے گا۔ میں اچیتن بُو بھی نہیں ہوں کیونکہ اس کو جڑ فانی کلپنا کرتی ہے۔ یہ لطیف شے ہے اور اس کی صُورت معین نہیں ہے۔

من و مائی سے آزاد اور پانچوں اندریوں کے وہم سے دُور۔ میں شُدھ چیتن ہُوں جس میں کوئی کلپنا اُٹھنے نہیں پاتی۔ میں سویم پرکاش گیان سرُوپ ہوں اندر اور باہر سب جگہ پھیلا ہُوا ہُوں۔ میں نروکلپ سرودیاپی گیان رُوپ آتما ہُوں۔ مجھ ہی چیتن کے نُور سے دُنیا کی تمام چیزیں اور آفتاب و ماہتاب اس طرح روشن ہیں جس طرح چراغ کی روشنی میں ہر ایک چیز صاف صاف نظر آتی ہے۔ تمام اِندریوں کی برتیاں میرے تاباں ہیں۔ اور میرے ہی اندر کے نُور سے یہ اسطرح چمکتی ہیں جس طرح آگ کی چنگاریاں چمکا کرتی ہیں۔ میں بے سہارے ہُوں اور غیر محدود ہُوں تعجب ہے کہ محدودیت یا چھوٹائی کا وہم مجھے کیونکر ہو گیا تھا۔

یہ گیان کی نظر تمام نظروں میں افضل و اعلےٰ ہے۔ یہ بے حد سُکھ کے دینے والی ہے۔ اور اس سے انتہائی شانتی نصیب ہوتی ہے۔ میں سب چیزوں کے اندر براجمان ہُوں۔ اندرُونی چیتن اور معلوم سے آزاد صرف علم محض ہُوں۔ مجھ غیر محدُود گیان سرُوپ آتما کو نمسکار ہو۔ میں دونوں لوکوں کو روشن کرنے والا سُورج بھگوان ہُوں اور میں نے عرصۂ دراز کے بعد اپنی ذاتِ پاک کو پہچانا ہے۔

اے آتما! تجھے نمسکار ہو۔ میں نے تجھے پایا تو مجھے حاصل ہُوا۔ اب تو ہمیشہ کے لئے طلوع ہو گیا ہے۔ میں نے بکلپوں میں سے الگ کر کے تجھے نکالا ہے۔ پس جو کچھ تو ہے تجھے نمسکار کرتا ہُوں۔ جس طرح اُوپر سے بادل ہٹ جائے تو چاند صاف نُور ہی نظر آتا ہے۔ اسطرح کلپناؤں کے ہٹنے سے مجھے اب اپنا رُوپ مُصفّا و صاف نظر آتا ہے۔

یہ بیٹھا ہُوا نہیں بیٹھتا۔ چلتا ہُوا بھی نہیں چلتا۔ کام کرتا ہُوا بھی شانت ہے۔ اور سب کچھ کرتا ہُوا کسی کرم سے پشیمان نہیں ہوتا۔ یہ من کو اُسی طرح چنچل کرتا ہے جس طرح ہوا درخت کے پتوں کو ہلاتی ہے۔ اور اندریوں کو اس طرح حرکت دیتا ہے جس طرح گاڑیبان گاڑی کے گھوڑوں کو چلاتا ہے۔ یہی تلاش کرنے حمد کرنے اور دھیان کرنے کے لائق ہے۔ یہ سب کے دِل میں اسی طرح رہتا ہے جس طرح پھُول کے پتوں میں بھنورا بیٹھا ہوتا ہے۔

نہ میری بھوگوں کے قیام میں خواہش ہے۔ نہ بھوگوں کے ترک میں۔ جو آ جائے وہ آ جائے جو جائے سو چلا جائے مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ میں من سے من کو مار کر اور بے اہنکار ہو کر اور اپنی ہستی سے دُنیا کی جھُوٹی ہستی کو مٹا کر اپنی ذاتِ حقیقی میں شانتی سے بیٹھا ہُوں۔ نہ مجھ میں کچھ بھاؤ ہے۔ نہ اہنکار۔ نہ من ہے نہ حرکت ہے۔ اپنے شُدھ آتمک مقام میں میں اپنا قیام رکھتا ہُوں۔ ہوا و ہوس کی رسّی کو کاٹ کر میرے قفسِ عنصری سے معلوم نہیں کہ خودی کا پرندہ اُڑ کر کہاں گیا۔ آتما کا حسن و جمال پہلے بھی جُوں کا تُوں موجود تھا۔ مگر چنچل من کو وہ محسُوس نہیں ہوتا تھا۔

پہلاد اس طرح سوچتا ہُوا نروکلپ سمادھی کے پرم آنند میں سرمست ہو گیا اور عرصۂ دراز تک عالمِ تصویر کی طرح اُسی نشچل حالت میں بیٹھا رہا۔ جب پھر سمادھی کھُلی تو اپنے راج کاج کو سنبھالا۔ اور جیون مکتوں کی طرح اپنا [illegible]

حسابِ زندگی

از شریمان بابو گنیش دس جی پورن لائلپور

سوچ کر لکھ اے بشر اپنی کتابِ زندگی
کیونکہ دینا ہوگا مالک کو حسابِ زندگی

دیکھنا شیطاں کی جانب نہ چلے تیرا قدم
کیونکہ ہے پیشِ خدا ہونی کتابِ زندگی

رائگاں نہ وقت کھو تو آجکل کرتے ہوئے
ہے کھڑی ہر دم اجل سر پر قصابِ زندگی

اے سرِ مغرور کس پہ ہو رہا نازاں ہے تو
زیست تیری ہے جہاں میں اک حبابِ زندگی

یہ جو ہیں ہمدم اقارب آشنا مطلب کے ہیں
ہو مصیبت پر نہ کوئی ہم رکابِ زندگی

دست و پا گوش و چشم بھی چھوڑ دیویں ساتھ سب
ڈوبنے پر آتا ہے جب آفتابِ زندگی

نیک بن اور نیکوں ہی سے رشتہ الفت بڑھا
نغمۂ وحدت سنا کر از ربابِ زندگی

نقش دوئی کو مٹا کر واصلِ نروان ہو
بس یہی سچ مچ ہے پورن لُبِ لُبابِ زندگی!

ابھمنیو کا جانا ۔ سکھی، سبھدرا، اُترا کا گانا)

تینوں کا :۔ جاؤ جاؤ کرم ویر تم کُل کا مان بچانا ۔

سبھدرا : پیٹھ نہ دکھلانا رن میں اور دُودھ کی لاج رکھانا

اُترا :۔ پرانوں کا بھی تجکو جانا کا نٹا نہ لانا

سکھی :۔ انیائیوں کو مار مکانا دُکھیوں کے کشٹ ہٹانا

تینوں :۔ جاؤ جاؤ کرم ویر تم کُل کا مان بچانا ۔

ویوہ پروپش سین چوتھا

(جیدرتھ کا دکھائی دینا)

جیدرتھ :۔ میری بھگتی شکتی کے رُوپ میں ظاہر ہوگی ۔ اِن ہتیارے پانڈوؤں کو ایک ایک کر چُن لُوں گا ۔ شری بھگوان مہادیو کی کرپا سے مَیں ارجن کے سوائے چاروں پانڈوؤں کو پراست کرنے میں سمرتھ ہُوں ۔ اب مہادیو جی کے بردان پُورن ہونے کا سمے نکٹ آرہا ہے ۔ میرا دِل ہرشت ہے ۔ کیونکہ ارجن وُور سنسپتکوں کے ودھ کے لئے جنگ سے بڑی دُور گیا ہے ۔

(ابھمنیو کا آنا)

ابھمنیو :۔ اپنے مُنہ میاں مٹھو بننے والے ابھمانی خاموش انیائیوں کے پکشپاتی باہوش غریب بھیڑوں کے پیچھے دوڑ کر ڈرانے والے گڈریئے کے گُنے ۔ ٹھہر ۔

صبر کر ایک دم میں دیکھو فیصلہ ہوجائیگا

باتیں کرنے والا گودی موت کی سو جائے گا

آج تیری موت نے تجکو کیا بے صبر ہے

مرنے والے موت سے اپنی تو کیوں بے خبر ہے

جیدرتھ :۔ جاؤ جاؤ ناداں چھوکرے بھاگ جاؤ ۔ یدھشٹر نے تیرے ساتھ دھوکا کیا ہے ۔ تجھے ویام شالا بتا کر جنگ میں بھیجدیا ۔ جاؤ اُس بے شرم کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ابھمنیو :۔ (بات کاٹ کر) بس چپ ، نہیں سُن سکتا باتوں

(دونوں کا لڑنا ۔ ابھمنیو کا جیدرتھ کو بیہوش کر دینا)

ابھمنیو :۔ ابھمانی کا ابھمان خاک میں مِل گیا ۔ مُورکھ گہن نندرا کی گود میں سوگیا ۔ پاپی مُورچھا کو پراپت ہوگیا ۔ اب اس کا سر کاٹ کر اسے اپنے کئے کا پھل دے سکتا ہُوں ۔ لیکن نہیں نیتی میرے ہاتھ پکڑتی ہے ابھمنیو اس کا سر کاٹ کر اپنے ماتھے پر گھات کا کلنک نہیں لے سکتا ۔

(ابھمنیو کا ویوہ میں گھُس جانا)

جیدرتھ :۔ (ہوش میں آکر) چلا گیا چلا گیا ۔ نِکل گیا ۔ میرے بانوں سے بچکر شکار نِکل گیا ۔

ویوہ سے واپسی پر پھر جو وہ نادان آئے گا

تو زندہ جیدرتھ کے ہاتھ سے بچکر نہ جائیگا

نام کے میرے پہلے جے نشانی ہے میری جے کی

جو آیا ہے وہ ہر گز لوٹ کر واپس نہ جائیگا

بھیم :۔ (آکر) دو سبز باغوں کے خیالی نقشہ کھینچکر دِل خوش کرنیوالے ۔ خبردار ! جے کے ٹھیکیدار تو صرف نام کا ہی جیدرتھ ہے سے

دِل سے اپنے نکال ڈالو جے کے خیالِ خام کو

پرانوں کے اِچھک ہو تو جاؤ چھوڑ و سنگرام کو

(دونوں کا لڑنا ۔ بھیم کا بھاگ جانا ۔ یدھشٹر اور نکل کا باری باری آنا اور میدان سے جیدرتھ کے ہاتھوں بھاگ جانا اور سین کا ٹرانسفر ہونا)

ابھمنیو :۔ توڑ چکا ابھمنیو اُس ویوہ کو جس پر کوروئں کو بڑا ابھمان تھا ۔

(درون اچاریہ کو سامنے دیکھ کر اُن کے چرنوں میں دو بانوں کا پرہار کر کے)

ابھمنیو :۔ گورُو دیو ۔ ارجن کے پُتر ابھمنیو کا پرنام سویکار ہو ۔

میں گوروُ کے ادب کا خیال رکھنا ویر ارجن کے پُتر
کا کام ہے۔

ابھمنیو:- بس اچاریہ تعریف کے پُل نہ باندھیئے سنبھل
جائیے اور ابھمنیو کی شکتی شالی پرہاروں کو روکنے کے
کے لئے تیار ہو جائیے۔ گستاخی معاف کیجیے۔ کشاتر
دہرم بڑا کٹھن دہرم ہے اس میں پُتر کو پتا تک کے خلاف
بھی لڑنا پڑتا ہے۔

اچاریہ:- پُتر ابھمنیو جاؤ۔ واپس لوٹ جاؤ۔ چکر ویوہ
بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ موت سے مقابلہ جس میں
یقینی موت کی جے ہے۔ پرانوں کی اِچھا رکھکر چلے جاؤ

ابھمنیو:- دادا گوروُ۔ آپ موت کو بھیانک رُوپ میں
پرکٹ کر رہے ہو۔ آپ کو ارجن گانڈیو دھاری کے پُتر
سے ایسی اُمید ہو سکتی ہے۔ ابھمنیو اپنے پوروجوں
کے نام کو کلنک نہیں کر سکتا۔ ؎

شمہ بھر بھی ڈر نہیں مجھکو اپنی جان کا
خیال ہے اِک شان کا اک ڈر ہے بس ایمان کا

درون اچاریہ:- پُتر میں تجھے کشتری کے سچے رُوپ
میں دیکھ کر بہت پرسن ہوں۔ پرنتو بیٹا تم جان بُوجھ
کر نادان بن رہے ہو۔ میری صلاح مان کر واپس لوٹ
جاؤ۔

ابھمنیو:- تکرار نہ کریں۔ پرنتو گیا پاسن مجھے مجبور کر رہے
میرا پرن بھنگ ہوتا ہے۔ ابھمنیو کو آپ کائرتا کا سبق
سکھا رہے ہو۔ آپ کے اس کائرتک سمواد سے ایک
اصل رکت کشتری کے خون میں اُبال آ رہا ہے۔ ؎

دہرم سے گر جانے دیتے سبق ہو سوچ لو
کہہ رہے مجھ کو جو زیبا نہیں ہے آپ کو

درون:- بیٹا نادان نہ بنو۔ تمہاری نادانی کا مجھے بار بار
خیال آ رہا ہے۔ اور تمہاری اوستھا کا وچار مجھے موہ

ابھمنیو:- دادا گوروُ۔ میری نادانی کو پھل لانے دیجئے اور
آپ پریم وش نہ ہو جیئے۔ دہرم یدھ میں پریم کو دخل
نہیں ہے۔

اچاریہ:- پُتر میں تمکو پھر سمجھائے دیتا ہوں اور لوٹ جانے
کی رائے دیتا ہوں۔ پریم میرے سد راہ ہے۔

ابھمنیو:- آپ کا پریم کشاتر دہرم کے بالکل پرتی کُول ہے
اور فضول ہے۔ پتا جی کی غیر حاضری میں چکر ویوہ
رچنا اس کا پرتکش پرمان ہے۔

اچاریہ:- پُتر میں دونوں طرف کا ہتیشی ہوں اور دونوں کا
گورو ہوں۔

ابھمنیو:- (بات کاٹ کر) اچھا تو آپ باتوں میں میرا
وقت نہ گنوائیے۔ راستہ چھوڑ دیجئے اور مجھ نردوش
کو برہم ہتیا گورو ہتیا کے دوشی بننے سے بچائیے۔

(دونوں کا لڑنا)

درون اچاریہ:- آج مجھ کو کیا ہو گیا۔ چلہ چڑھاتا ہوں تو
ہاتھ کانپتے ہیں۔ نشانہ بناتا ہوں تو نظر ڈگمگاتی
ہے۔ کمان بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اُس طرف سے
زہر بھرے تیر میرے شریر سے پار نکل کر آگ لگا رہے
ہیں۔ (میدان چھوڑتا ہے)

ابھمنیو:- (آگے بڑھکر) بھرشٹاچاری دریودھن تم کہاں
بیٹھے ہو۔ اپنے آپ کو ویر کہلانے والے کہاں چھپے
ہو۔ (دشاشن کو دیکھ کر) دشاشن تم ہی آؤ اپنی
ہارانی کی بےعزتی کا مزہ چکھاؤں۔

دشاشن:- شیر کو میدان میں للکارنے والے گیدڑ تُو اپنی
سلامتی کی اِچھا کو چھوڑ دے۔ یدی تُو نے زندگی
کی چار دن بہار دیکھنی ہے تو میدان سے مُنہ موڑ دے
تیری اوستھا کو دیکھ کر مجھے ایشور سے ڈر آتا ہے۔

ابھمنیو:- نیچ دُشٹاچاری۔ تجھے ایک ابلا استری کو

کرنے کی شرمناک کوشش پر ایشور سے ڈر نہ آیا۔ کھڑا رہ تیرے پاپ کا بدلہ چکا دُوں۔

(دونوں کا لڑنا ابھمنیو کا دوشاسن کو پچھاڑ دینا اور اُس کی چھاتی پر چڑھ کر)

تبا مہارانی دروپدی کا بدلہ لیکر ٹھنڈا کروں۔ تیرے تیر چھوڑ دوں۔ بال بال اُڑا دوں۔ تیرا انگ انگ کاٹ دُوں۔ (سوچکر) جا بے حیا بھاگ جا۔ مجھے پران بھکشا دی جاتی ہے۔ تو بھیم سین کا شکار ہے۔ دُشٹ جا ابھی تیری پاپ کی نیا بھر پور نہیں ہوئی۔

(ابھمنیو کا آگے بڑھنا دریودھن پُتر لکشمن شکتی کے بھائی اور دوشاسن پُتر کو جان سے مار دینا)

پھر ساتوں یودھاؤں کا اکٹھا ہو کر آنا۔ ابھمنیو کا دیکھنا

ابھمنیو:- بے شرموں ایک بار تو سب ایک ایک کر کے بھاگ چکے اب پھر زور آزمانے آئے ہو۔ آؤ میرے نکٹ اور میرے تیروں کی اپنے خون کی گرم دھاراؤں سے پیاس بجھاؤ۔

دریودھن:- بس پانڈو پُتر شاباش تیرے تیروں نے ہمیں لڑنے کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ تیری بہادری کا سکہ ہمارے دلوں میں بیٹھ گیا ہے تیری ویرتا نے دویش کو مٹا کر پریم کا نرمل سرور ہمارے ہردے میں جاری کر دیا ہے۔

ابھمنیو:- چچا تو پھر تم کیا چاہتے ہو۔ اب کس کارن آئے ہو۔

دریودھن:- پُتر پریم کے عوض میں پریم چاہتا ہوں اور اپنی چھاتی کو گلے لگا کر ٹھنڈا کیا چاہتا ہوں۔ تیر کمان چھوڑ دو۔ اب چچا کی پریم ترشنا کو شانت کرو۔

(ابھمنیو کا تیر کمان پھینک دینا۔ ساتوں کا ابھمنیو پر ٹوٹ پڑنا ہر ایک کا ابھمنیو

(دم توڑتے ہوئے) دھکار ہے ایسی ویرتا پر۔

ہے ایشور۔ اے آکاش کے دیوتاؤ وایو میں وچرنے والے پکش گنو تم دیکھ رہے ہو۔ گواہ رہنا۔ میں نے دھرم یدھ کیا ہے۔ مگر ان پاپیوں نے مجھ سے دھوکا کیا ہے۔ ماتا ماتا میرا آخری پرنام۔ اُترا سچ مچ ان انیائیوں نے تیرا شنگھار لوٹ لیا ہے۔ تم نے سچ کہا تھا۔ پتا جی آپ کا نور نظر وسندرا کی گود میں ہمیشہ کی نیند سوتا ہے۔

ہے ایشور سُن لینا مجھے انہوں نے چھل کپٹ سے انتم سمے دکھایا ہے۔ انیائیوں کو انیائے کا بدلہ دینا۔

دھرم پہ جان دی ہے یہ حقیقت سب پہ کھل جائے
رہے نہ بات پردہ میں میری آشا نہ رُل جائے

سین پانچواں ۔ شمشان

(ابھمنیو کا دم توڑنا)

ابھمنیو کی لاش پڑی ہے۔ سبھدرا روتی ہوئی آتی ہے

سبھدرا:- آ میرے نینوں کے تارے۔ میری گود میں آ۔ دیکھ اپنی ماں کو کس طرح بے حال ہو رہی ہے۔
کچھ کہو ابھمنیو منہ سے کیوں چلا ہے چھوڑ کر
کیا تیرے قابل نہ تھی پرتھوی چلا جو چھوڑ کر

کرشن:- سبھدرا کیوں بے ارتھ ورلاپ کر کے جیون ہلکان کر رہی ہو۔
کچھ ہوش کرو من میں اپنے جنے دو جانے والے کو
سنسار کا میل ہے یہ تو ہر اک آتا ہے جانے کو

سبھدرا:- نہ کہو گھنشیام آپکے نرممتا شبدوں کے سُننے سے دُکھ ہوتا ہے۔ (لاش کو دیکھکر) آہ ایسی دُردشا اُس شیر کی جس کی دہاڑ کو سُن کر انیائیوں کے ہوش اُڑ جاتے تھے۔ آج اُس میں اُٹھنے تک کی ہمت نہیں کیا اسے ہی موت کہتے ہیں۔

پاس امانت تھی۔ تم امانت پہ اپنا حق جماتی ہو۔
تو وہ سامنے دیکھو۔ (اُترا سنی تجلیس میں آ رہی ہے)
سبھدرا کا آگے بڑھنا۔ اُترا کا آنا

پھوٹے مورے بھاگ !
پریم پیارا مجھ سے چھوٹا پتی پتنی کا رشتہ ٹوٹا
اُجڑ گیا سوہاگ۔
پھوٹے مورے بھاگ
کاٹی گئی جیون کی ڈالی حسرت دِل کی لُٹ لی
لاگی تن کو آگ۔
پھوٹے مورے بھاگ

سُبھدرا:- نہ رو بیٹی نہ رو۔ میری طرف دیکھ میں اس کی ماتا ہوں لیکن اسکی یاد دِل سے بھلا رہی ہوں۔ دُکھ مجھے بھی ہوتا ہے میرا بھی کلیجہ پھٹتا ہے۔ لیکن وہ دھرم پر بلیدان ہوا ہے

اُترا:- ماں۔ میں اُسے کیسے بھلا دُوں۔ اپنے جیون سہارے کو اپنے پران پیارے کو بھول جاؤں کیونکر ہوسکتا ہے۔ میں انہیں دیو یوں کی نشانی ہوں جنہوں نے اپنے آرام کو ٹھوکر لگا دی۔ لیکن پتی کو چھوڑ نہ سکیں۔

سُبھدرا:- (کرشن سے) بھیا! اسے سمجھاؤ مجھے مورچھا آ رہی ہے۔

(کرشن کا مایا کا رچنا۔ ابھمنیو کا سورگ میں نظر آنا۔ اور اُترا کو کہنا)

ابھمنیو۔ اُترے تم اپنے لئے نہیں تو اپنے پیٹ کے بالک کے لیئے پتی برتا کھشترانیوں کی طرح جیو۔

مسافر کا گانا

جگت میں کون ہے تیرا جگت میں کون ہے تیرا
پتا بندھو بھراتا سب یہ جیتے جی کا ناطہ ہے
مسافر ہیں سبھی ہم تم جگت یہ اک سرائے ہے
وہ اک دن کو چلا جائیگا جو کہ آج آتا ہے !
پھنسکر مایا بندھن میں بے سُدھ بھولا ہے سُدھ بنی
تجھے اگیان کے کارن سمجھ کچھ بھی نہ آتا ہے۔

(سب پانڈوؤں کا شانت ہو کر جانا۔ ڈراپ کا گرنا)

خاص اوم کے ایشور انک کیلئے

تصوف کے بیس (۲۰) شعر!

مرسلہ لالہ چرنجی لال گپتا آتش بی۔ اے

۱:- موت اِک زندگی کا وقفہ ہے - یعنی آگے چلیں گے دم لے کر (امیر)

۲:- زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے - ہم تو اِس جینے کے ہاتھوں مر چلے (درد)

۳:- نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے - خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے (اقبال)

۴:- نا آشنا ہیں رتبۂ دیوانگی سے دوست - نادان جانتے نہیں کیا ہو گیا ہوں میں (حفیظ)

۵:- یہاں تک جذب کر یوں کاش تیرے حسنِ کامل کو - تجھی کو سب پکار اٹھیں گذر جاؤں جدھر ہو کر (جگر)

۶:- تم میرے پاس ہوتے ہو گویا - جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا (مومن)

۷:- ہم کیا کریں تری نہ اگر آرزو کریں - دنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہے کیا۔ (حسرت)

۸:- وہ ہے مختار سزا دے کہ جزا دے فانی - دو گھڑی ہوش میں آنے کے گنہگار ہیں ہم (فانی)

۹:- خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرتِ پرویز - خدا کی دین ہے سرمایۂ غمِ فرہاد (اقبال)

۱۰:- دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد - ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے (حسرت)

۱۱:- تم آ گئے تو ہوش کہاں - میزباں ہو کون - آج آپ اپنے گھر میں ہیں کچھ مہماں سے ہم (قربان علی سالک)

۱۲:- حرم و دیر کے جھگڑے تیرے چھپنے سے پڑے - تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے (؟)

۱۳:- خواب عدم سے جاگے تھے ہم تیرے واسطے - آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے (درد)

۱۴:- اِک جہاں ہو جس کا مشتاقِ جمال - سخت حیرت ہے وہ کیوں روپوش ہے۔ (جوش ملسیانی)

۱۵:- ہم طالبِ حق ہیں ہمیں یہ چاہیئے آتش - پہنچا دے جو حق تک وہی عرفان کا زینہ (آتش موگوی)

۱۶:- تمہارا ہی بتخانہ کعبہ تمہارا - ہے دونوں گھروں میں اجالا تمہارا (آغا شاعر)

۱۷:- بہت دور ہیں رسم و دیر و حرم سے - سجودِ محبت ادا کرنیوالے (احسان دانش)

۱۸:- دیر و مسجد پر نہیں موقوف کچھ اے غافلو! - یار کو سجدے سے مطلب ہے کہیں سجدہ ہے کیا (سادھو رام جوہر)

۱۹:- تمہارا بول بالا ہر جگہ اللہ والوں میں - یہی ہو حق حرم میں ہے یہی جپ تپ شوالوں میں (ثاقب)

۲۰:- کیسا مومن کیسا کافر کون ہے صوفی کیسا رند! - سارے بشر ہیں بندے حق کے سارے جھگڑے شر کے ہیں

- - - - - - - - - - - - - - - - - (ذوق)



بیمہ زندگی کی چوٹی کی ہندوستانی کمپنی کی کامیابی کا باعث پبلک کا اعتماد ہے!

۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء

جاری کردہ پالیسیوں کی مالیت زائد از ۸۳ کروڑ روپے

سرمایہ ۲۷½ کروڑ روپے سے زیادہ

سالانہ آمدنی تقریباً پانچ کروڑ روپے

ہمارا پراسپکٹس حاصل کرنے کیلئے جس میں ہماری دلکش تجاویز بیمہ سے متعلق تفصیلات مذکور ہیں براہ مہربانی مندرجہ ذیل پتہ پر لکھیں:

دیوان گوپال داس سونی ایف سی آئی (ایڈنبرگ) ایف آر ای ایس (لنڈن) برانچ سیکرٹری

اورینٹل گورنمنٹ سکیورٹی لائف انشورنس کمپنی لمیٹڈ ۷ بمبئی

دی مال - لاہور

۱۸۷۴ء

کنھیا!

از قلم شریمان پرس رام جی پارس رجھانوی

خاص اوم کے "ایشور انک" کے لئے

زباں پر جو آیا ہے نام کنھیا
کرے دل نہ کیوں احترام کنھیا

تصور میں رہتا ہے جلوہ اسی کا
نگاہوں میں کیف مشام کنھیا

صدا بانسری کی یہ کیا آ رہی ہے
سناتی ہے کیا کیا پیام کنھیا

کوئی جائے گوکل کوئی جائے متھرا
نہ پایا کسی نے مقام کنھیا

حقیقت کے جویا ادھر آ بتاؤں
ترا ہی تو دل ہے مقام کنھیا

اسے ہی تو بیکنٹھ کہتے ہیں نیچے
ہے جاری جہاں فیض عام کنھیا

دیا تھا جو ارجن کو اپدیش رن میں
ہے گیتا وہی تو پیام کنھیا

اے پارس ادب کر خدا را ادب کر
یہ ہے عارفانہ کلام کنھیا

مجھے منظور نہیں!

(از شریمان لالہ پیارے کرشن جی بی۔ایس سی
بی۔ٹی۔ ہیڈ ماسٹر بالمکند کھتری ہائی سکول۔ امرتسر)

شیام دل میں نہ بسے یہ مجھے منظور نہیں
نین بن نیر رہیں یہ مجھے منظور نہیں

گھر نہ ہو زر بھی نہ ہو دھرم نہ ہو نیم نہ ہو
اک تیرا پریم نہ ہو یہ مجھے منظور نہیں

کچھ نہ دیکھوں میں جہاں میں نہ چھوؤں کوئی سواد
تیرا درشن نہ ملے یہ مجھے منظور نہیں

بھوک سے پیاس سے جاں تڑپے بھلے ہی جائے
پر تیری یاد نہ ہو۔ یہ مجھے منظور نہیں

کرشن تیرا مجھے منظور ہے سب کچھ لیکن
پل بھی تجھ سے ہوں جدا یہ مجھے منظور نہیں

تو بھی بدل فلک کہ زمانہ بدل گیا!

چیچک کے داغ دُور

میڈیکل سائنٹیفک ریسرچ کسقدر ترقی کر چکی ہے اس کا اندازہ آپکو میکسو MAXO کے استعمال سے ہوگا ۔ اِس دَوا کے چند روز ملنے سے چیچک کے داغ مستقل طور پر دُور ہو جاتے ہیں ۔ علاوہ ازیں ہر قسم کی پھنسیاں ۔ نشانات وغیرہ ہوں تو اس دَوا کے اندرُونی استعمال سے دُور ہو کر چہرہ گلاب کے پھُول کی مانند نکِل آتا ہے ۔ قیمت فی شیشی پندرہ روپیہ ۔ نمونہ کی شیشی چار روپیہ ۔ محصولڈاک ۸ر علاوہ ۔

سفید بالوں سے نجات

اب خضاب لگانے کی ضرورت نہیں ۔ ہمارے ایجاد کردہ کیمیکل ہیئر آئیل کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لِئے قدرتی طور پر سیاہ ہو جاتے ہیں ۔ اور دوبارہ سفید نہیں ہوتے ۔ ہر عمر اور ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے جنکے بال نزلہ کی وجہ سے تمام سفید ہو گئے ہوں یا کہیں کہیں سے سفید نکلنے لگے ہوں ۔ اُن کے لِئے خاص طور پر ایک نعمت ہے ۔ قیمت فی شیشی پانچ روپیہ ۔ نمونہ کی شیشی دو روپیہ ۔ محصُول ڈاک بارہ آنے (۱۲/)

میکسو لیبارٹریز (او ۔ ایل) ۔ لاہور

ذیابیطس کی تیر بہدف دَوا !

"ڈیبزول" :- اس موذی اور لاعلاج مرض کا آخری اور یقینی علاج ہے ۔ گذشتہ اسی برس میں اس جادُو اثر دوا نے ذیابیطس شکری یا غیر شکری یا چربی کے اخراج میں مبتلا لاکھوں جاں بلب مریضوں کو موت کے منہ سے نکال کر از سرِ نو مکمل صحت عطا کی ہے جریان ۔ احتلام ۔ سستی ۔ نامردی اور سرعت انزال کی شرطیہ دوا ہے ۔ دِل ۔ دماغ ۔ جگر ۔ معدہ ۔ اور گُردوں کو بحد تقویت بخشتی ہے ۔ حافظہ اور بینائی کو بڑھاتی ہے ۔ اس دوا کا یہ ایک ادنےٰ معجزہ ہے ۔ کہ جسم کا ہر عضُو جوان ہو جاتا ہے خونِ صالح پیدا ہو کر کئی پونڈ وزن بڑھاتی ہے اور جسم کی جملہ طاقتیں جوش و خروش کے ساتھ اپنا کام کرنے لگ جاتی ہیں ۔ قیمت مکمل کورس دس روپیہ ۔ نصف پانچ روپیہ آٹھ آنہ ۔ ۵/۸/۰ روپیہ ۔ علاوہ محصولڈاک

میکسو لیبارٹریز (او ۔ ایل) لاہور

قسمت کا ستارہ

آپ کی قسمت میں کیا لکھا ہے کِسی پھُول کا نام اور خط لکھنے کا صحیح وقت لکھ کر معلوم کریں فیس دس روپیہ ۔ مگر جوتش فودیا پر یقین نہ کرنے والوں کو ایک ماہ کیلئے مفت

پتہ

کمارسوری پوسٹ بکس ۲۶۱ (O.L) لاہور

مارچ کی رعائت

جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا۔ "امرت دھارا" اوشدھالیہ کی ادویات میں اب مارچ والی رعائت نہیں کی جاسکتی ہے۔ ہاں سب ادویات میں تھوڑی تھوڑی رعائت ہمیشہ کیواسطے کردی ہے اور معائتی قیمتوں پر ہی اب ادویات جاتی ہیں جنہوں نے رعائتی قیمتوں کا نقشہ نہ منگوایا ہو وہ منگوا سکتے ہیں۔ کتابیں چونکہ پہلی ہی چھپی ہیں اور آج کل کا چارگنا قیمت کا کاغذ لینا نہیں پڑا ہے۔ اس واسطے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ

سوامی ونود وید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما ویدیہ کی تصنیف کردہ ہر انسان کے پڑھنے لائق صحت اور تندرستی کے اصول سکھلانے والی طبی کتب میں

نصف قیمت کی رعائت کردی جاوے

جیسے جیسے ختم ہوکر یہ کتب نئی چھپنی ہوں گی پھر تو بعض اصل قیمتیں بھی دینی مشکل ہو جاویں گی۔ فہرست کو غور سے پڑھ کر جو کتب اپنے واسطے آپ ضروری سمجھتے ہیں۔ جلدی منگوالیں نیچے پوری قیمتیں درج ہیں۔ ان سے آدھی لی جاویں گی۔ بیس روپیہ یا اس سے زیادہ کی کتب منگوانے پر جو نصف دس روپیہ یا زیادہ کی ہوں گی محصولڈاک و پیکنگ معاف کیا جاویگا۔

ا۔ حفظ صحت و تندرستی اور درازی عمر کے اصول جو جاننا چاہیں وہ مندرجہ ذیل کتب کا خاص خیال کریں

ہدائیت الموسم ہمارے ملک میں ۵ موسم ہوتے ہیں ان پانچوں کا مفصل بیان۔ ان موسموں کا انسانوں پر اثر اور ان کے مطابق رہنے۔ کھانے پینے۔ پہننے اور رفتارداری کے اصول۔ ہر موسم میں ہونیوالی امراض کا بیان و علاج بھی ساتھ ساتھ آیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر موسم میں ہونے والے پھل۔ ترکاریوں کے اوصاف بیان کئے ہیں قیمت اردو ۱۲ا۔ ہندی ایک روپیہ چار آنے۔

کیمیائیں تندرستی یعنی صحت و درازی عمر کا راز مرد عورت۔ بچہ۔ بوڑھا جوان۔ تندرست۔ بیمار ہر ایک کو اس رسالے کے اصولوں کو جاننا چاہیئے۔ تندرستی کے اصول جن پر امیر و غریب عمل کرسکتا ہے بدلائیل بیان رکھے ہیں۔ قیمت اردو ۸؍۔ ہندی ۱۲؍

رسالہ صحت کے دس اصول یہ ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے جسمیں مصنف نے دس ایسے ضروری مگر عام ہر ایک کے قابل عمل اصول مقرر کئے ہیں جن کی پابندی سے صحت جیسی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اور بڑھاپے میں بھی جوانی کا مزا آسکتا ہے قیمت اردو ۶؍ ہندی ۱۲؍

رسالہ میٹھی نیند و فلسفہ خواب اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو آج تک ہندوستان میں نہیں لکھا گیا۔ زندگی کا تہائی سے زیادہ حصہ نیند میں جاتا ہے۔ پڑھو اور عمر کو بڑھاؤ۔ قیمت اردو ۱۲ا۔ ہندی روپیہ چار آنے

رسالہ غذا و صحت ظاہر ہے کہ صحت کا غذا سے گہرا تعلق ہے۔ غذا کے متعلق ایک عجیب و غریب کتاب انگریزی میں چھپی ہے۔ اس میں کھانے پینے کے متعلق بہت ہی ضروری اور دلچسپ تحقیقات کی ہے۔ اس کو ترجمہ کرکے ہم نے چھاپا ہے اس کے پڑھنے سے ضرور صحت و راغذیہ ہی آپ کھائیں گے۔ قیمت اردو ۱۲ا۔ ہندی سوا روپیہ

یادگار سلور جوبلی اس میں ملک کا زمانہ کے بیان کے ساتھ صحت کے سب ... اصولوں ... [illegible]

ہندی اردو انگریزی میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ (اس پر رعائت نہیں)

ہپناٹزم اور ذاتی تربیت ہپناٹزم سے دوسروں اور اپنے کو تندرست کرنے یا قابو کرنے کے طریقے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت اردو ۶؍۔ ہندی ۴؍ا

تصاویر صحت اس میں ایسی تصاویر دی گئی ہیں جن سے پتہ لگے۔ کہ بیٹھنے اٹھنے چلنے پھرنے، کام کرنے، کھانا کھانے کے وقت جسم کی صحیح پوزیشن کیا ہونی چاہیئے۔ گھر میں رکھو۔ بچوں کو دکھاؤ۔ قیمت ۳؍ ۲ ؍

شباب جاودانی (من کی طاقت کے کرشمے) کس طرح آدمی ہمیشہ جوان رہ سکتا ہے۔ قیمت اردو ۱۴ آنے۔ ہندی ایک روپیہ چار آنے۔

اہل ہند کی جسمانی کمزوری کے اسباب اس کتاب کی تعریف بہت سے اخباروں میں چھپی ہے ہر ایک ہندوستانی کو پڑھنی چاہیئے۔ صحت کے اصولوں کا مکمل و مفصل بیان ہے۔ قیمت اردو ۱۰ آنے ہندی ۱۲؍

نقشہ صحت گھروں میں لٹکانے کے واسطے جس میں تندرستی قائم رکھنے کے تمام ضروری اصول بیان کردیئے ہیں۔ قیمت بہت کم یعنی رول وغیرہ لگا کر روغن کرکے نیچے کپڑا لگا کر اردو ۱۲ا ہندی ۱۲ا بغیر رول و کپڑا روغن اردو ۴؍ ہندی ۴؍

دن چریہ (ہدائیت الیوم) اس میں درج ہے کہ دن رات میں انسان کو کیسے رہنا چاہیئے۔ صبح اٹھ کر کیا کیا اور کیسے کیسے کرنا چاہیئے بعد کام میں لگے۔ خوراک کی ہدایات سونے وغیرہ کی ہدایات سب مفصل بیان ہیں۔ قیمت ۱۲ا ؍

ڈاکٹر لوئی کوہنی کے چار اشنان جرمنی کے ڈاکٹر لوئی کوہنی کو ... [illegible]

کی ضخیم کتاب کا خلاصہ کردیا ہے جس سے ان کا کل مت معلوم ہوجاتا ہے قیمت اردو ۲؍۔ ہندی ۲؍

رسالہ خوراک اس میں مسئلہ خوراک کے ہر پہلو پر تفصیل بحث کی گئی ہے۔ اور ضروری و مفید ہدایات از روئے ہندی۔ ویدک۔ یونانی و ایلوپیتھی درج کی گئی ہے۔ ہندوستانی گھرانوں میں جو کھانے بنائے جاتے ہیں۔ ان کے بنانے کی خاص ترکیبیں لکھی گئی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ دو آنے۔

ضروریات زندگی انسانی زندگی کے واسطے کونسی چیزیں ضروری ہیں۔ اور ان سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ کیسے وہ زندگی کو بڑھانے والی یا اسکو گھٹانے والی ہوتی ہیں۔ صحت کی قدر کرنے والے ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنی اولاد کو کرانا چاہیئے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ ہندی ایک روپیہ آٹھ آنے۔

طالب علموں کو نصیحت اس میں طالب علموں کو بری صحبت سے بچنے کی ہدایات درج ہیں۔ قیمت ا

حفظ ماتقدم و علاج ڈاکٹر یوسٹیس مائلز ایم اے کی اعلےٰ تصانیف میں یہ کتاب نہایت مفید و سبق آموز ہے ڈاکٹر صاحب ہندوستانی یوگیوں سے بھی ملے ہیں۔ اس واسطے ان کی تحریر میں ہندوستانی رنگ ہے۔ پہلا باب ہی ذاتی غلامی پر ہے انسان کو اپنے پر حکومت کرنا سیکھنا کتنا ضروری ہے یہ پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل تکالیف مثلاً غلامی جذبات۔ بیخوابی۔ تکان دماغی۔ طبیعت کا اچاٹ ہونا۔ جھنجھلاہٹ۔ ناکامی۔ کاہلی۔ خود آگاہی۔ جلد بازی خبط و تکان۔ بڑھاپا۔ اس کے ساتھ ہی تہذیب کی عام امراض۔ یورک ایسڈ۔ قبض۔ زکام۔ بدہضمی۔ گرمی ہاتھ پاؤں سرد رہنا۔ فربہی۔ لاغری کا بھی حفظ ماتقدم و علاج درج ہے۔ قیمت صرف ۱۲؍

جیون شکتی (قوت حیات) ہم ہمیشہ جوان کیسے رہ ...

برقرار رکھنے و عمر کو دراز کرنے اور بیماریوں سے محفوظ رہنے کے اسرار مندرج ہیں ایسے ایسے نکتے اور راز کی باتیں اس کتاب میں بتائی گئی ہیں جو کہ پڑھنے سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ جا بجا سو سے زیادہ تصویریں ہیں جو مضمون کی وضاحت کرتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ ہندی دو روپے۔

سورج سنان یا آفتابی غسل (آفتابی غسل کے فوائد اور طریقے)

نیز آفتابی غسل سے صحت۔ طاقت و خوبصورتی حاصل کرنے کے راز اور سورج کے رنگوں سے امراض کو دور کرنے کا بیان لکھا ہے۔ قیمت ۲؍

انسان حیوان (اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے اور انسان نے اس فرق کو قائم رکھا ہے یا نہیں۔ نہایت سبق آموز کتاب ہے۔ قیمت فی جلد ۶؍

راز صحت (تمام ضروری حفظان صحت کے اصول درج ہیں۔ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے ہر شخص کو پاس رکھنا اور بار بار پڑھنا چاہیئے۔ یہ پنڈت ٹھاکر دت شرما دھرم ارتھ ٹرسٹ کی طرف سے صرف لاگت پر بانٹنے کو چھپوایا گیا ہے۔ قیمت۔ فی سینکڑہ دو روپے۔

(اس پر رعایت نہیں)

۲۔ جو اصحاب خاص خاص امراض میں پوری واقفیت حاصل کرنا چاہیں وہ مندرجہ ذیل کتب کا دھیان رکھیں

رسالہ قبض (اس کے اندر معدہ و آنتوں کی تشریح۔ قبض کی وجوہات اس کی اقسام و علاج ایسے طریق سے لکھا ہے۔ کہ ہر خاص و عام نیز وید و حکیم صاحبان یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت اردو ۱۰؍ ہندی ۱۲؍

رسالہ کھشی روگ یعنی دق و سل (اس کے اندر حفظ صحت کے ایسے اصول ہیں جنکے باعث ہم دق یا ایسی امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ہر خاص و عام کو مفید ہے۔ قیمت اردو ۲؍ آنے ہندی ۴؍ آنے۔

رسالہ سرعت (کل دنیا میں ۹۹ فی صدی سے بھی زیادہ اس مرض میں مبتلا ہیں۔ اس رسالہ میں اس کی مکمل تشریح کی گئی ہے۔ اور بعدہ مفصل علاج اور ہر قسم کے نسخہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ہر امیر و غریب فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت اردو ۵؍ آنے ہندی ۶؍ آنے۔

رسالہ ہسٹریا یا اختناق الرحم (ہسٹریا اس کی وجہ تسمیہ و علاج درج ہے۔ قیمت اردو ۸؍ آنے۔ ہندی ۸؍ آنے

رسالہ طاعون (پلیگ کی روک تھام کے متعلق حکیموں ویدوں یا ڈاکٹروں نے آج تک جتنی تحقیقات کی ہے۔ سب اس میں درج ہے۔ قیمت اردو ۷؍ آنے۔ ہندی ۱۰؍ آنے۔

رسالہ درد سر (درد سر کی کل اقسام از روئے وید ک۔ یونانی اور ڈاکٹری کے مفصل علامات علاج درج ہیں۔ قیمت اردو ۷؍ آنے۔ ہندی ایک روپیہ چار آنے۔

رسالہ آتشک یا تھوک (از روئے وید ک۔ یونانی۔ ڈاکٹری اس مرض کی مکمل تشریح۔ اسباب علامات اور علاج وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اصلی رنگین تصاویر مرض کی اصلیت کو ظاہر کر رہی ہیں۔ ڈیڑھ سو سے زیادہ ہر قسم کے نسخہ جات دیئے گئے ہیں۔ قیمت اردو تین روپے۔ ہندی تین روپے۔

رسالہ سوزاک (ویدک۔ یونانی۔ اور ڈاکٹری کی کل تحقیقات دکھلانے والا مکمل رسالہ ہے۔ جس میں چھ سو سے زیادہ ہر قسم کے نسخہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔ مرض سوزاک اور اس کے متعلقین امراض پر اس سے بہتر کوئی اور رسالہ نہیں مل سکتا ہے۔ قیمت اردو ۸؍ آنے۔ ہندی ۱۲؍ آنے۔

دانت ان کی امراض و علاج (دانتوں کی مکمل تشریح۔ دانتوں کی احتیاط ان کے صاف کرنے کے طریق۔ بچوں کے دانت آسانی سے نکلنے کے قواعد۔ دانتوں کی مختلف امراض ان کے ڈاکٹری و ویدک و یونانی علاج۔ کرم خوردہ دانتوں کے بھرنے کے طریق۔ دانت نکالنے کا مفصل بیان دیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

اصطلاحات یونانی (اصطلاحات متعلقہ تیاری ادویات و متعلقہ تیاری اوصاف الادویہ و اعمال وغیرہ لکھ کر ان کے معنی لکھ دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۱۰؍

اصطلاحات ویدک

ان تمام الفاظ کی جو عام طور پر ویدک میں ادویات کے اوصاف مرکبات کی اقسام مفردات کا مجموعہ۔ ادویات بنانے کے طریقوں۔ کشتہ جات۔ رسوں کی ترکیب میں مستعمل ہیں جن کے نہ جاننے سے ویدک کا شوق رکھنے والوں کو سخت مشکل کا سامنا ہوتا تھا۔ تشریح کر دی گئی ہے۔ قیمت ۹؍

رسالہ چیچک

اس رسالے کے اندر چیچک کا مفصل بیان اس کے متعلق جو عام خیالات ہیں۔ ان کی تشریح مرض۔ چیچک کی وہ تمام احتیاطیں جن سے وہ جلدی تندرست ہو۔ قیمت اردو ۱۴؍ ہندی ایک روپیہ۔

رسالہ ملیریا موسمی بخار

ملیریا کے متعلق آج تک جو تحقیقات ہوئی ہے۔ اس کا عام فہم الفاظ کے اندر ایسے مشہور طریقے سے ذکر ہے۔ ہر شخص بخوبی اس مضمون سے واقف ہو سکتا ہے۔ قیمت اردو ۵؍ آنے ہندی ۱۰؍ آنے

رسالہ انفلوانزا (اس میں انفلوانزا (نزلی بخار) کی وجہ تسمیہ اس کی علامات اس سے بچنے کے طریقے اور علاج درج ہیں۔ قیمت اردو ۶؍ آنے ہندی ۸؍ آنے

ادویات باہ حصہ اول

اس میں مقوی باہ پاکوں۔ معجونوں۔ جوارشوں۔ حلووں۔ چورنوں۔ گولیوں۔ دوائی۔ غذاؤں اور حریروں وغیرہ کے نسخہ جات درج ہیں۔ جو پچاسوں مستند مطبوعہ اور قلمی کتب سے نیز بہت سے مشہور حکیموں اور ویدوں کے علاوہ عام اشخاص نے تجربات سے حاصل کئے ہیں۔ ان سے ہر کوئی پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے قیمت تین روپے۔

ادویات باہ حصہ دوم

اس میں مقوی باہ شربات یعنی نسخہ جات مقوی از قسم شربت و عرق آسو و شراب نیز مقوی باہ تیل۔ گھرت عطر وغیرہ خوردنی رسوں کے اعلےٰ اعلےٰ نسخہ جات مختلف کتب ہائے ویدک سے مقوی باہ کشتہ جات ہر قسم۔ مقوی نسخہ جات ڈاکٹری و ہومیوپیتھی۔ ساتھ ہی طلاء ضماد۔ مقوی منزلات۔ ملذذات۔ مصنفات وغیرہ کے سینکڑوں نسخہ جات درج ہیں جو کہ نہایت مجرب و آزمودہ ہیں۔ چھپکر تیار ہوئی ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔

رسالہ بواسیر

بواسیر کتنی قسم کی ہوتی ہے۔ اور ان کی علامات کیا ہیں سب مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یکصد سے زاید نہایت مجرب آزمودہ اور آسان نسخہ جات درج کئے گئے ہیں۔

قیمت ۲؍ آنے

خط و کتابت و تار کا پتہ:۔ امرت دھارا ۷۷ لاہور

۳۔ شائقین علم طب نیز جو نسخہ جات مُفید و اکسیر کا شوق رکھتے ہوں اور کشتہ جات میں دلچسپی ہو وہ مندرجہ ذیل کتب کا دھیان رکھیں

علاج الاطفال

اس میں پیدائش سے لے کر ۵ سال کی عُمر تک کے بچوں کو جو امراض ہوتی رہتی ہیں۔ ان کا مکمل بیان ہر قسم کے ڈاکٹری۔ یونانی و ویدک کے علاج درج ہیں۔ اس کتاب کی مدد سے والدین اپنے بچوں کی امراض کا علاج بخوبی کر سکتے ہیں۔ کوئی گھر اس سے خالی نہیں رہنا چاہیئے قیمت اُردو دو روپے۔ ہندی اڑھائی روپے۔

رسالہ زہروں کا علاج نمبر اوّل

اس میں زہروں کے علاج کے مختصراً اصول ہیں یُونانی ویدک اور انگریزی کا بیان ہے۔ حشرات الارض یعنی مکھی مچھر۔ بھڑ۔ چھپکلی۔ چوہا۔ سانپ وغیرہ کو بھگانے کی تدابیر ہیں۔ قیمت اُردو ۲۔ر ہندی ۷ ر آنے

رسالہ زہروں کا علاج نمبر دوم

اس میں تمباکو شراب چرس۔ افیون۔ گانجا وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان کا زہر اُتارنے کے علاج و طریق۔ ان کی عادت کے بدنتائج اور چھڑانے کی تراکیب درج کی گئی ہیں قیمت اُردو ایک روپیہ ہندی ایک روپیہ چھ آنے

دوش گیان

یہ کتاب حکمت کے دروازے کی چابی ہے۔ اس کو پڑھ لینے سے کبھی انسان علاج میں غلطی نہیں کھاتا وید وں اور حکیموں کو ہمیشہ پاس رکھنی چاہیئے قیمت اُردو ۱۲ ہندی ۱۲ ر آنے

شودھن ودھی

تمام دھاتوں۔ اُپدھاتوں۔ رسوں۔ اُپ رسوں۔ وشوں۔ اُپ وشوں۔ رتنوں اُپ رتنوں وغیرہ کی ترکیب صفائی درج ہے جن ادویات کو مدبّر یا مصفّٰے کر کے ڈالنا ہوتا ہے ان کا بیان ہے۔ قیمت اُردو سوا روپیہ۔ ہندی ۱؎

علم و عمل کشتہ جات

تمام دھات اُپ دھاتوں وغیرہ کی صفائی تدبیر کا ذکر کرنے کے بعد اب ان اشیاء کے کشتہ جات تیار کرنے کی تدبیریں بیان ہوئی ہیں علم و عمل کشتہ جات میں سات دھاتوں اور ان کے اُپدھاتوں کے کشتہ جات کے مختلف معہ فوائد کے درج کر دیئے ہیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔

سُشرت کا ترجمہ حصّہ اوّل

آج سے ہا لکھوں برس پیشتر شری دھنونتری جی مہاراج سُشرت کی تعلیم دے چکے ہیں۔ جس کے اصول حرف بحرف آج تک سچے اور جوں جوں سائنس ترقی کرے گی۔ ان کی سچائی اور بھی عیاں ہوگی۔ اس کا ترجمہ مع شرح ہم نے شروع کیا ہے۔ صرف ترجمہ کر دینے سے عوام اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ مگر اکثروں کا اس کتاب کی خوبیوں سے یقین ہی اُٹھ جاتا ہے اس واسطے پنڈت جی نے اس رسالہ میں ایک ایک بات کی تشریح کی ہے حصہ اول میں بہت ہی ضروری باتیں حفظ صحت کے متعلق آ گئی ہیں۔ جن سے ہر ایک شخص کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ہم نے صرف اس خیال سے کہ رشیوں کی کتب کی خوبیاں عوام پر روشن ہوں اس کا حجم بھی زیادہ ہے قیمت برائے نام فی جلد ۸۔ر (اس پر رعایت نہیں ہے۔)

سُشرت کا ترجمہ حصّہ دوم

سُشرت سُوتر استھان نصف تک کا ترجمہ حصہ اول میں ۔ ۔ ۔ ۔ شائع ہو چکا ہے۔ باقی سوتر استھان کا ترجمہ حصہ دوم میں ختم کیا گیا ہے قیمت ۱۔۶ ر آنے۔ (اس پر رعایت نہیں)

فزیالوجی یا علم افعال الاعضا

جسم انسانی کے ہر عضو کا بیان قیمت ۱۰ ر آنے۔

شناخت نبض

اس میں نبض کی پہچان کے متعلق نہایت وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔ قیمت فی جلد ۵ ر آنے

رسالہ مجرّبات حکمائے ہند نمبر اوّل

اس میں دیش اُپکارک کے از اپریل ۱۹۰۴ء تا مارچ ۱۹۰۵ء کے کل مجرّب نسخہ جات درج ہیں بڑے بڑے نامی حکما اور ایڈیٹر دیش اُپکارک کے مجرّب نسخہ جات درج کئے گئے ہیں۔ قیمت ۱۰ ر آنے

رسالہ مجرّبات حکمائے ہند نمبر دوم

اخبار دیش اُپکارک کے از اپریل ۱۹۰۵ء تا مارچ ۱۹۰۷ء یعنی دو سالوں کے مجرّب نسخہ جات کا لب لباب اور نچوڑ درج ہے۔ مجربات کی کان ہے۔ قیمت دو روپے

رسالہ مجرّبات حکمائے ہند نمبر سوم

دیش اُپکارک کے دو سال از اپریل ۱۹۰۷ء تا مارچ ۱۹۰۹ء کے مجربات کا مجموعہ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

رسالہ مجرّبات حکمائے ہند حصہ چہارم

اس میں اپریل ۱۹۰۹ء سے مارچ ۱۹۱۱ء تک کے مجربات درج ہیں قیمت تین روپے آٹھ آنہ

رسالہ مجربات حکمائے ہند نمبر پنجم

اس میں مجربات اپریل ۱۹۱۱ء سے مارچ ۱۹۱۵ء تک درج ہیں قیمت سات روپے یہ دو حصوں میں بھی مل سکتی ہے۔ قیمت حصہ اول چار روپے۔ حصہ دوم تین روپے آٹھ آنے۔

ویدک کے مشہور مرکبات

اس میں ویدک کی تمام مشہور مشہور ادویات کے تقریباً ڈیڑھ سو نسخہ جات دیئے گئے ہیں۔ ہر نسخہ کی ایسی تشریح کی گئی ہے۔ کہ ہر ایک شخص بخوبی ان پر عمل کر کے بنا سکتا ہے قیمت اُردو ۱۴ ر آنے ہندی سوا روپیہ۔

گنج مجرّبات

ہم کو فارسی کی ایک قلمی بیاض مل گئی ہے۔ جس کے اندر ہر مرض کے ایسے ایسے عجیب نسخہ جات ملے جو کسی بھی کتاب میں نہیں ملتے۔ ہم نے اس کا ترجمہ کر کے کتابی صورت میں آپ صاحبان کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس کے سینکڑوں نسخے اس شخص کے برسوں فقیروں۔ سنیاسیوں کے پیچھے پھر کر حاصل کئے ہوئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

علاج بالمفردات

اس میں سر سے پاؤں تک کل امراض کا علاج صرف ایک دوائی سے بتلایا گیا ہے۔ فقیری چٹکلوں کا ذخیرہ ہے۔ تیسرا ایڈیشن قیمت ایک روپیہ چار آنے

لاثانی لغات الادویہ

اتنی جامع لغات آج تک اُردو زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ آپ کو کسی زبان کا نام معلوم ہو۔ ہندوستان کی ہر زبان اور انگریزی و لاطینی کے نام بھی فوراً معلوم ہو جاویں گے۔ ہر زبان کی ردیف موجود ہے۔ اور سب نام اکٹھے دیئے ہیں۔ بڑی محنت و خرچ سے تیار کی گئی ہے۔ قیمت چار روپے۔

گوشوارہ تشخیص الامراض

ہر وید حکیم کے مُنہ کی کتاب اس میں ردیف وار ہر علامت مرض کو بتلایا ہے۔ کہ وہ کتنی امراض میں ہو سکتی ہے۔ امراض کے نام اُردو انگریزی دونوں میں دیئے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ نوٹ ہے کہ اس مرض کی دیگر علامات کہاں ہیں۔ تشخیص مرض کے لئے بے نظیر ہے۔ قیمت دو روپے۔

نشانات موت مرض جب حد سے گذر جاوے تب اس کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں جس سے انسان کا آخری وقت کا پتہ لگتا ہے۔ وُہی اس میں درج ہے۔ قیمت ۵۰

وِش میں امرت اس کتاب میں افیون کچلہ اور بچھناک آک۔ تھوہر وغیرہ نباتاتی زہروں کے مُفید نسخے دیئے گئے ہیں جو چیزیں موت کا سبب ہوتی ہیں۔ انہی کے اندر امرت پوشیدہ ہے۔ قیمت ۱؎ ہندی ۱۴

دُودھ نباتات اس میں دُودھ والی تمام نباتات کے دودھ کے فوائد اور اس سے جو ادویات یا کشتہ جات بن سکتے ہیں۔ ان کا ذکر ہے

۴۔ جو اصحاب جلسی معاملات کی واقفیت حاصل کرنا چاہیں وہ مندرجہ ذیل کتب کا دھیان رکھیں

کام ورتی شاستر حصہ اول و دوم

جسکے اندر ۲۴۵ دیسی تصاویر اور ۵۰ فوٹو بلاک کی تصاویر ہیں۔ اور جسکے اندر خوبصورتی و تندرستی کے راز ہیں۔ اور اقسام مرد و عورت کی مکمل تشریح ہے۔ قیمت اردو ۵/ روپے ہندی ۶ روپے

حصہ دوم یہ کتاب صرف حکما و وید صاحبان یا ڈاکٹر تحققان۔ انتھرالوجی یا تھنالوجی و ساگولو جی۔ ساکولیجکس و نیز کالج کے پروفیسر صاحبان۔ وکلا و بیرسٹر صاحبان۔ مصنفان کتب درسی یا میڈیکل کالج کے طلبا کو دیکھاوی جی۔ اس کتاب میں سو سے زیادہ تصاویر بھی ہیں

ویرج کے متعلق علمی و طبی تحقیقات

ویرج (منی) جسم انسانی کے متعلق پوری واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے قیمت اردو ۱/۶ ہندی ۱/

کیا ہم لڑکا یا لڑکی اپنی مرضی پر پیدا کر سکتے ہیں

اولاد حسب خواہش پیدا کرنے کے متعلق آج تک کی ویدک اور یونانی۔ ڈاکٹری کل تحقیقات کا علیحدہ بیان کس طرح تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ قیمت اردو ۲/ ہندی ۴/

میرے ڈاکٹر چچا نے مجھے معاملات دنیاداری کی تعلیم کیسے دی؟

مضمون نام سے ہی ظاہر ہے قیمت اردو ۱/ ہندی ۴/

رسالہ وضع حمل

رسالہ ہر گھر میں پڑھ کر یا سنا کر اس کے تمام مضامین ذہن نشین کر دینے چاہئیں۔ عورت کا اس سے واقف ہونا ضروری ہے اس میں ۳۳ با معنی تصاویر ہیں قیمت اردو ۶/ ہندی ۱۰/

نوے ۹۰ سال جوان و تندرست کیوں و کیسے؟

امریکہ کا ایک ڈاکٹر ۹۰ سال کی عمر میں جوانوں کے سے اعضا رکھتا ہے۔ اس نے یہ کتاب لکھی ہے کہ میں نے کن اصولوں کی پابندی سے اتنی عمر تک جوانی و تندرستی کو حاصل کیا ہے۔ یہ کتاب اسی کا ترجمہ ہے قیمت اردو ۴/ ہندی ۱/

رسالہ زہروں کا علاج نمبر سوم

اسمیں سانپ بچھو۔ بھڑ مکھی۔ بھونرا چھپکلی اور دیگر زہریلے جانوروں اور حشرات الارض کا مفصل بیان اور کاٹے کا علاج درج ہے ہاف ٹون اور قلمی تصاویر بھی ہیں قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

موت کے قاصد کرم و ان کی حقیقت

اس کتاب کے اندر تمام ضروری امراض مثلاً ملیریا۔ ٹائیفائڈ۔ پلیگ۔ مرض النوم۔ فیلپا وغیرہ کے جرم اور ان کے ایک دو میٹر تک پہنچانیوالے کرم اور انکی عادات کا پورا بیان ہے قیمت اردو ۶/ ہندی ۹/

تحفہ سرمایا بابت سال ۱۹۱۶ء

بیان امراض باہ اسکا علاج کتابی صورت میں قیمت صرف ۵/

رسالہ کمہ یرا

(امریکہ کی مشہور ڈاکٹر اک ہلم کی تصنیف کا اردو ترجمہ) جسمیں مرد و عورت کے تعلقات پر روشنی ڈالی ہے انکا خیال ہے کہ بدون انسانی جوہر کے خرچ کئے بھی مرد و عورت کا تعلق ممکن ہے۔ بڑے عجیب و غریب خیالات ہیں۔ قیمت ۸/

بے اولاد کیا کریں؟

اس کے مصنف شری پنڈت جی کے فرزند آیوروید آچاریہ ڈاکٹر بلدیو جی شرما بی۔ اے شاستری (پنجاب) ایم۔ این۔ ایم ایس (برلن) ایم۔ آئی۔ پی۔ ایس (ویانا) ہیں۔ اس مضمون پر آج تک کوئی ایسی کتاب اردو یا ہندی میں شائع نہیں ہوئی ہے۔ بہت ہی مختصر اور پر از معنی ہے۔ صرف چند تدابیر اور نسخہ جات برتنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے یہ اپنے ڈھنگ کی نرالی پستک ہے۔ قیمت ۲/ ہندی ۳/

(اس پر کوئی رعایت نہیں)

۵۔ عام دلچسپی کی چند مفید عام کتب کا بیان ذیل میں ملاحظہ فرماویں

رسالہ گھر کا حکیم

عام طور پر گھروں میں ہوتی رہنے والی امراض کے مختصر آسان مگر مجرب و آزمودہ سچے نسخے اس میں دیئے گئے ہیں قیمت اردو ۲/ ہندی ۴/

رسالہ ہلیلہ

ہلیلہ کل امراض کے واسطے کافی ہے رسالہ ہذا میں اس کا مکمل بیان درج ہے۔ کل فوائد اور استعمال کے طریقے بھی درج ہیں قیمت اردو ۱/ ہندی ۴/ آنے

پرورش اطفال

اس رسالے کے اندر پرورش کے متعلق کوئی نکتہ نہیں ہے جس کو واضح نہ کیا گیا ہو۔ ہر گھر میں اس رسالے کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ہر بات میں آپ کی رہنمائی کرے گا قیمت اردو ۱۲/ ہندی ایک روپیہ

رسالہ برہمی

آج کل برہمی کے دافع نسیان مقوی دماغ۔ اکسیر حافظہ دافع ہیجان وغیرہ ہونے کو ہر خاص و عام بخوبی جاننے لگ گئے ہیں۔ اس میں برہمی کا مکمل بیان درج کر کے استعمال کے بے شمار اعلیٰ طریق لکھے گئے ہیں۔ قیمت اردو ۸/ ہندی ۱/

رسالہ دلچسپ طبی مضامین

دیش اپکارک کے چند مفید خاص و عام مضامین کا مجموعہ قیمت اردو ۴/

جیو جٹسو (جاپانی کشتی کا طریق)

جسکے جاننے والا اگر اکیلا و کلا تھا بو آجاوے تو اپنی حفاظت پورے طور پر کر سکتا ہے۔ قیمت ۴/

رسالہ حکیم و مریض

حکیم کو علاج کرنے سے پہلے اور مریض کو علاج کرانے سے پہلے اس کو پڑھ لینا چاہیے۔ قیمت ۲/

دودھ و اس کی اشیاء

ہر انسان کو پڑھنا چاہیے۔ ہر قسم کے دودھ کے مفصل فوائد اور دودھ سے بننے والی تمام ضروری اشیا کا بیان و فوائد قیمت اردو سوا روپیہ۔ ہندی ڈیڑھ روپیہ

رسالہ سیر یورپ حصہ اول

انگلینڈ۔ فرانس۔ جرمنی۔ بلجیم۔ سوئٹزرلینڈ۔ اٹلی۔ آسٹریا کے دلچسپ حالات۔ ان کی تہذیب کی سچی تصویر۔ ان کی ترقی کا راز درج ہے۔

قیمت اردو ۱/ ہندی ڈیڑھ روپیہ

رسالہ سیر یورپ حصہ دوم

اس میں ٹرکی۔ یونان وغیرہ کے حالات وضاحت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۱۰/

مرم چکتسا (زدن تھیراپی)

یہ ایک امریکی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں ہر مرض کا علاج صرف کسی حصہ جسم پر دباؤ ڈالنے سے ہوتا ہے۔ ہر ایک شخص کو پاس رکھنی چاہیے۔ کتاب باتصویر ہے۔ قیمت اردو فی جلد ۸/ آنے

طب ہندی کی قدامت اردو

مشہور ڈاکٹر لوتھور کے پر از معلومات خیالات ہر ہندوستانی عموماً اور ہر معالج کے خصوصاً پڑھنے لائق ہے۔ قیمت ۴/ آنے

لاہور گائیڈ

یہ انگریزی زبان میں ہے۔ اس میں لاہور کے تمام قابل دید مقامات و سیر گاہوں کا ذکر معہ ان کی تصاویر کے ہے۔ قیمت ۲/

(اس پر رعایت نہیں)

ویراگ درپن!

یعنی

پرم بھگتنی شری ماتا سہجو بائی کی انمول امرت بانی

(۱)

یہی کہیں گورو دیو جی یہی پکاریں سنت۔ سہجو تج دے جگت کو۔ تو ہے تجے گوانت

(ٹیکا)

شری ماتا سہجو بائی فرماتی ہیں کہ (اے اس شریر اور دھن سمپتی کو اپنا سمجھنے والے انسان) شری گورو دیو اور سنت مہاتما تجھ کو چیتاونی دے کر پکار رہے ہیں۔ کہ اس جگت کا موہ چھوڑ دے۔ ورنہ تجھے جگت چھوڑ دے گا۔ کیا معنی؟ ایک مہاتما فرماتے ہیں۔ کہ اگر تو دنیا سے دل نہ اٹھائے گا۔ تو دنیا ایک دن تجھے تختہ پر اٹھا کر باہر کر دیگی۔ یعنی۔ یہ بات اچھی ہے کیا؟ کہ دنیا تجھ کو باہر کر دے۔ اس سے بہتر ہے کہ تُو خود دنیا سے آزاد ہو جا۔ ایسا کرنے سے تو تُو سکھ کی زندگی بسر کرتا ہوا اخیر میں بھی آنند پراپت کر سکے گا اور اگر خود دنیا سے تعلق نہ چھوڑے گا۔ تو موہ میں پھنسا رہ کر ہر وقت دکھی رہے گا ؛

(۲)

کلہہ کلپنا دکھ گھنا سدا رہے من بھنگ۔ اکس بھرے کو چھوڑیئے سہجو جگ بے ڈھنگ

(ٹیکا)

فرماتی ہیں۔ جگت کیا ہے؟ بےچینی۔ چنچلتا۔ انیک تکلیفات۔ جس میں (انسان کا) من ہمیشہ بھٹکتا ہی رہتا ہے۔ ایسے دو ویش بھرے۔ جگت کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ یہ جگ بے ڈھنگ ہے۔ کبھی ایک حالت پر تو رہتا ہی نہیں آج سُکھ ہے تو کل دکھ۔ آج خوشی ہے تو کل رنج۔ آج شادی ہے تو کل ماتم۔ آج بہار ہے تو کل خزاں۔ آج جوانی ہے تو کل بڑھاپا۔ آج زندگی ہے تو کل موت۔ اسی طرح گنتے جائیے۔ دیکھتے جائیے سنسار کا یہی سار ہے۔ تبدیلی۔ پھر اس فانی سنسار سے تعلق رکھنا چہ معنی دارد۔ تعلق تو اس کے ساتھ چاہئے۔ جو غیر فانی ہے۔ فانی جگت سے تعلق کا انجام؟ دُکھ ؛

(۳)

کٹنب بنگھائی بیچ میں آدانت نہ ہوتے۔ بیچ ملے بیچ ہی گئے سہجو سنگ نہ کوتے

(ٹیکا)

تیرا رشتہ وار رہے گا؟ نہیں۔ یہ سب درمیانی رشتے ہیں۔ پھر ایسے رشتے سے دل باندھنا۔ جو نہ پہلے ہو۔ نہ بعد میں۔ محض تھوڑے وقت کے لئے ہو۔ جائز ہے؟ قطعاً نہیں۔

(۴)

مر بچھڑے جو کٹمب سوں بہور نہ دیکھے آئے۔ محل دروبہ سنتان کوں سہجو بچ بلائے

(ٹیکا)

اے مدماتے انسان۔ ذرا غور تو کر۔ جب اپنے رشتہ داروں سے مرکر بچھڑ جائیگا۔ پھر تو نہ تو اُن کو دیکھ سکتا ہے اور نہ وہ تیرا منہ۔ بس تیرا منہ وہ آخری بار دیکھ چکے۔ اب یہ صورت پھر نظر نہ آئیگی۔ اور نہ تو ان کو دیکھے گا۔ جب رشتہ داروں کے ساتھ یہ حال ہے تو پھر (زندگی میں) محل، دھن، سنتان کے لئے چنتا کرنا مورکھتا نہیں تو کیا ہے۔ یعنی کسی بھی چیز کی چنتا نہ کر۔ اچنت رہ ؛

(۵)

مر بچھڑن یوں ہوئیگا۔ جوں تر ور سوں پات۔ سہجو کا یا پران سوں۔ جیوں مکھ سیتی بات

(ٹیکا)

اے فانی انسان جس شریر کو تو اُگیا نتا ہیں، اجرام ملنے ہوتے ہے۔ وہ تو اس فانی سنسار سے اس طرح علیحدہ ہو جائیگا جسطرح درخت سے پتہ۔ (درخت سے ایک پتہ گر جانے سے درخت کو خسارہ نہیں آجاتا) اس طرح تیرے چلے جانے پر یہ جگت یوں ہی قایم رہے گا۔ اس لئے (غرور نہ کر) دیگر جس طرح شریر سے سوانس چلتی ہے۔ یا منہ سے بات نکلتی ہے لیکن ایسا ہونے سے شریر کو نقصان نہیں۔ اس طرح تُو سنسار سے اٹھ جائے گا۔ مگر سنسار قایم۔ بدستور چلتا رہے گا۔ پھر تجھے کس بات کا غرور ہے؟

(۶)

سہجو جیوت سب سگے موئے نکٹ نہ جائیں۔ روئیں سوارتھ آپنے سپنے دیکھ ڈرائیں

(ٹیکا)

فرماتی ہیں اے انسان سب رشتہ دار تیری زندگی میں ہی رشتہ دار ہیں۔ مرنے پر تو تیرے نزدیک ہی نہ آئیں گے۔ اگر آئیں گے بھی تو پھر نہائیں گے۔ کیوں کہ تیری مرتک لاش کے ساتھ لگنے سے تو اب اُن کو چھوت لگتی ہے — ہائے بیوفا دُنیا۔ طوطا چشم دُنیا۔ زندگی میں تو گلے لگاتے۔ بوسے لے۔ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ مگر مرنے پر چھوت لگتی ہے۔ اخاہ — ہاں تو اے مورکھ من۔ تیرے رشتہ داروں کا یہ حال ہے اور یہ سب اپنے ہی لالچ کیلئے روتے ہیں۔ اور اپنے سکھ کیلئے ہی واویلا کرتے ہیں۔ ان کو تیرا ارمان نہیں ہے۔ تیرا درد نہیں ہے۔ تیری جدائی کا افسوس نہیں ہے۔ اگر تیری جدائی کا رنج ہوتا تو خواب میں تجھے دیکھ کر نہ ڈرتے۔ بدشگون نہ مانتے۔ زندگی میں دیکھ کر تو دل خوش ہو۔ اور موت کے بعد خواب میں دیکھ کر بھی ڈر — کس سے؟ — اپنے عزیز کی صورت سے — افسوس!

(۷)

سہجو دھن مانگے کٹمب گاڑھا دھا اپنائے۔ جو کچھ ہے سو دے موہے پھر پاچھے مر جائے

(ٹیکا)

جب انسان کا آخری وقت (حالت نزع) ہوتا ہے تو تمام رشتہ داروں کی یہی خواہش ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ دھن دولت (اس مرنے والے) نے جمع کر رکھا ہے۔ وہ تو ہمیں بتا دے۔ پھر پہلے ہی مرجائے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ تمام ناطہ دار اپنی غرض کے ہی بندے ہیں:-

(۸)

کاڑھ کاڑھ دیگی کہیں بھیتر باہر لوئے۔ جیو چھٹے سہجو کہے تن کا سگا نہ کوئے

(ٹیکا)

مندرجہ بالا شبد کی تحت میں جب انسان مرجاتا ہے۔ اور اس کے رشتہ دار دھن دولت پوچھ لیتے ہیں۔ تو پھر کیا کہتے ہیں؟ ماتاجی فرماتی ہیں۔ کہ اندر اور باہر یہی آواز سنائی دیتی ہے۔ کہ نکالو۔ نکالو۔ مُردے کو جلدی باہر نکالو۔ آہ— اے دیہہ ابھمانی پُرش— اب تیری دیہہ (شریر) کا کوئی بھی رشتہ دار نہیں۔ جیو نکلا۔ طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔ تو پھر کون تیرا— اور تو کس کا؟

(۹)

ہرناکشپ سے ہوئے دریودھن شش پال۔ کُنبھ کرن راون گئے سہجو کھائے کال

(ٹیکا)

اے ناچیز انسان۔ ذرا سوچ تو سہی۔ کہ تو کس قطار میں ہے۔ کال ایسا مہابلی ہے۔ کہ جس نے ہرناکشپ۔ دُریودھن۔ شش پال کُنبھ کرن۔ راون جیسے بہادروں کو بھی نہیں چھوڑا— تیری کیا گنتی ہے؟

(۱۰)

نشچہ مرنا سمجھیا جیون کی نہیں آس۔ کے ٹوٹی سی جھونپڑی کے مندر میں واس

(ٹیکا)

فرماتی ہیں کہ اے سہجو۔ مرنا تو یقینی بات ہے۔ جب ایک دن ضرور مرنا ہے۔ اور وہ بھی معلوم نہیں کہ کس وقت۔ بقول حضرت ذوق

ذوق اس بحرِ فنا میں کشتیٔ عمرِ رواں — جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارہ ہو گیا۔ — ذوق
ہماری زندگانی ایک مٹی کا کھلونا ہے — جو چکنا چور ہوتا ہے اجل کی ایک ٹھوکر سے
کون سا جھونکا بجھا دیگا کسے معلوم ہے — زندگی؟ اک شمع روشن ہے ہوا کے سامنے — آباد

ہاں تو جب موت یقینی ہے۔ تو پھر زندگی کی آس (اُمید) رکھنا ہی فضول ہے۔ پھر جب زندگی کی امید ہی نہیں تو اس چند روزہ فانی زندگی بسر کرنے کے لئے محل اور جھونپڑی یکساں ہیں۔ پس اے من

گذران کر گذران —— کیا جھونپڑی کیا مکان

(۱۱)

کے غریب ہو کر ہی کے ہو چھتری ہوئے۔ جنم مرن سوں ایک سے سہجو بھید نہ کوئے

اُس غریب میں جو تمام دن ٹوکری اُٹھا کر مزدوری کرتا ہے اور اُس شہنشاہ میں جس کے سر پر چنوَر جھلائے جا رہے ہیں۔ جسم اور من میں تو کوئی بھید نہیں۔ کوئی فرق نہیں۔ جس طرح غریب پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح امیر۔ جس طرح غریب مرتا ہے اسی طرح امیر قدرت نے اختلاف سے کام نہیں لیا۔ اس کے علاوہ قدرت کا ہر ایک اصول غریب اور امیر کیلئے یکساں ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں تو پھر غریب کو حقارت اور امیر کو عزت کی نظر سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟ —— جہالت!

(۱۲)

مرنا ہے رہنا نہیں جانا واہی ٹھور۔ سہجو کے کنگال ہو کے ہو دڑویہ کروڑ

(ٹیکا)

(مندرجہ بالا شبد کے اصول کی تحت میں قانون قدرت کی رو سے) سب نے مرنا ہے۔ اس جگہ کسی کو قیام نہیں اور ہر شخص نے وہاں (پرلوک) کا سفر کرنا ہے۔ خواہ وہ بالکل غریب ہو۔ خواہ کروڑوں روپے کا مالک

(۱۳)

سہج بٹاؤ باٹ کے مل مل بچھرت جاہیں۔ بیٹھ بیٹھ ہو تھک گئے جگ ترور کی چھائیں

(ٹیکا)

فرماتی ہیں۔ کہ اے سہجو۔ تمام رشتہ دار۔ تعلقدار۔ واقفکار۔ ایک ہی سفر کے مسافر ہیں۔ کوئی آگے آتا ہے کوئی پیچھے اور کوئی پہلے چلا جاتا ہے۔ کوئی بعد میں —— لیکن چلیں گے سب ہی کوئی بھی جم کر نہیں رہے گا۔ تمام مسافر اس سنسار روپی درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کر کے اپنی اپنی راہ لیں گے۔ اس لئے تو کسی سے تعلق (موہ) نہ رکھ۔ ورنہ اس کے چلے جانے پر تجھے ضرور ہی دُکھ ہوگا۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

آشنائی با مسافر کردن اے دل خوب نیست۔ او بوطنِ خویش رفتہ داغ برماندہ جگر

یعنی اے دل کسی بھی مسافر کے ساتھ دوستی پیدا نہ کر۔ کیونکہ وہ تو اپنے وطن کو چلا جائے گا۔ (پردیسی جو ہوا) اور تیرے سینہ پر ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت ثبت کر جائے گا۔

(۱۴)

دیہہ نکٹ ہے تیرے پڑی جیو امر ہے نت۔ دو میں موا کون سا کا سوں تیرا ہت

(ٹیکا)

(ایک شریر سے جیو نکل جاتا ہے۔ اور اس کے رشتہ دار اس کی لاش کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں) تو ماتا جی اُن رونے والوں سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں۔ کہ اے بھولے انسان کیوں روتے ہو۔ اگر تم کو شریر سے الفت ہے۔ تو وہ تو تمہارے پاس ہی پڑا ہے۔ اور یدی جیو آتما کے لئے روتا ہے۔ تو وہ امر ہے۔ پھر مجھے بتلاؤ تو کہ اِن دونوں میں سے مرا کون؟ —— کہ جس کے لئے تو رو رہا ہے ؛

(۱۵)

تیرا تھا تو کیوں موا کیوں نہ گہی رکھ بانہہ۔ سہجو بہو تک مل تھکے چوراسی کے مانہہ

پھر فرماتی ہیں۔ کہ اے رونے والے انسان۔ کیوں ہائے میرا پتا۔ یا ہائے میرا بھائی۔ یا ہائے میرا پُتر۔ یا ہائے میرا مِتر کہہ کر زار و زار رو رہا ہے۔ اگر یہ تیرا ہوتا تو مرتا کیوں؟ ــــ یا اگر تیرا تھا تو تُو نے کیوں مرنے دیا۔ اس کا بازو پکڑ کر تھام لیا ہوتا۔ تاکہ یہ نہ جاتا (نہ مرتا) اے بھولے انسان کیوں بھرم میں پڑا ہے۔ یہ رشتے ناطے تو کئی بار ہی چوراسی میں ہو چکے ہیں ۔

(۱۶)

جو تیرے سنگ پیار تھا جاتا وا کے ساتھ۔ کیے واہی کو راکھتا سہجو گہہ کر ہاتھ

(ٹیکا)

(رونے والے اور ھیر انسان کو اُپدیش یا نصیحت دیتی ہوئی شری ماتا سہجو بائی جی پھر فرماتی ہیں) کہ اے نادان اگر یہ (مرنے والا) تیرا پیارا تھا۔ یا اسے تیرے ساتھ پیار تھا۔ تو تجھے لازم تھا۔ کہ اپنے پیارے پریتم (محبوب) کے ساتھ جاتا یا اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس رکھ لیتا ــــ اور اسے جانے نہ دیتا۔ (مگر یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔ پس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکیلا آنا ہے اور اکیلا جانا ہے۔ اور یہی دستور زمانہ ہے)

(۱۷)

بہت گئی تھوڑی رہی یہ بھی رہسی ناہیں۔ جنم جائے ہری بھگتی بِن سہجو جھُر من ماہیں

(ٹیکا)

(اے سوالنوں کی دولت کو مفت لٹانے والے نادان سوداگر) بہت دولت (سوالنوں کی) گنوا چکا۔ بہت عمر گذر چکی۔ تھوڑی باقی ہے اسے سنبھال۔ ورنہ یہ بھی یونہی بے ارتھ جائے گی۔ اور تیرا ہیرا جنم پربھو بھگتی کے بغیر ہی لُٹ جائے گا۔ اگر کچھ وچار ہے تو یہی بات سوچ کہ ــــ ہیرا جنم امول ہے۔ کوڑی بدلے نہ جائے

یا

ــــ سوالنا خالی جات ہے۔ تین لوک کا مُول

ماتا جی فرماتی ہیں کہ اگر مجھے کوئی جھُرنا (فکر) ہے تو یہی ہے۔ اور کوئی بھی نہیں۔

(۱۸)

سہجو بھج ہری نام کو تجو جگت سوں نیہہ۔ اپنا تو کوئی ہے نہیں۔ اپنی سگی نہ دیہہ

(ٹیکا)

ویراگ درپن کے اخیر میں ویراگ کے پھل کے مدنظر شری ماتا جی کا یہ شبد بہت ہی پُر معنی ہے۔ فرماتی ہیں کہ اے مایا میں پھنسے ہوئے ہیں میری کرنے والے انسان یا (سہجو) جگت کا تو یہی انجام ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکا۔ کہ کوئی بھی اپنا نہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ پربھو نام کا سمرن کر۔ اور جگت کی محبّت دل سے نکال۔ جگت (تمام رشتہ دار۔ دھن مکانات وغیرہ) تیرے ساتھ کیوں کر چلے گا۔ اور تیرا کس طرح ہے؟ جبکہ تیرا شریر جس کو تو اپنا اپنا کہہ رہا ہے ساتھ نہیں چلتا۔ اور یہیں رہ جاتا ہے۔ تو اور تیرے ساتھ کیا چلے گا؟ کچھ بھی نہیں۔

ویراگ (بے ثباتیٔ دنیا) کے تحت میں تو کچھ بھی ساتھ نہیں جاتا۔ مگر ایک چیز ہے جو ساتھ بھی جاتی ہے۔ اور وہ ہیں اعمالِ حسنہ۔ پس اگر کچھ دولت اکٹھی کرنی ہے تو اعمال حسنہ کی (جس میں ہری نام بھی شامل ہے) تاکہ لوک کے ساتھ پرلوک بھی بنے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ ؎

نہ دولت ساتھ جاویگی نہ عزت ساتھ جاویگی ۔ نہ شوکت ساتھ جاویگی نہ ثروت ساتھ جاویگی
شرف اعمال اچھے کر کہ جو عقبیٰ میں کام آئیں ۔ وہاں جنت نہیں تیرے یہاں سے جنت ساتھ جاویگی

؎ اعمالِ نیک کر کہ ان اعمالِ نیک سے ۔ یاں بھی ترا بھلا ہو اور واں بھی ترا بھلا

ادم شانتی شانتی شانتی ادم   از حکیم رمیلداس منتظر ماہڑہ ضلع مظفرگڑھ

ایشور کا پیارا کون؟

(۱)

جس کی عقل آلائش سے پاک ہے اور جو دل پر قابو رکھتا ہے۔ اور خواہشات سے مبرا ہے اور ہر حیثیت سے خواہ بذریعہ سنیاس۔ خواہ بذریعہ یوگ۔ خواہ بذریعہ ذکر و فکر کے اپنے من کو پرمیشور کے چرنوں میں لگائے رکھتا ہے۔ اور پندار اور غضب اور توہمات کا ترک کرتا ہے۔ اعلےٰ مدارج یعنی کمال کو پاتا ہے اور وہی ایشور کا سچا اور پیارا بھگت کہلانے کا مستحق ہے۔

(۲)

جو کسی سے حسد اور دشمنی نہیں رکھتا اور رحمدل و بے پندار و حلیم ہے اور تکلیف اور راحت کو مساوی سمجھتا ہے اور صبر و تحمل رکھتا ہے اور حواسوں پر قادر ہے اور یقین کا پکا ہے۔ خوف اور غصہ سے آزاد ہے۔ پاکباز ہوشیار اور بے خواہش ہے اور مکروہات سے بری ہے۔ وہ ہمیشہ ایشور کو عزیز ہے

(۳)

جو انسان اپنے دل سے دنیا اور عقبیٰ کی خواہش اور تمنا کو دور کر دیتا ہے اور ذات واحد کو پہچان کر اس میں مسرور ہو جاتا ہے۔ اور آمد برآمد سانس پر نظر عقلمندی و ہوشمندی سے رکھتا ہے اور مثل کچھوے کے اپنی اندریوں کو چاروں طرف سے سمیٹ لیتا ہے یعنی اپنے حواسوں کو محسوسات سے ہٹا لیتا ہے۔ وہ ہی ایشور کا سچا بھگت ہے۔ اور وہی عارف اور یوگی کہلاتا ہے ؛

"ایشور انک" ماہ مارچ اور اپریل دو ماہ کا پرچہ ہے۔ ماہ اپریل میں کوئی علیحدہ پرچہ شایع نہیں ہوگا۔ اس لئے اس کے

شوقِ دیدار

تضمین بر غزل فخر الشعرا حضرت بسمل الہ آبادی مدظلہ،

مسافر ـــــــ لدھیانوی

بختِ خفتہ کو میرے تم ہو جگانے والے
کشتیِ گرداب سے ہو پار لگانے والے
خستہ حالوں کی ہو عزت کو بچانے والے
"سخت مشکل میں تمہیں کام ہو آنے والے
منتظر اس لئے رہتے ہیں زمانے والے"

کنس کے ظلم سے جب دُنیا پکاری موہن
آئے سولہ کلا کے سنکٹ ہاری موہن
انتظاری ہے تیری بانکے بہاری موہن
"سامنے آؤ نگاہوں کے مُراری موہن
ایک نظر دیکھ لیں پھر تم کو زمانے والے"

تم نے اے کرشن کنہیا وہ سکھایا اپدیش
بے ثباتیِ زمانہ کا پڑھایا اُپدیش
اور ارجن کو بھی ہے کھینچ کے لایا اپدیش
"تم نے اس واسطے گیتا کا سنایا اپدیش
سیدھے رستہ پہ چلیں جس سے زمانے والے"

ایک متھرا ہی نہیں فرش پہ نقشِ امین
آج ہر ذرے میں پوشیدہ ہے اک گنگ و جمن
گوشۂ دیدہ و دل میں ہے تمہارا مسکن
"کیوں نہ حاصل ہو زمانے میں تمہارا درشن
دل سے جب یاد کریں تم کو زمانے والے"

دل کو محنت میں لگا ورنہ ہو تو بیدل
ہو کے رہ جائیگی آسان تیری ہر اک مشکل
دل کو یوں چھوڑ نہ مسافر تو قریبِ منزل
"شوقِ دیدار میں بے چین نہ ہو اے بسمل
پھر کنہیا کبھی بھارت میں ہیں آنے والے"

غیر مطبوعہ

رشی اشٹاوکر

اُدالک مُنی کے آشرم میں ایک برہمچاری کہوڑ نامی پڑھا کرتا تھا۔ اس کی لیاقت اور حسن خدمت سے خوش ہو کر مُنی جی نے اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔ کچھ عرصے بعد اس لڑکی کے آثار حمل نمودار ہوئے۔ مہاتما پُرش گربھ میں آتے ہیں تو ماں باپ کے چہرے پر خاص تیج کا ظہور ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ کہوڑ کی استری کا تیج کچھ اس طرح بڑھا کہ سہا ہی نہیں جاتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کہوڑ رشی اپنے چیلوں کو وید پڑھا رہے تھے۔ کہ ان کی استری اندر آئی۔ اور گربھ میں سے آواز آئی کہ پتا جی تم اتنا وید پڑھاتے ہو۔ مگر ابھی تک غلطیاں کرتے ہو۔ مجھے دیکھو کہ میں گربھ میں ہی تمام و کمال وید پڑھ گیا۔ اور تمہاری غلطیاں مجھے صاف معلوم ہوتی ہیں۔ رشی کو شرمندگی ہوئی۔ اور غصہ میں بھر کر کہنے لگا۔ تو ایشور کی مریادا (قانون) توڑ کر گربھ میں سے بولتا ہے۔ تیری سزا یہ ہے کہ پیدا ہونے پر تیرے آٹھ انگ (اعضا) ٹیڑھے ہوں گے۔

ماں بیچاری شاپ سُن کر رنجیدہ ہوئی۔ لیکن رشی کا بچن جھوٹا نہیں ہوتا۔ صبر کر کے خاموش ہو گئی۔ وہ اس غرض سے آئی تھی کہ گھر میں خرچ کی تنگی تھی۔ رشی جی کسی راجہ کے دربار میں جا کر کچھ دھن دولت لائیں تو گھر کا کام چلے۔ انہیں دنوں بدیہہ دیش کے راجہ جنک نے ایک بڑا بھاری یگیہ شروع کیا تھا۔ جو بارہ سال میں ختم ہوتا تھا۔ کہوڑ رشی بدیہہ کو روانہ ہوئے مگر راجہ کی سبھا میں ایک پنڈت بندی نامی سے مباحثہ میں ہار گئے۔ اس نے اپنے قاعدہ کے موافق ان کو دریا میں غرق کرا دیا۔ گھر پر خبر پہنچنے سے سب رشتہ دار دکھی ہوئے۔ ادالک نے اپنی کنیا کو سمجھایا کہ تیرے گربھ میں لڑکا تیجسوی اور گیانی معلوم ہوتا ہے۔ خبردار اس سے باپ کا حال نہ کہنا ایسا نہ ہو کہ طیش میں آ کر وہ بھی بحث کرنے چلا جائے اور باپ کی طرح دریا میں غرق ہو جائے۔

تھوڑے عرصہ بعد لڑکا پیدا ہوا جس کے آٹھوں انگ ٹیڑھے تھے۔ یعنی دونوں ٹانگیں۔ دونوں بازو۔ پیٹھ اور کمر۔ دونوں شانے۔ اس واسطے اس کا نام اشٹاوکر رکھا گیا۔ یعنی آٹھ جگہ سے ٹیڑھا۔ شکل دیکھنے سے بدصورت معلوم ہوتی تھی۔ لیکن گیان کا تیج چہرے سے ظاہر ہوتا تھا۔ یہ ولی مادر زاد تھے۔ ایسی مثالیں زمانہ قدیم میں بھی پائی جاتی ہیں۔

مثلاً شکدیو جی اور زمانہ حال میں کبیر جی۔ حیرانگی کی بات نہیں۔ جن جیووں نے جنم جنمانتر کے پاپ گیان اور کرم سے ناش کر دیئے ہیں۔ اور ان کا باقی ایک ہی جنم رہتا ہے۔ وہ اگر ولی مادر زاد پیدا ہوں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ یہ بدیہی اور محض قدرتی امر ہے۔

اُدالک نے نواسے کی بیٹے کی طرح بڑی محبت سے پرورش کی۔ اشٹاوکر کو تعلیم دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ وہ گربھ ہی سے [illegible]

اور اپنے ماموں شویت کیتو سے جسے وہ اپنا بھائی خیال کرتے تھے۔ کھیلتے تھے۔

ایک روز اتفاقاً اشٹابکر اُدالک کی گود میں بیٹھے تھے۔ شویت کیتو باہر سے آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ لیا۔ یہ کہہ کر رشی کی گود میں خود بیٹھ گیا۔ کہ رشی جی میرے پتا ہیں تیرے نہیں۔ اس بات سے اشٹاوکر کو بڑا طیش آیا۔ فوراً اپنی ماں کے پاس جاکر پوچھا۔ کہ میرا باپ کون ہے؟ کہاں ہے؟ ماں بیچاری یہ سوال سُن کر سہم گئی۔ اس وقت اس کو اپنے باپ کی نصیحت یاد آئی تب بیٹے کو باتوں میں ٹالنے لگی۔ مگر بیٹے نے ایک نہ مانی۔ بلکہ اصرار کرکے اپنا سوال ہی کرتے رہے۔ ماں نے نہ بتایا تو دھمکی سے کام لیا۔ کہ اگر نہ بتاتے گی تو تجھے شاپ دوں گا۔ شاپ سے ڈر کر اس نے سب کیفیت بیان کردی۔

یہ اُٹھ کر اُدالک کے پاس آئے اور اس بات کے خواستگار ہوئے۔ کہ مجھے بدیہہ نگر میں جانے اور بندی سے مباحثہ کرکے باپ کا عوض لینے دیجئے۔ چونکہ بندی کی شہرت دور تک ہوگئی تھی۔ اس لئے ادالک اجازت دیتے ہوئے گھبرا گئے۔ اس پر اشٹابکر نے سمجھایا کہ دنیا میں ہمیشہ سیر کے لئے سوا سیر ہوتا ہے۔ آپ کرپا کرکے اجازت دیں۔ ایشور کی مہربانی سے میں بندی پہ غالب آکر خود اس کو دریا میں غرق کرادوں گا۔ جس سے سب براہمن عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔

لاچار ہوکر رشی نے اجازت دیدی۔ اس وقت اشٹاوکر اور شویت کیتو کی عمر دس سال کے قریب تھی۔ بدیہہ نگر کی طرف چلے۔ قریب پہنچے تو راجہ کی سواری پیچھے سے آتی تھی۔ نقیبوں نے ہٹو بچو کی آواز بلند کی۔ مگر اشٹاوکر بجائے اس کے کہ راہ چھوڑ اور ڈر کر کھڑے ہوجاتے۔ الٹا رستہ روک کر سڑک کے عین بیچ میں کھڑے ہوگئے۔ جب راجہ قریب آیا تو باواز بلند بولے کہ اندھے بہرے استری اور بوجھ لیجانیوالے کو رستہ دینا بیشک شاستر میں لکھا ہے۔ مگر جہاں پر راجہ اور براہمن کے درمیان رستہ دینے کا سوال اٹھے وہاں پر راجہ کو ہی رستہ چھوڑ دینا مناسب ہے راجہ جنک گیانی تھے۔ بچے کی بات سن کر حیران ہوگئے اور مسکرا کر بولے۔ مہاراج ہم خود یکطرف چلے جاتے ہیں۔

اشٹاوکر اور شویت کیتو جب یگیہ شالا کے دروازے پر پہنچے۔ تو دربان نے اندر جانے سے روکا۔ اور کہا کہ یہ پنڈتوں کی سبھا ہے۔ یہاں پر بچوں کا کچھ کام نہیں۔ کوئی کھیل تماشہ تو نہیں ہورہا ہے۔ اشٹاوکر نے کہا کہ پنڈتائی برسوں یا سفید بالوں پر موقوف نہیں ہے

تونگری بہ دل است نہ بمال بزرگی بعقل ست نہ بسال۔

یعنی امیری دل سے ہے نہ کہ دولت سے اور بزرگی عقل سے ہے نہ کہ برسوں سے۔ ہم وید۔ ویدانت سب پڑھے ہوئے ہیں اور بندی پنڈت سے شاستر ارتھ (بحث) کرنے آئے ہیں۔ دربان نے سمجھایا کہ وہ بڑا بھاری پنڈت ہے سینکڑوں براہمنوں کو ہرا کر دریا میں غرق کرچکا ہے۔ جب کہ بڑے بڑے سن رسیدہ (بوڑھے) پنڈت بھی اس کو جیت نہیں سکے تو بچوں سے کیا امید ہوسکتی ہے۔ اشٹاوکر نے جواب میں کہا کہ باغ میں سفیدے کا درخت بہت اونچے قد کا ہوتا ہے۔ مگر نارنگی کا درخت چھوٹا سا پھل دے دیتا ہے۔ اور سفیدے کا نہیں دیتا۔ اسی پرکار ہماری چھوٹی عمر کو نہ دیکھو ہم دو یا روپی پھل پھولوں سے لدے ہوئے ہیں۔ ہمیں اندر جانے کی اجازت دیجئے۔ آخر دربان نے اجازت دیدی۔

یگیہ شالا کا رنگ جما ہوا تھا۔ مہاراجہ جنک براجمان تھے۔ ادھر اُدھر براہمن یگیہ کے متعلق کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ جاتے ہی اشٹاوکر نے کہا کہ ہم آپ کے پنڈت بندی سے مباحثہ کرکے اس کو ہرانے آئے ہیں۔ راجہ مسکرا کر بولا۔ کہ جب تم کو نہ بندی

بڑے بڑے وید پڑھانے والے پنڈتوں کو وہ جیت چکا ہے۔ اشٹاوکر بولے کہ اس نے ہم جیسے پنڈتوں سے کبھی مباحثہ نہیں کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ آپ کی سبھا میں وہ مثل شیر بنا بیٹھا ہے۔ پھر راجہ نے بھی خود پرشن کئے جن کا معقول جواب اشٹاوکر جی دیتے رہے۔ ان جوابوں سے راجہ کے دل پر نقش ہو گیا کہ یہ لڑکا معمولی لڑکا نہیں۔ بلکہ کوئی ولی مادرزاد ہے چنانچہ اس نے بندی سے مباحثہ کرنے کی اجازت دیدی۔

جب اشٹاوکر جی سبھا میں پہنچے تو ان کو دیکھتے ہی سب کے سب وِدوان براہمنوں نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا اور بے اختیار ہنس پڑے۔ ایسا واقعہ دیکھ کر اشٹاوکر جی مطلق ناراض نہ ہوئے۔ بلکہ خود بھی خوب ہی ہنسے۔ یہ دیکھ کر پنڈت لوگ حیران رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ مہاراج! آپ کس بات پر اتنا ہنستے ہو؟

اشٹاوکر جی نے کہا۔ پہلے آپ تو بتلاویں آپ کیسے ہنستے تھے۔ پنڈتوں نے جواب دیا کہ آپ کے ٹیڑھے میڑھے بدشکل جسم کو دیکھ کر ہنستے تھے۔ اب آپ بھی بتلایئے کہ آپ کیسے ہنس پڑے

اس پر اشٹاوکر جی نے بہت شائستہ لفظوں میں جواب دیا کہ جیسے آپ لوگوں کو میرے جسم پر ہنسی آئی ویسے ہی مجھے بھی آپ کی وِدیا اور لیاقت پر ہنسی آئی تھی یعنی باوجودیکہ ان لوگوں کا جنم اُتم کل براہمن کے گھر ہوا اور پھر وید وِدیا بھی بڑی محنت سے حاصل کی مگر نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ ان کی نگاہ چمڑے یعنی جسم سے آگے نہیں بڑھی ہے انہوں نے اُتم جنم اور وِدیا سے کیا زیادہ حاصل کیا۔ کیونکہ یہ چمڑے کی نظر تو نیچ کُل میں جنمے ہوئے اور بے علموں کو بھی خود ہی پراپت ہے۔ اور چمڑے پر دھیان تو اکثر چماروں کا ہی ہوا کرتا ہے۔ اور ان کی بڑائی (فضیلت) تو یہ ہونی چاہئے تھی کہ چمڑے سے آگے بڑھ کر آتما تک ان کی نظر پہنچتی یعنی اپنے کو اور دوسروں کو گندا (ناپاک) جسم ہی سمجھ بیٹھنا اور اس کے اخوت سے ہمیشہ غم میں مبتلا رہنا یہ تو عام مور کھوں کا خاصہ ہی ہے۔ مگر اُتم جنم اور اُتم وید وِدیا پڑھ کر تو یہ انوبھو ہونا چاہئے۔ کہ میں شُدھ بُدھ۔ اجر۔ امر ذات پاک ہوں اور یہ گیان پا کر غم سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جاتے۔ اور پرمانند میں ہمیشہ سرمست رہتے۔ مگر اس لیاقت سے بالکل بے بہرہ ہو کر یہ لوگ صرف جسم تک ہی نظر رکھتے ہیں۔ اور ہنس رہے ہیں۔ اس لئے مجھے ان کی عقل پر ہنسی آرہی تھی۔ معقول جواب سن کر سب کے سب خاموش ہو گئے۔ پھر وہاں پر سبھا میں بندی پنڈت اپنے کو دہریہ (چارواک) بتلاتا تھا۔ اس لئے اربعہ عناصر یعنی مٹی۔ ہوا۔ آگ۔ پانی سے الگ کوئی روح (آتما) نہیں مانتا تھا۔ اور اشٹاوکر جی ویدانت کے زبردست دلائل سے اس کا کھنڈن کرتے تھے۔ آخیر میں بندی کو ہرا کر سب براہمنوں کو آزاد کرا دیا۔ اور خود راجہ جنک کے گورو بن کر اُپدیش دیا اور کرتارتھ کر دیا۔ دہریہ (ناستک مت) کا کھنڈن ویدانت درشن میں بھگوان شنکر آچاریہ نے بڑی مضبوط دلائل سے مفصل طور پر کیا ہوا ہے۔ کیونکہ دہریہ مت (چارواک مت) شبد پرمان یعنی وید آدی کوئی گرنتھ بھی نہیں مانتا ہے۔ صرف دلائل سے ہی بحث کرتا ہے۔

شکھشا

(۱) وِدوان بالک ہو خواہ بدصورت ہو۔ ہمیشہ عزت کے لائق ہے۔

(۲) کسی وِدوان کو اپنی وِدیا کا غرور نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر وِدوان موجود ہیں؛

تصوف

از حضرت سیف صاحب موانوی

تو وہ خوش چشم ہے پنہاں نہیں کوئی نظر تجھ سے
تو ہے ایسا مکیں خالی نہ پایا کوئی گھر تجھ سے

تری ہی ذات سے نیکی بدی سب آشکارا ہیں
تو ہے خلاق کل پیدا ہوئے خیر و شر تجھ سے

تو ہی ہے چاند میں سورج میں ذروں میں ستاروں میں
بلا شک ہیں منور خلق میں کل بحر و بر تجھ سے

فرشتوں سے پھریں چالیں نہ ہرگز چرخ کجرو کی
تو پھر کس طرح ٹیڑھا چل سکے کوئی بشر تجھ سے

امیروں کے بھی سر پر رات دن تیرا ہی سایہ ہے
غریبوں کی بھی ہر صورت میں ہوتی ہے گذر تجھ سے

نکوکار اور بدکاروں کا کس پر فیصلہ ٹھہرے
ہر اک نیکی بدی کا سب کو ملتا ہے ثمر تجھ سے

جفائیں اور وفائیں سب ہیں تیرے حکم کے تابع
اجازت پاتے ہیں کل رحم و بیداد گر تجھ سے

سخن کی جو سمجھ کر داد دے گویا زباں داں ہو
ملیگا سیف ایسا بھی کوئی اہل ہنر تجھ سے

انسانی ہمدردی

از:- رائیصاحب لالہ رگھوناتھ سہائے بی اے ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر لاہور

عزیز من! حق پرستی بے تعصبی اور انسانی ہمدردی کو اپنے دل میں جگہ دینے میں ہی تیری تمام طاقت کا راز پنہاں ہے اور تیری طبیعت کو اسی میں راحت محسوس ہو سکتی ہے۔ اور یہ کوئی کم منافع نہیں ہے۔ بتا کہ تو نے اس سہولیت سے کون سا فائدہ اٹھایا ہے؟ کیوں نہیں تو حق کی اشاعت اور باطل کی بیخ کنی کے لئے بیڑہ اٹھاتا۔ جبکہ تیرا ضمیر خدائی نور سے منور ہو چکا ہے۔

تمام ممالک و تمام مذاہب میں بہت سے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ اور بڑی بڑی جدوجہد کی جاتی ہے۔ تاکہ لوگوں میں حد درجہ کا مذہبی احساس پیدا کیا جائے۔ لیکن اکثر اوقات تمام کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ جب دل نفس کا غلام ہو جاتا ہے۔ تو ہر نیک وصف بھی اس کے ساتھ ہی فنا ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر تجھ میں بیداری صرف قانون قدرت کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کے حصول کیلئے تجھے کسی قسم کا ذاتی رنج و محن برداشت نہیں کرنا پڑا ہے۔ تو تیری خوش قسمتی میں کوئی شک نہیں۔ لیکن تو یہ بتا کہ اس بیداری سے تو نے کون سا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اس قدرتی برکت نے روحانی زندگی کے راستہ میں تجھے کس قدر آگے بڑھایا ہے۔

کیا تو اس امر کو فراموش کر سکتا ہے پہلے بلکہ اب بھی عقیدت بھرے جذبات ہون کنڈ کے شعلوں کیطرح تیرے دل میں بھڑکتے رہے ہیں۔ اور تیرے لئے اس امر کو آسان بناتے رہے ہیں۔ کہ تو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ پاکیزہ اور بے لوث محبت بھرے تعلقات قایم کرے اور روحانی عروج قایم کرے؟ وہ تقریبیں اور مقدس موقع جن میں یہ واقع رونما ہوا ہرگز فراموش نہیں کئے جا سکتے۔

میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ اس قسم کے اوصاف اب بھی تیری سرشت میں موجود ہیں۔ تو تعظیم۔ محبت۔ بھگتی کی ترنگ اور زبردست قوت برداشت اور حلم و انکسار وغیرہ فضائل کا اظہار اب بھی کر سکتا ہے۔

جس وقت بغض و کینہ وغیرہ کا عارضی اور بے بنیاد سایہ دور ہٹ جائے گا۔ فوراً تیری طینت دوبارہ اپنی صاف اور پاکیزہ صورت میں نمودار ہوگی۔ ہاں کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے۔ لیکن تو اپنی اس قابل فخر حالت سے فائدہ اٹھانے سے گریز کرتا رہا ہے۔ اور ہمیشہ سے اسی غفلت کا شکار ہوتا چلا آیا ہے۔ لیکن اب بھی کچھ نہیں گیا۔ کمر ہمت باندھ اور قدرت کردگار کا تماشا دیکھ ——!

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

کیا تو نہیں جانتا ہے کہ حضرت یسوع مسیح اپنی اس صلیب کو جس پر مصلوب ہونے والے تھے۔ خود ہی اٹھا کر مقتل میں لے گئے تھے۔ برخوردار! تو بھی اپنی صلیبیں خود اٹھانا سیکھ! تیری صلیبیں وہ چیزیں ہیں۔ جن کے لئے تو جوابدہ ہے۔ یعنی تیرے ذمے ایک خاص کام ہے۔ خاص روحیں تیری نظرِ عنایت کی منتظر ہیں۔ جن کی پرورش اور غور پرداخت کا کام تیرے سپرد کیا گیا ہے۔ تو ان کی طرف سے غافل ہو کر کبھی صحیح معنوں میں انسان نہیں کہلا سکتا۔ علاوہ ازیں کثیر التعداد روحیں غربت و افلاس۔ اور مصیبت و یاس کی آفتوں میں مبتلا ہیں۔ جن کے حالِ زار پر متوجہ ہونا تیرا پہلا فرض ہے۔

دوسری قسم کی صلیبیں۔ نفس کشی۔ صبر و قناعت۔ حلم اور انکسار۔ ایشور پریم۔ عالمگیر محبت اور حوصلہ و بردباری وغیرہ ہیں۔ دنیا میں چند آدمی ایسے ہیں۔ جو ان صلیبوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ نیکی کا جواب نیکی اور بدی کا جواب بدی میں دینا چنداں مشکل نہیں ہے اور نہ کوئی قابلِ فخر بات ہے۔ کیونکہ یہ کام تو حیوان بھی کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ ایک حیوان جب دوسرے حیوان کو پیار کرتا ہے تو دوسرا بھی محبت کے جذبہ سے متاثر ہو کر اسے چاٹنے لگتا ہے۔ لیکن جب ایک انسان دوسرے حیوان کو مارتا ہے۔ یا کاٹ کھاتا ہے۔ تو دوسرا بھی اس کے جواب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ اور پہلے کی خوب ہی گت بناتا ہے :

پس اینٹ کا جواب پتھر سے دینا کوئی انسانیت نہیں ہے۔ بلکہ حیوانیت ہے۔ اور اس امر میں انسان اور حیوان کی باتوں میں دراصل کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا صحیح معنوں میں انسان وہی ہے۔ جو نفرت کا جواب محبت میں اور دشمنی کا جواب دوستی میں دے۔ حضرت یسوع مسیح کا اپدیش غور سے سن۔ اُنکا ارشاد ہے کہ "عزیز من! اگر کوئی شخص تیرے رخسار پر تھپڑ مارے تو دوسرا رخسار بھی اس کے آگے کر دے۔ آہا ہا ہا — ! کیسی بے نظیر تعلیم ہے۔ لیکن ہائے افسوس اس پر سچے دل سے عمل کرنے والوں کا وجود عنقا ہو رہا ہے۔ خالی باتیں بنانا ایک اور بات ہے۔ اور عمل کر کے دکھانا اور —

حضرت بابا فرید نے فرمایا ہے کہ

فریدا! جو تدھ مارن مُکیاں تنہاں نہ ماریں گھُم
پاس تنہاں دے جائے کے پیر تنہاں دے چُم

اے فرید! جو لوگ تیرے مُکّا ماریں۔ ان کے تو گھونسا مت مار بلکہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی قدمبوسی کر۔ یعنی دل و جان سے ان کی خدمت بجا لا۔

برخوردار! یہ ہے طرزِ عمل سچے بھگتوں کا۔ وہ ذرّہ ذرہ میں اسی کا نور دیکھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی خدمت کو ہی سعادت سمجھتے ہیں۔ خواہ ساری دنیا ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جائے اور بدسرشت لوگ ان کو طرح طرح سے تنگ کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن وہ شیرِ نر اپنے فرض سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کرتے۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنے ایذا دینے والے کو ہر طرح سے سُکھ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دشمنوں کے ساتھ بھی دوستوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔

برخوردار! بھوساگر سے پار اُترنے اور اپنے پیارے پربھو کے درشن سے کرتارتھ ہونے کا یہی راستہ ہے۔ اور اگر اس پر چلنا تجھے دشوار نظر آتا ہے۔ تو بہتر یہی ہے کہ تو خاموشی اختیار کر کے اپنے ضمیر کی تربیت میں مصروف ہو جائے۔ اور جب تیرا ضمیر اس مبارک راستے پر گامزن ہونے کے قابل ہو جائے۔ تب تو اس دشوار گزار وادی کی طرف قدم بڑھا سو رنہ اس

اے پیارے! جو لوگ دنیا میں دُکھ اٹھانے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ عاقبت میں سُکھ بھوگنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ آرام طلبی اور تن پروری میں مصروف رہ کر کوئی بشر نجات ابدی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خلاف اس کے نار جہنم کا سزاوار ہوتا ہے کیونکہ جہاں نفس پرستی کے بعد کوئی انسان بھی نار جہنم سے بچ نہیں سکتا۔ وہ نار جہنم کیا ہے؟ دوزخ کی آگ ہے۔ اور دوزخ کسی خاص جگہ کا نام نہیں۔ بلکہ خود غرضی۔ نفس پرستی۔ بُغض وعناد وغیرہ سے پیدا شدہ اضطرابِ قلبی۔ شامتِ اعمال وقہر خدائے ذوالجلال کا ہی دوسرا نام ہے اور بہشت کیا ہے؟

بہشت آنجاست کازارے نہ باشد
کسے را باکسے کارے نہ باشد

عزیز من! وہ استاد کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جو اپنے شاگردوں کی بدمزاجیوں کا متحمل نہیں ہوتا۔ اور ہمیشہ ڈنڈا لے کر ان کے پیچھے پڑا رہنے کا عادی ہو۔ وہ خاوند کبھی دنیاداری کے فرائض پورے طور پر انجام نہیں دے سکتا۔ جو اپنی بیوی کی ترشروئی کا جواب سخت گیری سے دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور وہ باپ ہرگز شانتی اور آنند پراپت نہیں کر سکتا۔ جو اپنے بچوں کو ذرا ذرا سے قصور پر مارنے پیٹنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ یہ تین قسم کے فرائض کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دینا کوئی آسان کام نہیں۔ بلکہ بڑے حوصلہ اور استقلال کا کام ہے۔ اسی طرح دُنیا پرستوں کی زیادتیوں سے بے پرواہ ہو کر جو شخص محبت اور ہمدردی کے اصولوں پہ کاربند رہتا ہے۔ اور خدائی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ نہایت باحوصلہ انسان ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔

عزیز من! تو اس امر کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرے کہ خداوند تعالےٰ نے تجھے دنیا میں اس واسطے بھیجا تھا کہ تُو بدی کی بیخ کنی کرے۔ سنسار میں نیکی اور دھرم کی تخم ریزی کرے۔ اور روحانیت اور خدا پرستی کا پرچار کر کے دنیا کو بہشت کا نمونہ بنادے اور یہ کام اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جبکہ تو خود غرضی کو چھوڑ کر عالمگیر محبت کا شیوہ اختیار کرے۔ اور اہل دنیا کی بدیوں کا جواب نیکیوں سے دیتا ہوا۔ خدائی احکام پر اپنے تمام ہم جنسوں کو کاربند کرنے کی مبارک کوشش میں لگا رہے۔ اور اگر تو اس اہم ترین فرض کو نظر انداز کریگا تو قہر الٰہی کا سزاوار ہوگا۔

لیکن ایک ضروری ہدایت اس بارہ میں قابلِ غور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تجھے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ کہ ظاہر میں تُو دوسروں سے محبت کرے۔ لیکن باطن میں ان سے عداوت رکھے۔ ایسا کرنا ریاکاری اور مکاری ہے۔ اگر محبت ہو تو سچے دل سے ہو۔ ورنہ خاموشی اور لاپروائی ہزار درجہ بہتر ہے

پس عزیز من! تو محبتِ صادق کا شیوہ اختیار کر اور ریاکاری اور زمانہ سازی کو اپنے لئے زہر قاتل شمار کر۔ ہاتھی کی طرح "کھانے کے دانت اور دکھانے کے دانت اور" کے مقولہ پر عمل کرنا شیطان کا کام ہے۔

عزیز من! میں تجھے بار بار کہتا ہوں۔ کہ بے غرضانہ محبت کی طاقت پر پُورا اعتماد رکھ اور اسے کبھی مت کھو۔ اگر تو محبت کا شیوہ ترک کرے گا۔ تو تُو زیادہ نقصان اٹھائے گا۔ بہ نسبت اپنے دشمن کے جو تیری محبت سے بہرہ ور ہوگا۔ پس ہر صورت میں محبت ایک اعلےٰ ترین برکت ہے۔ لہٰذا تو دوست و دشمن۔ یا اغیار سب سے یکساں محبت رکھ۔

صرف ایک معمولی سی تنبیہ میں اس بارہ میں ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سچی محبت کرنا سیکھ۔ یعنی اگر تو کسی سے محبت کرے تو ...

تو ہی بتا کہ ایسی محبت سے کیا فایدہ ہوگا؟ اس سے تو نفرت ہی بہتر ہے اگر اس میں مکاری نہ ہو۔
غیر ہمدردانہ خاموشی۔ جھوٹی دکھاوے کی محبت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ زبردست سچّی محبت لبعض اوقات سخت گیری اور بے رحمی کی صورت میں نمودار ہوسکتی ہے۔ کیونکہ سچی محبت کسے لئے گاہے بگاہے سخت گیری لازمی ہوتی ہے۔ تو خود اپنے ضمیر کی پاک عدالت کے روبرو سرخروُ رہ کیونکہ تیرا رویّہ لوگوں کی طرف جو کچھ بھی ہے۔ خالص محبت پر مبنی ہے۔ اور انتہائی خیر خواہی اور ہمدردی پر دار و مدار رکھتا ہے۔
مَیں نے کئی ایک آدمیوں کا رویہ اس بارہ میں قابل لعنت دیکھا ہے۔ یعنی لوگ ظاہر میں تو حد درجہ کے خوش خلق شیریں زبان اور محبت سے پُر نظر آتے ہیں۔ اور طرح طرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے اپنے ہم جنسوں کا دل مُٹھی میں لے لیتے ہیں۔ لیکن باطن میں خود غرضی کے پتلے ہوتے ہیں۔ ایسے آدمیوں پر ہزار لعنت! کیونکہ وہ اپنے انسان بھائیوں کو بے وقوف بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
پس اے عزیز! تو سچے دل سے محبت کر اور پھر جو طریقہ بھی تو اپنے ہمسائے کو راہ راست پر لانے کے لئے اختیار کرے گا۔ جائز ہوگا۔ لیکن خواہ تو نرمی اختیار کرے یا سختی تیرا دل تمام بنی نوع انسان کے لیے سچی محبت کے جذبہ سے معمور ہونا چاہئے۔ یہی مذہبی زندگی کی لازمی خصوصیت ہے۔ الغرض ہر وقت اس کوشش میں لگا رہ کہ جس طرح سے بھی بن پڑے شیطان یعنی نفس امارہ کو شکست دے کر دنیا میں خدا کی بادشاہیت یعنی امن اور شانتی اور محبت اور پاکیزگی کا راج قایم کیا جائے ÷

جلاوطن راجہ اور براہمن

مصیبت سب پر آتی ہے۔ کوئی یہ کبھی نہ سمجھے کہ سب دن ایک طرح کے رہیں گے۔ ایک راجہ پر کسی دشمن نے چڑھائی کی۔ ملک و مال چھین لیا۔ راجہ پریشان ہو کر جان لیکر بھاگ نکلا۔ راہ میں اس کو بھوک پیاس سے سخت تکلیف ہوئی۔ ایک گاؤں میں غریب براہمن رہتا تھا۔ راجہ اس کے گھر پر پہنچا۔ اور کھانے کا سوال کیا۔ براہمن نے روٹی بنائی تھی پیش کی۔ راجہ نے کھائی۔ مگر بھوک کم نہ ہوئی۔ اور جب اس نے اور روٹیاں مانگیں۔ براہمن نے کہا کہ مہاراج اب میرے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ میں بہت غریب ہوں۔ جو کچھ تھا۔ آپ کی نذر کر دیا۔ راجہ نے کہا۔ اچھا کچھ پرواہ نہیں۔ میں تم کو کبھی یاد کروں گا۔ اور اس نیکی کا پھل دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔
کچھ دن پیچھے راجہ نے جنگل کے لوٹیروں سے مدد لی اور کافی فوج ساتھ لیکر دشمن پر حملہ کیا۔ اور اپنا مال و ملک پھر واپس لے لیا ÷
جب راج میں تسلط ہوگیا۔ اس نے براہمن اور اس کی جورو کو بلا بھیجا۔ یہ بیچارے مصیبت کے مارے جا بجا بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ راجہ نے بلا کر ان کو بہت کچھ مال و اسباب دیا۔ اور کہا۔ اس وقت تم تیرتھ یاترا کرو۔ پھر میرے یہاں

کٹ گئی۔

جو کسی کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی نیکی کی جاتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے انسان کے ساتھ نیک سلوک کرنا سیکھو نیکی کے لئے تم کو کبھی پچھتانا نہ پڑے گا۔

نوجوان بیراگی اور سونے کا پیالہ

ایک نوجوان فقیر نے کچھ روپے اکٹھے کئے اور اس سے سونے کا پیالہ بنوایا۔ جس کو وہ بڑے احتیاط کے ساتھ اپنی جھولی میں چھپا کر رکھتا تھا۔ اس کی ایک بوڑھے بیراگی سے ملاقات ہو گئی۔ اور وہ اس کے ساتھ رہنے لگا۔ یہ شخص اکثر جنگل میں شام کے وقت ٹھہر جایا کرتا تھا۔ جب یہ رات کو کھانا کھا لیتے۔ نوجوان فقیر کہا کرتا۔ مہاراج! یہاں چور و ڈاکو رہتے ہوں گے۔ آپ یہاں نہ قیام کریں۔ یہ کہتا فقیر کے لئے چوروں کا ڈر کیا ہے۔ تم کیوں فضول خوف کرتے ہو۔ مگر نوجوان کے دل سے کبھی چوروں کا خوف دور نہیں ہوا۔ آخر ایک دن بیراگی سوچنے لگا۔ یہ شخص سادھو ہو کر کیوں ڈرتا رہتا ہے مگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔

ایک دن وہ گاؤں کے قریب ٹھہرے۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ نوجوان کہنے لگا۔ مجھ کو خوف ہے۔ یہاں چور ضرور ہوں گے۔ یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ بیراگی مسکرایا۔ اس کی بات کی طرف دھیان نہیں دیا۔

جب صبح ہوئی اور نوجوان سادھو کہیں گیا ہوا تھا۔ اس نے اس کی جھولی کھول کر دیکھی۔ سونے کا پیالہ نظر پڑا۔ تب جا کر اس کو معلوم ہوا۔ کہ یہی اس کے خوف کا باعث تھا۔ اس نے سونے کا پیالہ نکال کر فروخت کر دیا اور فقیروں کو اس کی قیمت تقسیم کر دی۔

جب شام کو یہ پھر دوسری جگہ ٹھہرے۔ نوجوان سادھو حسب معمول کہنے لگا۔ یہاں چور ہوں گے۔ مجھ کو خوف لگتا ہے۔ بیراگی نے کہا۔ فکر نہ کر میں نے تیرے خوف کی جڑ کاٹ دی۔ سونے کا پیالہ فقیروں کے پیٹ میں گیا۔ اس دن سے پھر اس کو چوروں کے خوف سے نجات ہو گئی۔



۱ ستی کا لفظ ست سے لیا گیا ہے۔ ست کے لفظی معنی ٹھیک۔ صحیح اور درست کے ہیں۔ صحیح اس کو کہتے ہیں کہ جس میں غلطی نہ ہو۔ جس میں غلطی نہیں ہے۔ وہ صرف پیارے پربھو کی ذات ہے۔ گویا ایشور غلطی سے بالکل بری ہیں۔ اس لئے جس جیو کے نام کے ساتھ لفظ ستی یا ستوادھی پکارا جاتا ہے۔ تو فوراً سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ جیو ایشور پر پورا بھروسہ رکھنے والا ہے۔ اور ویدوں وشاستروں کے ذریعہ جو راستے ایشور نے سرشٹی کو رچنا کرتے سمے پرجیوں کے اُدّھار کے نمت مکتی دوارہ اپنے خاص بیکنٹھ دھام کو پہنچنے کے لئے تبلائے ہوئے ہیں۔ ان پر چلنے اور تنن کرنے والا ہے۔ نیز اسی سنسار (مرت لوک) میں انسان کو اشرف المخلوقات کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ انسان کے لفظ میں پرش اور استری دونوں شامل ہیں۔ پھر ان کے لئے جداگانہ اصول ان کے ہِت کے لئے بنائے ہیں۔ ہر مرد وزن کا فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی ذات (مرد یا عورت) کے لحاظ سے ان اصولوں پر کاربند ہے۔ اگر انسان ان جملہ مراتب بالا کا لحاظ رکھ کر اپنی اس زندگی روپی سفر کو طے کرتا ہے۔ تو اوشیہ وہ پربھو کا پریمی ہونے کے باعث ستوادھی کہلانے کا مستحق ہے۔ اور اپنے پرم پتا کے تبلائے ہوئے اصولوں پر چلنے کی وجہ سے اس کے سچے پریم میں غرق ہو کر اس قدر بے خوف ہو جاتا ہے۔ کہ اس کو اس عارضی دنیا میں کسی بڑے سے بڑے سنکٹ۔ کلیش یا مصیبت کا بھی خوف معلوم نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا انسان اپنی زندگی میں تو گوہر نایاب کی طرح چمکتا ہی رہتا ہے۔ لیکن بعد مردن بھی اس کے حالات کی تواریخ پسماندگان کیلئے ایک (Trained Teacher) قابل استاد کا کام کرتے ہیں ؛

۲ حضرت انسان کو تو اپنے کارناموں پر ناز ہے۔ لیکن میں آپ کو ایک دیوی (شریف خاتون) کی زندگی کے حالات پیش کرتا ہوں۔ جو مریادا پُرشوتم بھگوان رام چندر جی مہاراج کے زمانہ میں آج سے تقریباً سات لاکھ سال قبل ہو چکی ہے اور راکشس روپی لنکا پتی راجہ راون کی پتر بدھو ہوتے ہوئے بھی آج تک دنیا میں ستی سلوچنا کے نام سے شایستہ الفاظ میں یاد کی جاتی ہے۔ جس کی پاکیزہ زندگی اب تک بھی ہمیں ایک بلند معیار کی تعلیم دیتی ہے ؛

۳ میں ستی سلوچنا کی زندگی کے حالات سے آپ صاحبان کو یہ تبلانا چاہتا ہوں۔ کہ اس کو ستی کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے؟ اور ست کے لفظ میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ نیز ایشور اپنے ست کے سمبندھ سے اس جیو سے کس قدر خوش ہوتے ہیں۔ لفظ "ست" ایک ایشور سمبندھی فلسفہ ہے۔ جس کو ستی سلوچنا کی زندگی کے حالات مجسم مثال

دیوی سلوچنا شری شیش ناگ جی کی پُتری تھیں۔ جو اس زمانہ کے لحاظ سے یکتاء حُسن تھیں اور شری شیش ناگ جی نے ان کو ہر طرح سے تعلیم دیکر جملہ نشیب و فراز سمجھائے ہوئے تھے۔ نیز خاص طور پر اپنے ست کو قایم رکھتے ہوئے پتی ورت دھرم کی پالنا کرنا اس کو سکھلا دیا ہوا تھا۔ جو استری جاتی (Woman) کے لئے پربھو تک پہنچنے کا ایک اعلےٰ اور سیدھا راستہ ہے۔ غرضیکہ دیوی سلوچنا کے سلیقے اور شعور میں کوئی کمی لگا یا نہیں تھی۔ اور شری شیش ناگ جی اپنی اس لختِ جگر کو حد سے زیادہ پریم بھی کرتے تھے ؛

۵ اس زمانے میں راکشس لوگوں کا بہت زور تھا۔ اور خاص کر ایسے سمے پر جبکہ الیشور اپنی کسی شکتی دوارہ اوتار کی شکل میں نمودار ہونے والے ہوں۔ تب تو پاپیوں کی حد سے زیادہ بڑھتی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس وقت لنکا پتی راجہ راون کا ستارہ عروج پر تھا۔ جملہ دیوتاؤں کو اس کے پُتر میگھ ناتھ جی نے اپنی کمال طاقت سے جیت لیا ہوا تھا۔ جو سب اس کی بندھن روپی قید میں مقیم تھے۔ اس دوران میں میگھ ناتھ جی جن کو اپنی طاقت پر پورا بھروسہ تھا۔ کہیں اتفاق سے پاتال لوک میں پہنچ گئے۔ وہاں دیوی سلوچنا کو دیکھتے ہی اس کے حسن پر فریفتہ ہو گئے۔ اور اس کو زبردستی اپنی راجدھانی لنکا پوری میں اٹھا لائے۔ حالانکہ شری شیش ناگ جی نے بھی اس کو زک دینے کی پوری کوشش کی۔ مگر سب بے سود رہی اور اس طرح پر شری شیش ناگ جی سخت شرمسار ہوئے۔ انہوں نے میگھ ناتھ کو اعلانیہ چیلنج دے دیا کہ "تجھ کو جان سے ماروں گا چاہے کسی روپ سے ماروں" چنانچہ انہوں نے اس واقع کو اپنی بے عزتی خیال فرماتے ہوئے اپنے دشمن سے بدلا لینے کی غرض سے بھگوان رام کے اوتار کے ساتھ خود بھی بشکل اوتار جنم لیا۔ جو شری رام چندر جی مہاراج کے چھوٹے بھائی لکشمن کے نام سے پکارے گئے۔ اور ان کے جنم لینے کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ سمرو شکتی مان کی سیوا کرتے ہوئے ان کی امداد اور اپنے دشمن پر پوری طرح سے فتح پا سکیں ؛

۶ چنانچہ ادھر تو شری شیش ناگ جی کا یہ مندرجہ بالا ارادہ قایم ہوتا۔ اور اُدھر دُور اندیش میگھ ناتھ کا اپنے زبردست دشمن سے بچنے کے لئے ایسا اُوپائے سوچنا۔ کہ ہمیشہ کے لئے اس کے حملہ سے بے فکر رہے۔ دونوں جانب سے کمال دانشمندی کا ثبوت تھا

۷ میگھ ناتھ اُس زمانہ کے لاثانی بہادر ہونے کے علاوہ پتنی ورت دھرم کے پالن کرنے والے بھی تھے۔ میگھ ناتھ نے پہلے ہی اپنے تپوبل سے ایسے وردان پائے ہوئے تھے۔ کہ کوئی دیوی دیوتا اُن پر فتح نہ پا سکے۔ لیکن اب انہوں نے اپنے اِشٹ دیو بھگوان شری شنکر جی مہاراج کی گھور اور اکھنڈ تپسیہ کر کے اپنی مرضی کے مطابق ایسا بردان پایا" کہ ان پر وہ انسان فتح پا سکے گا جو بہادر نوجوان برہمچاری ہونے کے باوجود بارہ سال تک نہ انّ کھاوے اور نہ بالکل سووے" اس بردان کو پا کر میگھ ناتھ جی جو اپنی زندگی میں انسانیت کے اصولوں کو پالن کرنے میں یکتائی زمانہ تھے۔ ایک طرح سے اپنی موت سے بالکل بے فکر سے ہی ہو گئے۔ کیونکہ ایک تو وہ کمال کے بہادر تھے۔ دوسرے کوئی دیوی دیوتا ان پر فتح نہ پا سکتا تھا۔ تیسرے وہ خود نیک چلن اور پتنی ورت دھرم کے پالن کرنے والے تھے۔ چوتھے ان کی دھرم پتنی (شری سلوچنا جی) پتی ورتا استری تھی۔ میگھ ناتھ جی ہمیشہ جب سنگرام کو جاتے تھے تو اپنی استری کو مل کر اس کی آگیا لے کر جاتے تھے۔ اور وہ جاتے دفعہ اپنے پتی دیو کے ہمراہ ان کی حفاظت کے لئے اپنے پتی ورت دھرم کو ساتھ بھیجا کرتی تھیں جو میگھ ناتھ جی کی جے

نمبر ۸ ان ہی خیالات اور حوصلہ پر میگھ ناتھ جی اپنے پتا (راجہ راون) کو راماول پر فتح پالینے کی شیخی بھگارا کرتے تھے۔ لیکن اس بہادر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شری شیش ناگ جی نے لکشمن اوتار میں منش شریر پاکر بھگوان رام کی سیوا کرتے ہوئے ان تینوں باتوں کا پالن کر لیا ہوا تھا۔ اور ایک طرح سے وہ اس کے لئے کال روپ ہی بن چکے تھے۔ جن کو وہ معمولی انسان جان کر یہ خیال کیا کرتا تھا کہ "جن کو ان کے پتا نے جلاوطن کیا ہوا ہے —— کیا وہ نیک چلن ہو سکتے ہیں؟" اور ان خیالات سے ان پر جے پانا معمولی کام سمجھا ہوا تھا۔ بلکہ وہ اپنے اہنکار کی وجہ سے اور بھگوان کی اپار مایا کو بھولنے کی وجہ سے ان کی دیا لتا سے کوسوں دور ہو گیا تھا۔

نمبر ۹ چنانچہ پہلے روز سنگرام بھومی میں میگھ ناتھ جی کی کامیابی کا کارن یہ تھا کہ ایک تو اس کی پتی ورتا استری کا پتی ورت دھرم اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ چونکہ وہ حسب معمول اپنی استری سے آگیا لیکر میدان جنگ میں آئے تھے۔ اور بھگوان رام جو مریادا پرشوتم تھے۔ انہوں نے اپنی قایم کی ہوئی مریادا کو کھنڈت نہیں کرنا تھا۔ دوسرے شری لکشمن جی چونکہ ایک موقعہ پر بھگوان کی پیاری بھگتنی (شوری بھیلنی) کا انادر کر چکے تھے۔ جس کی سزا میں اُن پھینکے ہوئے جھوٹے بیر سے پیدا شدہ سنجیونی بوٹی کی چھال۔ پانی اور پتوں کا اثر لکشمن جی کے جسم بلکہ روم روم میں پہنچانا منظور تھا۔ کیونکہ پربھو اپنے پیارے بھگت کا انادر نہیں دیکھ سکتے۔

نمبر ۱۰ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے روز باوجود اس قدر بہادر اور بردان وان ہوتے ہوئے بھی کیوں میگھ ناتھ جی سنگرام بھومی میں مارے گئے؟ اور اس وقت پتی ورت دھرم نے کیوں اُس کی سہایتا نہ کی؟۔ بس اس کا سادھارن جواب یہ ہی ہے۔ کہ اس روز واقعی ان کی استری کا پتی ورت دھرم (ست) میگھ ناتھ جی کے ساتھ نہ تھا۔ اگر ان کی استری کا ست روپی پتی ورت دھرم انکے ساتھ ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ میگھ ناتھ جی کی سہایتا نہ ہوتی۔ بلکہ اس کو حکمت عملی سے بھگوان کی اچھیا انوسار ایسا جوش دلایا گیا کہ وہ اپنی استری کے پاس جاکر اجازت لینا ہی بھول گیا۔ اور جس اکانت جگہ پر میگھ ناتھ جی مزید بردان حاصل کرنے کے ارادے سے ایک بھاری یگیہ رچا رہے تھے۔ وہاں ہی ان کو راماول نے آگھیرا اور اس کے یگیہ کو بھرشٹ کر دیا۔ جس کی ناراضگی کے باعث میگھ ناتھ جی نے وہاں سے ہی لڑنا شروع کر دیا۔ اور اپنی استری کے پاس جاکر اجازت لینا ہی بھول گئے۔ اس لئے جب پتی ورت دھرم کو ان کے ساتھ بھیجنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ اور اس روز ان کی دھرم پتنی کا ست "پتی ورت دھرم" ان کے ساتھ تھا ہی نہیں۔ تو وہ دھرم ان کی حفاظت کیسے کر سکتا تھا، یہی کارن تھا کہ لکشمن جی نے موقعہ غنیمت جان کر اس کو ہلاک کر دیا۔ ورنہ میگھ ناتھ جی کا مارا جانا بالکل دشوار تھا۔ اگر ان کی استری کا پتی ورت دھرم ان کے ساتھ ہوتا۔

نمبر ۱۱ اس کے بعد بھی شری سلوچنا جی کے پتی ورت دھرم (ست) کو راماول میں آزمایا گیا۔ چونکہ اپنے پتی ورت دھرم ہی کے بھروسہ پر سلوچنا جی اپنے پتی دیو کا سر مانگنے کے لئے ایک نڈر شیرنی کی طرح راماول میں پہنچی۔ راماول میں یہ کہا گیا۔ کہ "سلوچنا پتی برتا استری تب ہے۔ اگر اس کے پتی دیو کا سر ہنس پڑے"۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بڑا مشکل سوال تھا۔ لیکن دراصل سلوچنا جی پتی برتا تھیں اور مریادا پرشوتم کا دربار تھا۔ یہ بات کیسے ناممکن ہو سکتی تھی کہ وہ ایسے برت دھاری کی سہایتا نہ کرتے۔ اس دوران میں جبکہ سلوچنا جی اپنے پتی دیو کو یاد کر رہی تھیں۔ ان کی زبان سے یہ لفظ اتفاقیہ نکل پڑے

میگھ ناتھ جی کو ویر لکشمن کے چھوڑے ہوئے ہزاروں تیر شیش ناگ جی کے ہزار مکھ (منہ) کی شکل میں نظر پڑے اور لکشمن جی مجسم شیش ناگ نظر پڑے۔ اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ میرے مارنے والا دراصل شیش ناگ ہے۔ چنانچہ اپنی استری کے ایسا کہنے کی وجہ سے اس کو اس کی ناواقفیت اور نادانی پر خواہ مخواہ ہنسی آ گئی۔ اور اس ہنسی کا پھل بھگوان کی کرپا سے سلوچنا جی کو ان کے پتی ورت دھرم کے عوض ملا اس طرح پر شری سلوچنا جی اپنے پتی دیو کے سر اور بازو سمیت زندہ اپنے ست کے سہارے پر آگ میں جل کر خاک ہو گئی اور سچا راستہ حاصل کرنے کی غرض سے ستی ہو گئی۔ نیز چونکہ دونوں اپنے اپنے دھرم کے پالن کرنے والے ستوادی تھے۔ اس لئے دونوں پاک روحیں اپنے ست کے کارن پربھو کے بیکنٹھ دھام پہنچے لیکن ایک طرح سے ستی سلوچنا اپنے پتی ورت دھرم (ست) پالن کرنے کی وجہ سے آجتک زندہ ہی ہے۔ اور اس کے نام کے ساتھ لفظ "ستی" کیا شوبھایمان معلوم ہوتا ہے؟

۱۲ اس مضمون میں برہمچریہ۔ قدرتی اصولوں۔ ایشور بھگتی۔ پتی سیوا۔ اور بھگوان کی مریادا پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز ستی سلوچنا اور میگھ ناتھ جی کی زندگی کے حالات سے ہمیں تپنی اور پتی دھرم کا ایک بہت بھاری سبق ملتا ہے؟

ترا نام جس لب پہ آیا ہوا ہے!

از شریمان لالہ دیوراج مندل ۔ افریقہ نواسی

نیا دَور ہر شے میں آیا ہُوا ہے — عجب رنگ دُنیا پہ چھایا ہُوا ہے

نہ وہ پہلے سے مندر نہ تیرے پُجاری — اب تو فیشن کا سُودا سمایا ہُوا ہے

شجر ٹوٹ جائیگا اے مُرغِ دل یہ — نشیمن تو جس پہ بنایا ہُوا ہے

مصیبت نہ کیونکر ہو نازل جہاں پہ — کہ ہر اک نے اُس کو بھلایا ہُوا ہے

پتہ اُس کا ڈھونڈے بھلا کوئی کیسے — نشاں بے نشاں نے چھپایا ہُوا ہے

ہے روشن یہ عالم تیری مستیوں سے — تو گھٹ گھٹ میں یارب سمایا ہُوا ہے

ہُوا سپھل جیون ہے اُس کا دہر میں — تیرا نام جس لب پہ آیا ہُوا ہے

ہُوا تھا نہ خم سر جو اے "دیو" پہلے
تیری یاد میں اب جُھکایا ہُوا ہے

رانی مندودری

رانی مندودری راجہ راون کی پتی ورتا استری تھی۔ یہ ملک تاتل کے راجہ کی لڑکی تھی۔ یہ عورت خوبصورتی میں لاجواب تھی۔ اس کے علاوہ بہت سی لیاقتیں اور خوبیاں اس میں پائی جاتی تھیں۔ جن کے کارن یہ راون کی پٹ رانی تھی۔ اس کے بطن سے راون کے ہاں کئی بہادر بیٹے پیدا ہوئے۔ جب راون نے سیتاجی کو جبر اور دغا سے لے جا کر اشوک باٹکا میں قید کیا تھا۔ تو مندودری نے کئی بار اس کی رہائی کی شفاعت کی تھی۔ مگر راون نے ایک نہ سنی۔ "وناش کالے وپریت بدھی"۔ جب ناش ہونے کا وقت آتا ہے تو عقل کام نہیں کرتی۔ راون کی موت سر پر سوار تھی۔ اس لئے اس نے ایک نہ مانی۔

شطرنج کا مشہور کھیل جو کئی صدیوں سے چلا آتا ہے۔ اور دنیا بھر میں اس کا اکثر رواج ہے۔ یہ بھی مندودری ہی کی عقل خداداد کا ثمرہ ہے۔ اس کھیل کے نکلنے کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ راون کو جنگ اور خونریزی کا بہت شوق تھا اس لئے مندودری نے اپنی عقل سے شطرنج کا کھیل نکالا۔ مطلب یہ تھا کہ اس کا خاوند اس کھیل میں شطرنج کے مہروں کی لڑائی سے اپنا دل بہلا کر خلق خدا کو تباہ نہ کرے۔ شطرنج کی ایجاد کا دعوے بہت سی قومیں کرتی ہیں۔ مگر سر ولیم جونس نے اس کا موجد ہندوؤں کو بتایا ہے۔ اور ہندو اس کو مندودری سے منسوب ٹھہراتے ہیں۔ سنسکرت میں اس کھیل کو چترنگ کہتے ہیں۔ اور شطرنج اس لفظ سے بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بعض اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ سنسکرت میں شترو۔ دشمن کو کہتے ہیں۔ اور شتروں اس کی جمع ہے۔ جب اس کے ساتھ ہی لفظ جے آیا تو اس کے معنی دشمنوں پر فتح پانے والے ہو گئے۔ چترنگ فوج کے چار حصوں۔ رتھ۔ ہاتھی۔ سوار۔ پیادہ۔ کو کہتے ہیں۔ اس کھیل کے مہرے پہلے ان چار ناموں سے موسوم تھے۔ بعد میں رتھ کی جگہ کشتی مقرر ہو گئی۔ چنانچہ ہندوؤں میں رخ کو نَو کا کہتے ہیں۔

سر ولیم جونس لکھتے ہیں۔ کہ گھوڑوں اور ہاتھیوں۔ پیادوں کے ساتھ رخ کا ہونا بے وصل سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ کشتیوں سے یہاں بحری فوج مراد ہے۔ اور رتھوں سے کشتیوں کا بدلنا اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ پچھلے زمانہ میں ہندو راجاؤں کے وقت حفاظت ملک کے لئے بحری فوج کا رکھنا بھی ضروری ہو گیا تھا۔

مندودری کی کتھا سے ہمیں ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو عورتیں کیسی کیسی عقل و لیاقت کی مالک تھیں۔

وصل دلدار

اگر خواہی کہ باشد وصل دلدار
دل خود پاک کن از خویش و اغیار

مہارانی گاندھاری

مہابھارت کے یدھ سے پیشتر آریہ جاتی ایک وسیع پیمانہ پر تھی۔ نہ صرف بھارت میں ہی ہندو موجود تھے۔ بلکہ تمام دنیا میں ویدک دھرم کا ہی ڈنکہ بجتا تھا۔ تمام غیر ممالک کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ غیر ممالک کے حکمران یہاں کے راجوں مہاراجوں کو اپنی لڑکیاں بیاہ کر ان کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط بناتے تھے۔

مہارانی گاندھاری مہاراجہ قندھار کی سپتری تھی۔ قندھار سنسکرت لفظ گندھار سے بگڑا ہوا ہے۔ قندہار کو اس زمانہ میں گندھار ہی بولتے تھے۔ آجکل بھی جو پٹھان لوگ وہاں رہتے ہیں۔ خالص آریہ نسل سے ہیں۔ تعلیم اور پرچار کی کمی کے باعث وہ اپنے مفہوم کو بھول چکے ہیں اور پشوؤں کی طرح زندگی گذار رہے ہیں۔ مہارانی گاندھاری کی شادی مہاراجہ دھرتراشٹ والئے ہستناپور کے ساتھ ہوئی جو کہ آنکھوں سے نابینا تھے۔ لیکن اس زمانہ کے وہ چکرورتی راجہ تھے۔ اس کارن مہاراجہ قندھار نے اپنی لڑکی گاندھاری کو ان کے ساتھ بیاہ دیا۔

مہارانی گاندھاری بہت ہی عقلمند اور سرو گن سمپن تھی۔ اس نے اپنی عقل اور دانش کے سبب زندگی بڑے صبر اور استقلال کے ساتھ کاٹی۔ اور آئندہ ہندو نسل کو یہ ایک بینظیر سبق دے گئی کہ پتی برتا عورت کے لئے اس کا پتی ہی ایشور سمان ہے۔ باوجودیکہ اس کا خاوند نابینا تھا۔ مگر اس نے اس کی تعظیم و توقیر میں کبھی قصور نہیں کیا۔ گاندھاری سے راجہ دھرتراشٹ کے ہاں دو بیٹے دریودھن اور دشاسن اور ایک لڑکی دشیلا پیدا ہوئی۔ اس کی عصمت اور پارسائی کا شہرہ یہاں تک تھا کہ تمثلاً آج تک بھی لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ جب دریودھن نے پانڈوؤں کے ساتھ اتیاچار شروع کئے تو اس نے اس کو بہت ہی سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی سنگت چونکہ دشٹ پرشوں کے ساتھ تھی۔ اس لئے اس نے اپنی ماتا کی نصیحت کو پاؤں تلے روند دیا۔ آخر جب اس نے پانڈوؤں کے ساتھ لڑائی کا اعلان کیا تو پھر اس دانا عورت نے لڑائی کے نقصانات بیان کر کے اس کو ہر طرح سے اس ناجائز فعل سے روکنے کی کوشش کی۔ وہ جانتی تھی کہ اس لڑائی میں ہندو جاتی کے کئی مہاپرش کام آئیں گے۔ نیز بزرگ نیتاؤں کے نہ رہنے سے ہندو جاتی دھارمک شکشا سے محروم ہو کر اودھوگتی کو پراپت ہوگی۔ ناستکتا بڑھ جائے گی۔ اور شردھا بھگتی سے رہت ہو کر لوگ دکھ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کرنے پر بھی گاندھاری اپنے لڑکے کو راہ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ پہلے وقتوں میں جہاں پرش تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ وہاں تقریباً تمام عورتیں سنسکرت کی عالم ہوتی تھیں۔ گاندھاری بھی بڑی ودوان عورت تھی۔ لیکن ہونہار بڑی بربل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی ودوتا اپنے لڑکے کو سمجھانے میں کارگر نہ ہو سکی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہابھارت کا یدھ ہوا اور ہندو جاتی صدیوں کے لئے غلام ہو گئی۔

جب کورو لڑائی میں مارے گئے تو راجہ دھر تراشٹ کو ساتھ لے کر گاندھاری گنگا کے کنارے ایک جنگل میں کٹیا بنا کر ایشور بھجن میں مصروف ہو گئی۔ وہاں جنگل میں آگ لگ جانے کے سبب وہ اور ان کے سب ساتھی معہ مہارانی کنتی کے جل کر مر گئے۔

سوائے ہندو عورتوں کے دنیا میں آپ کو کوئی ایسی مثال نظر نہ آئے گی۔ جنہوں نے اپنے نابینا یا دیگر انگ ہین خاوندوں کی سیوا میں تمام عمر صرف کر دی ہو اور پتی برتا رہی ہوں۔ اس کا کارن محض ہندو دھرم شاستروں کی قابل ید تعلیم ہی ہے۔ اس لئے واجب ہے کہ آج کل جہاں ہم لوگ اپنی لڑکیوں کو مغربی تعلیم دیکر اپنے دھرم کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ وہاں ہمیں چاہئے کہ اُن کو سنسکرت کی تعلیم دیکر سناتن ویدک دھرم کو پھیلانے کی کوشش کریں۔ تاکہ دنیا میں امن اور شانتی کا راجیہ ہو۔ اخلاق کو سدھارنے میں ہندو شاستر ہی ایک واحد ذریعہ ہیں۔ کیونکہ ان کی تعلیم عین قدرتی قانون کے مطابق ہے۔ نیز ان میں آتم گیان کی مکمل اور مفصل تعلیم مل سکتی ہے۔ جس سے منش مانز کا کلیان ہوتا ہے۔

گورکھ ناتھ نندہ

ایشور پریم

(از جناب لالہ چمنجی لال جی گپتا آتش بی۔ اے موگا)

پرمان گورباتی

پربھ کی پریت سدا سکھ ہوئے پربھ کی پریت دکھ لگے نہ کوئے

اُردو اشعار

(۱) چارہ نہیں کچھ اس کا بجز شربت دیدار۔ دل میرا تیرے عشق میں بیمار ہے یارب (مہر)

(۲) ہم طالب حق ہیں ہمیں چاہئے آتش۔ پہنچا دے جو حق تک وُہی عرفان کا زینہ (آتش موگا)

(۳) میں بھی ہوں چاہنے والا ترا مثل منصور۔ نہیں خالی مرے دل سے کبھی دار کی یاد (مہر)

(۴) ہم کیا کریں تری نہ اگر آرزو کریں۔ دُنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہے کیا۔ (حسرت)

(۵) اگر غرض ہے تو موسم بنانے والے۔ نہ کچھ ہے بہار سے مطلب ہے نہ خزاں سے ہمیں (بزم)

(۶) کھنچے خود بخود جانب طور موسیٰ۔ کشش تیری اے شوق دیدار کیا تھی (اقبال)

(۷) ہماری عبادت عبادت ہے زاہد۔ کہ وہ یاد آئے تو گردن جھکا دی (آتش موگوی)

رباعیات

(۱) دِل میں میرے کچھ خیالِ انجام نہ ہو ——— اور لب پہ کسی کا بھی کبھی نام نہ ہو
اے ربِ کریم دے مجھے یہ توفیق ——— میں تیرا ہُوں کسی سے کچھ کام نہ ہو (مہر)

(۲) مالک تیری رضا ہے اور تُو ہی تُو رہے ——— باقی نہ میں رہوں اور نہ میری آرزو رہے
جب تک کہ تن میں جان رگوں میں لہو رہے ——— تیرا ہی ذکرِ خیر اور تیری جستجو رہے (جوگی راولپنڈی)

(۳) دُنیائے دُنی سے ہم کو کچھ کام نہیں ——— اب ہم ہیں وہاں غم کا جہاں نام نہیں
کچھ فکر یہاں صبح نہیں شام نہیں ——— وُہ گھر ہے عشق جس میں آلام نہیں (مہر)

(۴) ہر رنگ میں موجود ہے صورت تیری ——— ہر پھول میں مستور ہے نکہت تیری
ہر چند کہ دیکھا نہیں آنکھوں نے تجھے ——— مندر میں مگر دل کے ہے مُورت تیری
(شرما چھرہ)

فارسی اشعار معہ ترجمہ

(۱) شوقِ مولا زندگیٔ جانِ ماست — ذکرِ او سرمایۂ ایمانِ ماست (بھائی نندلعل)

مطلب۔ ایشور کا پریم ہماری آتما کی زندگی ہے۔ پرماتما کا بھجن ہمارے دھرم کی پونجی ہے۔ یعنی ایشور بھجن اور ایشور پریم ہی جیو کی زندگی ہیں۔ جس جیو میں یہ دونوں گُن نہیں۔ وُہ جیو مرتک شریر کے سمان ہیں۔

(۲) گر نورِ عشقِ حق بدل و جانت اُفتد — باللہ کہ زآفتابِ فلک خوبتر شوی (خواجہ چشتی)

مطلب:۔ اگر خُدا کی محبت کی روشنی تیرے دل اور جان میں بس جائے۔ قسم ہے اللہ پاک کی تو آسمان کے سُورج سے بھی بڑھ کر خوبصورت ہو جائے۔ چونکہ خُدا خود جمیل و حسین ہے۔ اس لئے طالبِ خُدا بھی خوبصورت اور پُر جلال ہو جاتا ہے۔

(۳) بے زوال آمد کمالِ شوقِ حق — تا کہ یابد ذرہ از شوقِ حق (بھائی نندلال)

مطلب:۔ خُدا کی محبت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس لئے تُو بھی تھوڑا سا ایشور پریم حاصل کر۔ اہلِ نظر اس امر سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ اس دُنیا کی اُلفت چند روزہ اور فانی ہے۔ لیکن شوقِ مولا جاودانی اور لازوال ہے

(۴) ہر روانے کہ میرود بے عشق — پیشِ حق شرمسار خواہد بود (مولانا رُوم)

مطلب:۔ جو زندگی ایشور کے پریم کے بغیر گزرتی ہے۔ وُہ خُدا کے سامنے شرمندہ اور خجل ہو گی۔ یعنی جس انسان نے دُنیا میں آ کر اپنے معبودِ حقیقی سے محبت نہیں کی۔ اور زندگی میں اس کا بھجن نہیں کیا۔ وُہ پس مرگ کفِ افسوس ملے گا۔ اور سوائے حسرت و ناکامی کے اس کے دامن میں خاک نہیں ہو گی۔

(۵) شوقِ مولا از ہمہ بالاتر است — سایۂ او بر سرِ ما افسر است (بھائی نندلال)

مطلب:۔ ایشور کا پریم سب کرم کانڈوں سے افضل ہے۔ خُدا کا سایۂ ہمارے سر پر تاج ہے۔ یعنی سعایمیں سب اُتم کرموں سے ایشور پریم کا رتبہ بلند ہے۔ اور ایشور پریمی بادشاہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

آتم نویدن

از شریمان دھرم بھانو جی بی اے
شاستری
بالمکند کھتری ہائی سکول امرتسر

بھینٹ سب کچھ ہے تمہارے کام آنے کیلئے
مانس میرا ہے دھر اگنی کو چاہے ڈال دو
ہڈے چاہے بھسم کر دو دھول میں آ شاملیں
پھول سا کھلتا رہوں تیرے ہردیہ میں ناتھ میں

پران بھی ارپن ہیں تیرا پریم پانے کیلئے
رُدھر لے لو باغ کے پودے سجھانے کیلئے
ناتھ اجیون ہے بنا تجھ کو رجھانے کیلئے
یا جلوں باقی برس تجھ کو منانے کیلئے

پران چاہے باندھ کر جو لاؤں کے ارپن کرو !
پریم پر ہر سو میرا ہے لٹانے کیلئے !!

پرنسپل سناتن دھرم آیوویدک کالج کا

فرمان

میں نے ڈاکٹر ایم آر شرما ماہر امراض بچگان و مستورات کا تیار کردہ بال بھوگ رجسٹرڈ کا بڑی اچھی طرح سے تجربہ کیا ہے۔ واقعی بال بھوگ بچوں کیلئے ایک لاثانی دوا ہے۔ بچوں کی تمام خطرناک اور نامُراد بیماریاں مثلاً بخار کھانسی ہیچش۔ دودھ الٹنا وغیرہ وغیرہ اس سے دُور ہو جاتی ہیں اور بچوں کے ہرے پیلے دستوں (جو اکثر بچوں کو دانت نکالتے وقت آیا کرتے ہیں) کیلئے امرت کے سمان ہے۔ سوکھے اور کمزور بچوں کو موٹا تازہ اور طاقتور بنانے میں اس کا ثانی میں نے نہیں دیکھا خسرہ چیچک میں بھی یہ بہت مفید ہے۔ اس کے لگاتار استعمال سے بچے دانت بڑی آسانی سے نکال لیتے ہیں۔ بچوں والوں کو چاہیئے کہ ہمیشہ یہی دوا استعمال کریں۔

مہربان

اگر آپنے ابھی تک استعمال نہیں کیا تو آج ہی ایک روپیہ میں اپنے کسی دوا فروش سے خرید کر استعمال کرانا شروع کریں۔

منیجر دی تنج میڈیسنل ریسرچ انسٹیٹیوٹ المشہور

بال بھوگ سفاخانہ لاہور

شہنشاہی سروہتکاری سنگھ لکھنؤ (یو۔پی)

کا

شاندار سالانہ ست سنگ اتسو

(مرسلہ شری یان مہاتما سرداری لال جی۔ گوجرانوالہ)

سال گذشتہ کی طرح امسال بھی یہ اتسو زیر سرپرستی پرم پوجیہ ستیہ سروپ شری مہاتما شہنشاہ جی مہاراج گومتی ندی کے کنارے سنگھ مندر کی نئی عمارت میں مورخہ ۲۴ و ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء کو پریم پوروک منایا گیا۔ جس کی رپورٹ بہ تفصیل ہندی و انگریزی میں علیحدہ شائع ہو چکی ہے۔ یہاں اردو میں بھی مختصراً چند ایک خصوصیات رفاہ عام کے لئے حوالہ کی جاتی ہیں:۔

اس اتسو کے سب کام بلا لحاظ مذہب و ملت سروہتکاری (صلح کل) نصب العین کو پیش نظر رکھکر سر انجام دئیے گئے۔ جنمیں لکھنؤ نواسیوں کے علاوہ کراچی جہلم۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ امرتسر۔ دہلی۔ ڈیرہ دون، میرٹھ، لکھیم پور کھیری بارہ بنکی و رائے بریلی کے رہنے والے پریمی سجن بھی کافی تعداد میں شامل ہوئے۔ دو دن شب و روز ایشور چرچا و بھجن کیرتن کا امرت پرواہ جاری رہا۔ سنگت کے آرام و شرام کے لئے چیف جسٹس سر وشیشر ناتھ کی وسیع کوٹھی (گومتی ندی کے کنارے) مخصوص تھی۔

مندرجہ ذیل پریمی سجنوں کے نام نامی جنہوں نے اپنے منوہر بھجن کیرتن۔ امرت اپدیش اور کتھا بارتا دوارہ حاضرین جلسہ کو گدگد آنندت کیا۔ قابل ذکر ہیں۔

پنڈت بی بی شری واستو ریڈیو آرٹسٹ لکھنؤ۔ پنڈت کیلاش چندر چترویدی رشی کیش نواسی حکیم ترلوک ناتھ اعظم کوتیشہ دہلی۔ پنڈت للتا پرساد گائن آچاریہ دہلی۔ کویراج پرمیشری دت دہلی۔ پنڈت مدن موہن ایم۔ اے دہلی۔ ماسٹر رام چند گپتا بیدار۔ دہلی۔ پنڈت رام کمار شرما۔ لکھنؤ۔ بھگت نینز انند لکھنؤ۔ ان کے علاوہ شری سوامی وشدھ آنند جی (سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ والے) اور پنڈت رام نارائن جی کتھا واچک لکھنؤ نواسی نے اپنے امرت اپدیش و رامائن کتھا دوارہ کرتارتھ کیا۔ نیز گوجرانوالہ کے پریمی بھگت سرداری لال جی نے شہنشاہی بھجن کیرتن دوارہ حاضرین جلسہ کو آنندت کیا۔

سنگھ مندر کی عمارت پر نرالی وضع کا شہنشاہی جھنڈا لہرایا گیا۔ جو کہ سات رنگ کا تھا اور اسمیں آٹھواں (ادھشٹھان) سفید رنگ تھا۔ جس کی ماہیت پریمی بھگت پنڈت دوارکا پرساد جی شکل سشن جج لکھیم پور کھیری نے حاضرین جلسہ پر واضح کی

سرو ویاپک شکتی و پربتا دوارہ اسپر سرطرح سے حاوی ہے۔ اور جیسے سورج کی کرن سات رنگ کا مرکب ہونے کے باوجود ایک سفید روشنی کی مظہر ہے۔ اسی طرح انیک مت متانتر ہونے کے باوجود ایک ادوتی برہم کا جلوہ ہے۔ اور سورج کی طرح یہ جھنڈا بھی بلالحاظ اونچ نیچ سب برہمانڈ کے لئے یکساں پرم ستا۔ پرم چیتنتا۔ پرم آنند و پرم پرکاش کے دینے والا ہے۔

لاہور و امرتسر کے دو پرسدھ پریمی لالہ ناتھا مل جی۔ اور لالہ دولت رام جی صراف نے اپنے دُنیاوی کاروبار کو الوداع کہتے ہوئے سنیاس دھارن کیا جنہیں شری مہاراج کی طرف سے اوم آنند و سوم آنند کا سنیاس نام عطا کیا گیا۔ اُن کے لئے رسم بھکشا ادا کرنے کی ہدایت بالکل انوکھے و شاندار ڈھب کی تھی۔ یعنی شری اوم آنند جی نے حاضرین جلسہ سے ایک سال کے لئے برہمچریہ برت لینے کی بھکشا مانگی اور شری سوم آنند جی نے ہفتہ واری مون برت یا عمل سچ بولنے کی بھکشا مانگی۔ جس پر چند ایک پریمیوں نے بڑے چاؤ پریم سے بھکشا دی۔

باایں ہمہ اُسوقت ایک نہایت دلکش منظر تھا جبکہ ان ہر دو پریمیوں کے سنیاس لینے پر خود شری مہاراج جی نے سب سے پہلے ان کو نمسکار کی۔ اسی طرح گورو نانک دیو جی نے اپنے چیلے لہنا جی کو نمسکار کی تھی۔

اس کے بعد شری مہاراج جی نے حاضرین کو ایک خاص تعارف ضلع میرٹھ کے پریمی بھگت شنکر لال جی پٹواری سے کروایا۔ جو کہ گرہستی و پٹواری جیسی ملازمت پر ہونے کے باوجود دل سے پورے تارک　اور جھوٹ خوشامد و رشوت ستانی وغیرہ بیماریوں سے قطعاً مبرا ہیں۔ لہذا انہیں "شنکر آنند" نام عطا ہوا۔

۲۵ دسمبر کو یو۔ پی جیسے ذات پات و چھوت چھات کے کٹر دیش میں پریتی بھوجن کا پربندھ بلالحاظ اونچ نیچ جاتی وغیرہ کے ایک مشترکہ استھان پر کیا گیا جس میں سب پریمیوں نے ملکر بھوجن پایا۔ ایسا کرنے سے شری مہاراج جی کا اُدیش باہمی بھید بھاؤ نا کو دُور کرنا تھا۔ جو کہ پوری کامیابی سے نبھایا گیا۔

ہر وجنتا میں ست سنگ پرمارتھ کی سپرٹ پیدا کرنے اور اُبھارنے کی خاطر بالکوں و کنیاؤں میں "بھجن یدھ" کروایا گیا اور انعامات تقسیم کئے گئے۔ لڑکیوں میں کماری پریم لتا اور لڑکوں میں اندر کمار نے اوّل انعام حاصل کیا۔

سیٹھ بالک رام جی مالک ہنگاری برادرس کراچی نے انیک پرکار کے یوگ آسن کی وِدیا کھیاد ھیاتا عملی طور پر کرتے ہوئے واضح کی۔ بابو شمبر ناتھ جی ایڈووکیٹ لکھنؤ (پریوار سہت) نیز پنڈت جوالا پرشاد جی شری واستو منیجر بینگٹن ٹائپ رائٹر کمپنی لکھنؤ ... (پریوار سہت) ہر دو پریمی سجنوں کے شبھ نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جنہوں نے اس پوتر اتسو کے دوران میں تن من دھن دوارہ ہر طرح سے سیوا و سہایتا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ نیز شری سوامی گنیشا نند جی میرٹھ والے۔ بھگت سرداری لال جی گوجرانوالہ۔ ماسٹر سوہنا مل جی گوجرانوالہ اور بہن درگا دیوی جی ہنگاری کراچی والوں کا بھوجن لنگر کے متعلق پربندھ و سیوا وغیرہ سنگھ ہذا کی طرف سے ہارڈک دھنیواد کیا گیا۔

مزید براں جن پریمی سجنوں اور پوتر دیویوں نے سنگھ مندر اور جلسہ کی تکمیل کے سمبندھ میں زمینیں اور مختلف ساز و سامان وغیرہ سے سیوا کی اُن کے شبھ نام حسب ذیل ہیں:۔　رائے بہادر منشی رام کمار جی بھارگو مالک نولکشور سٹیٹ لکھنؤ۔ سنت بہار انند جی عاقل۔ دہلی۔ شریمتی تربھون دیال جی بارہ بنکی۔ شریمتی کملا دتی دیوی جی۔ شریمتی دوارکا پرشاد جی شکل۔ میسرز

"پیامِ راحت" (امر کتھا)

(تصنیف لطیف مہاتما بھاگ مل جی سائیں)

اگر آپ روحانی کیف و سرور اور زندگی کی حقیقی مسرتوں سے محروم ہیں تو اس نغماتِ زندگی کی بارش کرنیوالی کتاب کا ایک بار ضرور بالضرور مطالعہ کیجئے۔ یقیناً آپکے جملہ دکھ قلع قمع ہوجائیں گے۔ گیان کا لافانی جذبہ پیدا کرنے کا یہ ایک تیر بہدف اور بےنظیر نسخہ ہے۔ اسکا مطالعہ آپکے رنج و غم کو حقیقی خوشی میں اور ناکامیابی اور مایوسی کو شادکامی اور کامرانی میں بدل دیگا۔ اس کے کیف اور گیان رس میں ڈوبے ہوئے نغمے پڑھ سن کر آپ جھومنے لگیں گے۔ یہ دنیائے روحانی کی بالکل نئی اور انوکھی پیش کش ہے۔ روزانہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات کی انوکھی تصویر پیش کرتی ہے۔ جملہ مضامین بالکل نئے انداز اور نئے ڈھنگ میں پیش کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب نواب سر ڈاکٹر امین جنگ بہادر کے سی آئی ای۔ سی ایس آئی۔ ایم اے۔ ایل ایل ڈی بار ایٹ لاء و آنریبل بخشی ٹیک چند صاحب جج ہائی کورٹ اوف جوڈیکیچر لاہور و رائیٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو انڈین پریوی کونسلر۔ ایم اے۔ ایل۔ ایل ڈی۔ کے سی ایس آئی وغیرہ جیسے شہرۂ آفاق ادباء اور فاضل بزرگوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔

یہ ۲۰×۳۰/۱۶ سائیز کے ۳۶۸ صفحات کا روحانی دنیا کا کوہِ نور ہیرا مفت (یعنی رعائیتی قیمت عہ) لٹ رہا ہے۔

خوشی کی بادشاہت — یہ کتاب اسی مصنف کی دوسری تصنیف اور پہلی کی مانند بصیرت افروز اور اچھوتے خیالات کا نادر خزینہ ہے۔ یہ سچّی زندگی کی روشنی اور شخصی زندگی کے واقعی سوالات کا مکمل حل پیش کر حضرت انسان کی حقیقی رہبری کرتی ہے۔ کتاب ہذا آٹھ عنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) قدرت کی عالمگیر سکیم میں انسان کی حیثیت (۲) انسانی تقدیر (۳) انسانی دکھ۔ (۴) انسانی سزا جزا (۵) انسانی ہمت (۶) انسانی جسم (۷) انسانی ضروریات (۸) قدرت انسان سے کیا خواہش رکھتی ہے؟ —— بلند خیالات پر دل و جان سے نثار ہونیوالوں کے لئے اس کتاب کا ایک ایک فقرہ امرت کا گھونٹ ہے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اعلےٰ۔ سائیز ۲۰×۳۰/۱۶۔ قیمت چھ آنہ۔

حقیقت پاشیاں — یہ کتاب اسی مصنف کی تیسری لاجواب تصنیف ہے۔ طالب علموں، نوجوانوں اور بوڑھوں کے لئے ہر شعبۂ زندگی میں شمعِ ہدائت کا کام دینے والی ہے۔ کام، کرودھ، لوبھ، موہ، اہنکار پر نہایت خوبصورتی سے روشنی ڈالتی ہوئی اصلیت تک پہنچانے کا اہتمام کرتی ہے۔ اسمیں ایک طرف جہاں بےنظیر و ضاحت کیساتھ روحانی امور کو بیان کیا گیا ہے۔ وہاں مروّجہ توہمات اور تعصبّات کا بھی گویا قلع قمع کیا گیا ہے۔ ہر شخص جو اس کتاب کو پڑھے گا، وہ خود ہی اپنے تجربے سے اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"۔ زبان نہایت شیریں، زود اثر اور عام فہم ہے۔ اعلےٰ جیون کیلئے یہ کتاب بےنظیر روحانی مصالحہ مہیا کرتی ہے۔ ضرور اس کی ایک کاپی اپنے گھر کے اپاسنالیہ میں رکھنی چاہیئے۔ اسکے روزمرّہ کے پاٹھ سے اپنے اور اپنے بچوں کے اندر پاکیزہ جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ قیمت چھ آنے۔

ایشور درشن کے ابھیاس — یہ اسی مصنف کی چوتھی کتاب ہے۔ اسمیں حقیقت کی عمیق ترین گہرائیوں کو باتوں ہی باتوں میں کھول کر رکھدیا ہے۔ تھوڑی سی توجہ دینے پر علم ذات کے نہائت گہرے رازوں کی جھلکیں پڑنی شروع

کہاں رہتا ہے

از قلم شریمان لالہ سُندر لال جی بھلہ مہجور عرائض نویس لدھیانہ

(خاص "ایشور انک" کے لیے)

صانع عالم کو میں جانوں کہ کہاں رہتا ہے
وہ عیاں رہتا ہے یا دل میں نہاں رہتا ہے

اُسکی قامت ہے کوئی یا کہ بلا قامت ہے
وہ ہے کیا جس کا ذکر وردِ زباں رہتا ہے

وہ ہے کیا جس سے طلب کرتی ہے دُنیا رحمت
آیا یاں رہتا ہے یا سوئے جناں رہتا ہے

میں نے اک روز جو مشتاقِ خدا سے پوچھا
اُسکی شفقت سے وہ بولا کہ جہاں رہتا ہے

کتنا مشکل ہے کہاں رہتا ہے اللہ حضرت
عنصری آنکھ سے وہ یار نہاں رہتا ہے

کوئی کہتا ہے کہ ہر چیز ہے ہستی اُسکی
کوئی کہتا ہے کہ باطن میں نشاں رہتا ہے

پوچھنے والے ورد صبح و مسا کرتے ہیں
اُسکا مقبول میاں اُنکو بیاں رہتا ہے

وہی خالق ہے وہی خلق ہے بندہ پرور
کم خیالی سے عبث سود و زیاں رہتا ہے

تیرا مہجور اُسے علتِ دُنیا سمجھا!
جیسا کہ معلول کو علت کا دھیان رہتا ہے

رسالہ اوم کے دفتر لاہور سے شائع شدہ گیان اور بھگتی پر نادر کتب

مُکتی انگ :- یہ رسالہ ہذا کے ۱۹۴۱ء کا سالانہ نمبر ہے اسمیں کیولیہ اُپنشد کا ترجمہ۔ مُکتی کی پراپتی کے سادھن نیز مہاتماؤں کی سوانحیات کافی تعداد میں دی گئی ہیں۔ صفحات ۳۲۰۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہائت اعلیٰ قیمت دو روپیہ۔ رعائیتی -/۸/۱ روپیہ۔

کرم یوگی انگ یہ ایک بینظیر پستک ہے۔ اِس میں شریمد بھگوت گیتا کے مطابق کرم یوگ شاستر کی نہائت خوبصورت تشریح کے علاوہ بڑے بڑے مہاتماؤں اور کرم یوگی مہاپُرشوں کی ابھارنے والی زندگیوں کے حالات اور فوٹو کافی تعداد میں دیئے گئے ہیں۔ جو کہ منش کے اندر اُتساہ، دلیری۔ بشاشت اور آنند کی تازہ روح پھونکنے والے ہیں۔ قیمت فی کاپی دو روپیہ۔ رعائیتی قیمت صرف (عہ۱) مجلد (عہ۱۸) ❊

شانتی انگ یہ ایک نہ صرف مکمل بھگتی درشن ہے بلکہ اسمیں پرا بھگتی سوتروں کی ویاکھیا کے ساتھ اُن پوجنیہ بھگتوں کی سوانح حیات بھی کافی تعداد میں دیگئی ہیں۔ کہ جنہوں نے بھگوان روپی شمع پر قربان ہونا اپنی زندگی کا مقصد سمجھا کتھاؤں کے ذریعے زندگی میں شُدھ پرورتی لانے کے لئے یہ ایک لاثانی پستک ہے۔ اس میں شری مہابھارت کا شانتی پرب بھی دیا گیا ہے صفحات ۳۲۸۔ قیمت دو روپیہ۔ رعائیتی قیمت (عہ۱۸)

پریم انگ یہ رسالہ اُوم ٔ کے ۱۹۴۰ء کا سالانہ نمبر ہے اسمیں ناردکیہ اُپنشد یعنی اونکار ...

پر نہائت شاندار مضامین ہیں۔ پراچین دھرم شاستروں میں سے منتخبہ کتھائیں کافی تعداد میں درج ہیں۔ صفحات ۳۲۰۔ قیمت دو روپیہ۔ رعائیتی -/۸/۱ روپیہ ❊

گیان انگ یہ رسالہ اوم کا سب سے پہلا نمبر ہے اس نے ہی رسالہ ہذا کی بنیاد کو پختہ کیا۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ یہ ایک بلند پایہ خیالات کا مرقع ہے۔ جو رتن اس پستک میں جمع کئے گئے ہیں وہ آپ کو کہیں سے بھی اور کسی قیمت پر بھی یکجا ملنے ناممکن ہیں۔ اِس لئے اس کو منگوا کر ضرور پڑھیئے۔ یہ درحقیقت منش کے دِل کی گرہیں کھولنے والا ہے۔ قیمت مضامین کے لحاظ سے بہت ہی کم صرف ڈیڑھ روپیہ (عہ۱۸)

گوبند پرکاش (اُردو) مصنفہ شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج - یہ ویدانت کی ایک لاجواب پستک ہے۔ صفحات ۳۱۲ قیمت ایک روپیہ

رنجیت نیشاغرفتمندانہ نقطہ نگاہ سورگیہ شری مہاتما...

رنجیت رام جی مہاراج کی لاجواب تصنیف آپ نے اِس کتاب میں ایک مہاتما اور متلاشی کی گفتگو کی شکل میں... روحانیت کی عمیق ترین گہرائیوں کو باتوں ہی باتوں میں کھول کر رکھدیا ہے۔ تھوڑی سی توجہ دینے پر ہی آتم گیان کی جھلکیں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے مطالعہ سے انسان اپنے آپ کو بحر نور و سرور میں تیرتا ہوا پاتا ہے

قیمت سنہری جلد میں ۸/ بلا جلد ۵/

... مہاتما ... جی ... کی ...

کے آتم انوبھو دوارہ نکلے ہوئے رتن پنجابی نظم میں اس چھوٹی سی کتاب میں آپ نے ویدانت کا سارا جوہر نکال کر قلمبند کر دیا ہے۔

قیمت صرف دو آنے (۲ر)

خمخانہ خوشتر:- حیدر آباد دکن کے مشہور شاعر رائے اشن سنگھ صاحب خوشتر کی منظوم تصنیف لطیف روحانیت کے رنگ میں رنگی ہوئی نظموں کو جمع کر کے اس کتاب کو مکمل کیا گیا ہے۔ اہلِ ذوق اصحاب کے لئے نہائت آدر کی چیز ہے

قیمت دو آنے (۲ر)

رُوحانی اور اعلےٰ زندگی پر اپنے انداز کا نیا اور نرالا لٹریچر

از ویدانت بھاسکر شری پنڈت نرمل چندر جی مہاراج

نورِ زندگی:- یہ کتاب سچ مچ ہی زندگی کی روشنی ہے اس میں علم ذات و برہم گیان اور زندگی کے نہائت گہرے رازوں کو اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ اس کے پڑھتے پڑھتے ہی انسان روحانی بلندیوں کی سیر کرنے لگتا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہائت دیدہ زیب۔ ضخامت ۳۰۲ صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ (ع۴ر)

پُورن دھرم ہندوستانی زبان میں اگر کوئی کتاب گیان یوگ پر ٹیکسٹ بک کہلانے کی مستحق ہے۔ تو یہی ہے۔ اس میں زندگی کے ان چار بنیادی سوالات پر سائنٹیفک طریق سے بحث کی گئی ہے۔ "میں کون ہوں" (۲) یہ کیا ہے۔ (۳) یہ کیوں ہے۔ (۴) زندگی کے معنی کیا ہیں۔ قیمت مجلد صرف ایک روپیہ (عہ)

سُرورِ ہستی:- یہ ایک روحانی تحفہ ہے۔ اس میں گذشتہ اور آئیندہ سے اوپر اٹھ کر زمانہ حال میں ہی سچی خوشی کو پانے اور زندگی کو سپھل کرنے کا سیدھا اور قدرتی راستہ دکھایا گیا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ (عہ)

کشفِ حقیقت:- گیان اوتار شری سوامی شنکر آچاریہ جی کی ایک لاجواب تصنیف "اپرو کھشن انوبھوتی" طالبان معرفت کے لئے (۳) اکا

ایک ایک شلوک چشمۂ روشنی ہے۔ اندرونی آنکھیں کھول کر ہاتھ کی ہتھیلی پہ دھرے ہوئے پھل کی مانند برہم کا ساکشات انوبھو کرانے والی ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنہ۔

چرتر وکاش:- کیریکٹر کی عمارت کے لئے یہ کتاب بے نظیر روحانی مصالحہ مہیا کرتی ہے۔ اس میں اخلاق کی بنیاد۔ علم ذات۔ آتم گیان اور نفسیات پر رکھی گئی ہے۔ اور اسی زمین پر ہی جیون مکتی کا آنند لینے اور سورگیہ راجیہ قائم کرنے کے لئے بے خطا عقلی اور عملی اصول بتلائے گئے ہیں۔ سنہری جلد۔ قیمت ۱۲ر

ستیہ پرکاش:- یہ کتاب کیا ہے ایک نڈھرک اور دلیرانہ اعلانِ حقیقت ہے۔ اس میں ایک طرف جہاں لاثانی وضاحت اور سادگی کے ساتھ رموزِ حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ وہاں مروجہ تعصبات اور توہمات کو بھی گویا جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے اس کا مطالعہ غلامانہ ذہنیت سے پوری شفا بخشتا ہوا۔ زندگی کی سچی آزادی کا لطف دیتا ہے۔ قیمت مجلد صرف آٹھ آنے (۸ر)

سوراجیہ گیتا:- اسمیں سوراجیہ اور روحانیت کا حقیقی اور لازمی تعلق دکھانے کی کوشش کی گئی ہے

اُس نصب العین کی طرف بڑھ سکیں۔ جو کُل نوعِ انسان کا ہے۔ قیمت صرف چار آنے۔

دھرم سار:۔ مہاکوی ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے ایک بنگالی مضمون کا ترجمہ۔ قیمت ۳؍

یوگ سادھن:۔ سدھ یوگی شری آربندو گھوش جی کی تصنیف "یوگک سادھن" کا اُردو ترجمہ ہے۔ قیمت صرف ۵؍

پورن یوگ اور اُس کا اُدیشیہ:۔ مصنفہ شری آربندو گھوش۔ قیمت صرف ۴؍ (چار آنے)

یوگ یگیتی:۔ قیمت صرف ۴؍

شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے انمول ویدانت رتن

نوٹ:۔ یہ پستکیں رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ سے بھی مل سکتی ہیں۔

کلیاتِ رام (حصہ اول) شری سوامی رام کے بزبان اُردو اپنے قلم سے لکھے ہوئے روح افزا اور سرور بخش مضامین پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ ۴۶۴ صفحات مجلد۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ (۱۸؍) ہندی ۱/۸/۰ روپیہ

کلیاتِ رام (حصہ دوم):۔ سوامی جی کے مکمل حالاتِ زندگی۔ ڈیڑھ صد کے قریب ان کے انوبھو روپی کان سے نکلے ہوئے رتن جمع کیے گئے ہیں۔ اور ان کی آٹھ کے قریب فوٹو بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔ حجم پانصد صفحات کے قریب۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ (۱۸؍)

کلیاتِ رام (حصہ سوم):۔ اس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی بارہ تحریر و تقریر درج ہیں۔ ضخامت ۳۴۰ صفحات۔ قیمت (۱۸؍)

ویدانو وچن:۔ آنجہانی شری بابا نگینہ سنگھ جی کی شہرہ آفاق تصنیف۔ اس میں برہم گیان کے دقیق مسائل کو نہایت خوبی سے درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو زمانہ حال میں ویدانت کا ایک مسلّمہ رتن مانا جاتا ہے۔ ضخامت پانصد صفحات سے اوپر۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (۱۸؍) ہندی ۳/-/۰ روپے

رام پرشاد:۔ جس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اور ...

حجم ۵۰۰ صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ (۱؍)

معیار المکاشفہ:۔ بابا نگینہ سنگھ صاحب کی دوسری شاندار تصنیف ہے۔ اس کتاب میں چھاندوگیہ اُپنشد کے چھٹے باب کی مفصل تشریح معہ نہایت دلچسپ حالاتِ زندگی مصنف کتاب درج ہیں۔ حجم قریباً دو سو صفحات۔ قیمت صرف آٹھ آنے

کامیابی کے راز:۔ سوامی رام کی مشہور انگریزی کتاب سیکرٹ آف سکسیس کا پُرلطف اُردو ترجمہ ہے۔ قیمت چھ آنے۔

رسالہ عجائب العلم:۔ بابا نگینہ سنگھ جی کی تیسری تصنیف۔ اس مختصر نسخہ میں ذاتِ حق کو ہستی علم۔ سرور ثابت کر کے نہایت ہی مؤثر دلائل و سلسلہ سے چھ لیکچروں میں واضح کیا گیا ہے۔ قیمت ۶؍ ہندی ۲؍

جگجیت پرگیا:۔ یعنی مشرح ترجمہ ایشاواسیہ اُپنشد عالی جناب بابا نگینہ سنگھ صاحب۔ قیمت صرف چھ آنے۔

خطوطِ رام (اُردو) قیمت ۸؍ **نارائن چرتر** مجلد قیمت ۸؍

سوانح عمری رام:۔ قیمت ایک روپیہ

گیتا ہندی:۔ دو جلدوں میں۔ مترجمہ سوامی نارائن۔

بھگتی رہسیہ :- اس میں بھگتی مارگ کی مفصل تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ (عہ)

میرا رہبر :- سوامی جی کی لیکچر مائی ماسٹر (MY MASTER) کا اردو ترجمہ ہے جو کہ انہوں نے نیویارک میں دیا۔ قیمت صرف ۴ر

بھگتی :- شری سوامی جی کی بھگتی پر بے نظیر ویاکھیا قیمت صرف بارہ آنے (۱۲ر)

کرم یوگ :- مترجمہ بابو شوبرت لال جی۔ قیمت ۸ر

راج یوگ :- یہ کتاب یوگ سادھن کے شائق سجنوں کے لئے کام کی چیز ہے۔ مترجمہ بابو شوبرت لال جی۔ قیمت بارہ آنے (۱۲ر)

سادھو کی صدا :- اس کتاب میں مذہب اخلاق طرز تمدن کے متعلق چند مفید مضامین درج ہیں۔ قیمت ۶ر

روحانی اشارے :- شری سوامی رام کرشن جی پرمہنس کی طرف سے دلچسپ روائیتوں کے ذریعے حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ قیمت چھ آنے

شری سوامی مترسین جی کی قابل دید تصانیف

نیتی سنگرہ (ہندی) :- اس میں شکر نیتی۔ چانکیہ نیتی۔ ودر نیتی و راجیہ نیتی۔ بھرتری ہری نیتی۔ منوسمرتی۔ یاگیہ ولکیہ سمرتی وغیرہ کا عطر کھینچ کر اکٹھا کیا گیا ہے۔ قیمت ۶ر

آنند (ہندی) قیمت ۴ر

تیتریہ اپنشد :- تنکر بھاشیہ کے ادھار پر یجروید کی تشریح۔ قیمت صرف ۶ر

چھاندوگیہ اپنشد :- حصہ اول۔ یگیوں کی ودھی۔ سرشٹی کی اتپتی۔ برہم ودیا کا سوکھشم وچار پر بالتوضیح صراحت۔ قیمت ۶

حصہ دوم :- نارد اور سنت کمار کے سمواد روپ کتھا کے ذریعے آتم اپاسنا اور برہم ودیا کا ورنن اور نروپن ہے قیمت ۶ر

سانکھیہ درشنم :- قیمت چھ آنے (۶ر)

شری مد بھاگوت گیارھواں سکندھ :- پرم بھگت ادھو کو بھگوان کرشن کا نہایت موثر اپدیش قیمت چھ آنے۔

شری مد بھگود گیتا ... سلیس اردو

با محاورہ ترجمہ - چوبیس صد صفحات کی ضخیم کتاب تین جلدوں میں۔ قیمت ہر سہ جلد صرف تین روپے۔ یہ پستک صرف گیتا پرچار کے لئے اصل لاگت پر فروخت ہو رہی ہے۔ ناظرین اس نادر موقعہ سے لابھ اٹھا دیں۔

سکھ منی صاحب :- اردو زبان میں ۳۵۰ صفحات کی نادر تشریح۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

رام گیتا :- (اردو) یہ چھوٹی سی پستک رامائن کا انتخاب ہے۔ قیمت صرف دو آنہ۔ (۲ر)

کٹھ اپنشد (اردو) صفحات ۲۵۰۔ قیمت صرف ۵ر

اشٹاوکر گیتا (اردو) قیمت ۲ر

مہاتما بھاگ مل جی ساہنی کی قابل دید تصانیف

پیام راحت :- ایشاواسیہ اپنشد کا سلیس ترجمہ قیمت رعایتی ۱/۸/- روپیہ

خوشی کی بادشاہت :- قیمت ۸ر

حقیقت پاشیاں :- قیمت ۸ر

الشور درشن کے ابھیاس :- قیمت ۴ر

منشی سورج نرائن صاحب مہر کی قابل دید تصانیف

کلام مہر:- ایک روپیہ (عہ)
گیتا مشرح مہر:- قیمت سوا روپیہ۔ (عہ ر)
جیون مکتی:- " " " (عہ)
اپنیشد مہر " " " (عہ)
چہل درویش قیمت صرف تین روپے (عہ)
روحانی کہانیاں " " دو روپے (عہ)

گیان کتھائیں:- قیمت صرف ایک روپیہ۔
پرپنچ وشی:- قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)
یوگ واشسشٹ سار:- قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے
وچار ساگر:- قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے
راماین مہر:- قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ (عہ)

دیگر مہاتماؤں کی قابل دید تصانیف

شریمد بھگوت گیتا گوڑارتھ دیپکا:- مولفہ لالہ جگن ناتھ جی آنریری مجسٹریٹ فیروزپور۔ بڑے سائیز کے پانچسو بارہ صفحات پر مشتمل اردو میں گیتا کی لاجواب شرح ہے۔ ہر ایک شلوک کی تمہید ترجمہ اور شرح وید دل شاستروں اور اپنشدوں کے حوالے دے کر کی گئی ہے۔ قیمت رعائتی ڈیڑھ روپیہ۔

پریم ترنگ اور لطف زندگی انسان:- مصنفہ لالہ کانشی رام صاحب چاولہ۔ انسان کی زندگی کی غرض وغایت کیا ہے۔ انسان کسے کہتے ہیں۔ ہمارے رنج و آلام کے اسباب کیا ہیں۔ اگر آپ ان سوالات کے جوابات جاننا چاہتے تو مصنف کی تصانیف منگوا کر لابھ اٹھا دیں۔ قیمت...
پریم ترنگ حصہ اول ۱۳۲ صفحات آٹھ آنے۔ حصہ دوم ۲۷۲ صفحات۔ قیمت ۸ر۔ انسان قیمت ۸ر۔ ۲۸۰ صفحات۔ لطف زندگی ۔صفحات ۲۱۶ ۔قیمت ایک روپیہ

چوراسی چھپن ستوتر اردو۔ ہندی یا گورمکھی قیمت ایک آنہ (۱)

کاشف القدر اردو میں ...

ایڈیشن) مصنفہ شری مہاتما شہنشاہ جی مہاراج۔ اس انمول پستک میں ایشور پراپتی کے سادھن آسان سے آسان اور عام فہم لفظوں میں دیئے گئے ہیں ضخامت تقریباً پانچسو صفحات۔ قیمت صرف سوا روپیہ۔ (عہ)

بھجن کیرتن (ہندی) از مہاتما شہنشاہ جی مہاراج۔ قیمت سوا روپیہ۔ (عہ)

آتم رس بھجناولی:- قیمت بارہ آنے۔ مجلد ایک روپیہ

سی حرفی شہنشاہی:- اردو۔ ہندی یا گورمکھی۔ ار

روحانی گلدستہ:- یہ نہایت مفید کتاب ہے جو کہ رائے صاحب لالہ رگھوناتھ سہائے بی اے کی تصنیف کردہ ہے قیمت ۴ر

گلدستۂ اخلاق:- مصنفہ رائے صاحب لالہ رگھوناتھ سہائے بی اے کی تصنیف کردہ ہے۔ بچوں کے اخلاق سدھار کے لئے یہ ایک بینظیر پستک ہے۔ اس میں نہایت نصیحت آموز کہانیاں درج ہیں۔ قیمت چھ آنے (۶ر)

روشن ستارے:- قیمت ۶ر

بھگت سُداماں جی کی سچی دوستی کے نظارے عجیب انداز سے دِکھلائے گئے ہیں۔ فوٹو بلاک دیدہ زیب قیمت ۱۲ ار

ایشور وچار :- قیمت صرف ۴ ر

مہاتما گاندھی جی کی تصانیف۔

خوراک اور صحت پر میرے تجربات :- ۱۲ ار

برہمچریہ پر میرے تجربات :- قیمت چھ آنے ۶ ر

گرام سدھار :- قیمت ۴ ر

منگل پربھات :- قیمت ڈیڑھ آنہ۔

مہاتما گاندھی :- قیمت ۶ ر

آزادیٔ ہند :- قیمت ۶ ر

مہاتما ٹیک چند جی کی تصانیف

یوگ مکتی :- قیمت صرف ڈھائی آنہ ۲/۶/-

کرم بھوگ چکر حصہ اول۔ دوم۔ سوم۔ فی حصہ ۲/۶/-

منو بل :- قیمت :- ۳ ر

یگیہ رہسیہ :- قیمت صرف ۶ ر

گائتری رہسیہ :- " " دس آنہ (۱۰ ار)

دیگر تصنیفات

دُکھی دُنیا :- مصنفہ راجگوپال آچاریہ : قیمت ۶ ر

قدرتی طریقہ علاج :- جرمنی کے مشہور ماہر معالج و خادم خلق مسٹر اڈولف جسٹ کی بہترین تصنیف .... "ریٹرن ٹو نیچر" کا بہترین ترجمہ۔ قیمت دو روپیہ ۸ ر

ہری کیرتن :- مہاتما بھگت رام جی ایڈیٹر ویدانت کیسری کی تالیف تمام کی تمام منظوم اور ایک ایک بھجن اور نظم میں اتنا سرور اور کیف کہ پڑھتے پڑھتے ہی انسان کی حالت اور ہو جاتی ہے۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ نہایت

ہندی ہری کیرتن :- قیمت بارہ آنہ

کبیر دوہاولی :- مولفہ شری سوامی یوگانند جی۔ بمعہ معنی قیمت چار آنے۔ ۴ ر

کبیر بھجناولی :- از بابو شوبرت لال جی۔ قیمت ۱۰ ار

بھجن میراں بائی۔ قیمت دو آنہ ۲ ر

تلسی دوہاولی :- قیمت ۲ ر

کبیر بیجک :- مشرح و واضح اردو ترجمہ گیارہ مکمل حصوں میں۔ از بابو شوبرت لال جی ورمن۔ چھ سو صفحات کی ضخیم پستک۔ قیمت صرف تین روپے ۳/-/-

پتی پرائن ساوتری :- مصنفہ کشن چند زیبا۔ قیمت دس آنے۔

سیواجی مرہٹہ :- مصنفہ لالہ کشن چند صاحب زیبا۔ قیمت بارہ آنے۔

دہرو بھگت :- ترجمہ از بنگالی۔ قیمت صرف چار آنہ

مکمل ڈرامہ پرہلاد بھگت :- قیمت صرف ۲ ر

شری رام کرشن پرم ہنس ہندی :- قیمت -/۴/۱

نرسی لیلا :- قیمت ایک آنہ۔ ار

راجہ نل دمینتی :- قیمت ۳ ر

ویر ابھمنیو ڈرامہ :- مصنفہ کشن چند زیبا۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ (عہ)

بھگت سور داس :- قیمت دو آنہ ۲ ر

سداما چرتر :- قیمت پانچ آنے۔

راجستھان کی ہیرانیاں :- مصنفہ مہرشی شوبرت لال جی۔ قیمت دس آنے۔ (۱۰ ار)

گورو نانک درشن (منظوم) مصنفہ دیوان پنڈ بدھ جی قسم صفحات ۳۰۴ قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

اس میں سُداما۔ درو پدی۔ پوتنہ۔ نندہ نائی۔ نرسی بھگت نرصنیکہ بھگوان کے تمام چرتر بہت خوبی سے منظوم لکھے گئے ہیں۔ صفحات ۱۹۲۔ کاغذ لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت مجلد ۱۲/ آنے۔

اناسکتی یوگ یعنے بھگوت گیتا:۔ مصنفہ مہاتما گاندھی کا اردو ترجمہ۔ قیمت ۶/۔

ستیہ وان ساوتری:۔ قیمت صرف دو آنے

سری گورو گوبند سنگھ صاحب:۔ قیمت صرف ۶/

سری گورو نانک دیو:۔ قیمت صرف ۶/

دورِ قمر:۔ قیمت صرف -/۲/۱ روپیہ۔

انوارِ حقیقت:۔ مصنفہ لالہ منوہر لال جی طالب قیمت ۶/

بیچینِ دل:۔ مصنفہ مہاشہ بھولا ناتھ صاحب۔ ″ ۴/

یوگ آسن:۔ (اردو) ″ ″ ″ ″ ″ ۴/

نیولی کرم:۔ (اردو) ″ ″ ″ ″ ″ ۴/

روحانی کہانیاں:۔ مصنفہ پنڈت وشنودت جی قیمت بارہ آنے (۱۲/)

نذرانۂ بھگوان:۔ وجد آور بھجنوں کا مجموعہ۔ قیمت صرف ۶/۔ رعایتی ۴/

جیون مارگ:۔ قیمت صرف ۵/

آئینۂ حقیقت:۔ مصنفہ منشی لابھ سنگھ جی۔ قیمت صرف آٹھ آنہ (۸/)

مہرشی شوبرت لال جی ورمن کی تصانیف

گرہ دار موتی:۔ قیمت دس آنے	شاہی لکڑہارا:۔ قیمت عہ/	پنجابی سورما:۔ قیمت عہ/
دمکدار موتی ″ آٹھ آنے	شاہی جادوگرنی:۔ ″ عہ/	طوفان جنگ:۔ ″ عہ/
شاہی تپسوی:۔ ″ آٹھ آنے	شاہی بھوت:۔ ″ ۱۰/	شاہی ڈاکو:۔ ″ عہ/
کامیابی کی کنجی:۔ قیمت چار آنے	شاہی چوٹر:۔ ″ ۲/	بھگت کبیر اور ان کی تعلیم:۔ قیمت ۴/
راجستھان کا عطر:۔ قیمت دو روپے	شاہی بھکاری:۔ ″ عہ/	گھر کا راستہ ۳/ دوہاولی بھگت کبیر ۳/

گیتا پریس کی مندی کی پستکیں

گیتا پاکٹ سائز ۲/ مجلد ۳/ ایشاواسیہ اپنشد ۳/ کین اپنشد ۸/ کٹھ اپنشد ۹/ منڈک اپنشد ۷/ پرشن اپنشد ۷/ تیتریے اپنشد ۱۳/ ادھیاتم رامائن ۱/۱۲/۰ بھگوت رتن پرہلاد ۱/۰/۰ بھکت دیہارتی ۷/ بھکت راج ہنومان ۵/

دیگر مہاتماؤں کی شاندار پستکیں۔

خطوطِ گوبند:۔ مصنفہ شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج۔ یہ آتم جگیاسوؤں کے لیے نہایت ہی مفید پستک ہے۔ آتم گیان کے تمام گہرے راز نہایت سادھارن طریقہ سے درج کئے گئے ہیں۔ کاغذ نہایت اعلےٰ ۲۴ پونڈ۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ صفحات تقریباً ۴۰۰۔ قیمت سوا روپیہ (عہ/)

بھجن ہیرا ہائی ۲/ ایشور درشن:۔ از شری سوامی رام کرشن پرم ہنس۔ قیمت ۴/ کبیر دوہاولی ۴/

نذر گاندھی ۱۲/ گیتا امرت۔ ایک روپیہ (عہ) ستیہ پریمی ہرشچندر ۵/ بھکت بالک ۵/

हिन्दी की धार्मिक पुस्तकें

दफ्तर रसाला "ओम" लाहौर से मंगवायें।

गीता बड़ी पदच्छेद सहित ...	1	4	0
गीता गुटका पदच्छेद-अन्वयसहित स.	0	8	0
गीता मोटे अक्षर वाली ...	0	8	0
गीता भाषा ...	0	4	0
गीता भाषा सजिल्द ...	0	6	0
गीता छोटी (गुटका) ढ़ाई आना वाली अर्थ सहित ...	0	2	6
" " " सजिल्द ...	0	3	6
गीता तावीजी सजिल्द ...	0	2	0
गीता मूल विष्णु सहस्र नाम सहित सजिल्द ...	0	1	6
ईशावास्योपनिषद ...	0	3	0
केनोपनिषद ...	0	8	0
कठोपनिषद ...	0	9	0
मुण्डकोपनिषद ...	0	7	0
प्रश्नोपनिषद ...	0	7	0
पांचों उपनिषद एक जिल्द में सजिल्द	2	5	0
तैत्तिरीयोपनिषद ...	0	13	0
अध्यात्म रामायण सजिल्द ...	1	12	0
भागवत रत्न प्रह्लाद ...	1	0	0
भक्त भारती ...	0	7	0
विवेक चूड़ामणि सजिल्द ...	0	8	0
भक्तराज हनुमान ...	0	5	0
सत्य प्रेमी हरिश्चन्द्र ...	0	5	0
भक्त बालक ...	0	5	0
भक्त नारी ...	0	5	0
भक्त पञ्च रत्न ...	0	5	0
आदर्श भक्त ...	0	5	0
भक्त सप्त रत्न ...	0	5	0
भक्त चन्द्रिका ...	0	5	0
भक्त कुसुम ...	0	5	0
प्रेमी भक्त ...	0	5	0
प्रबोध सुधाकर ...	0	3	6
अपरोक्ष अनुभूति ...	0	2	6
भजन संग्रह पांचों भाग (एक भाग =)	0	10	0
नैवेद्य हिंदी			

मन की कुंजी शहन्शाही सन्देश ...	1	4	0
शाहन्शाही कुण्डलियां ...	0	4	0
चौरासी छेदन महात्मा शाहनशाह जी	0	1	0
कर्म व्यवस्था (by Annie Besant)	0	8	0
संकल्प शक्ति और उसका संयम ...	0	10	0
श्री सुखसागर अर्थात् श्रीमद्भागवत का हिंदी अनूवाद ...	4	0	0
भक्ति सागर श्री स्वामी चरणदास जी रचित पृष्ठ ६७२ ...	2	8	0
विष्णु सहस्र नाम (भाषा टीका सहित)			
(सजिल्द) " " " ...	0	12	0
स्त्री दर्पण—लेखक पं० माधव प्रसाद जी	0	8	0
नारी चरित्र माला—लेखक चतुर्वेदी द्वारका प्रसाद शर्मा ...	0	10	0
पतिव्रता स्त्रियों के जीवन चरित्र ...	1	2	0
स्त्री उपदेश ...	0	8	0
हरी कीर्तन हिंदी म० भगत राम ...	0	12	0
गोविंद विलास श्री स्वामी गोविंदानन्द जी (सजिल्द) ..	0	6	0
प्राचीन भक्त ...	0	8	0
भक्त सौरभ ...	0	5	0
भक्त सरोज ...	0	6	0
भक्तसुमन	0	6	0
प्रेमी भक्त उद्धव ...	0	3	0
महात्मा विदुर ...	0	3	6
भक्तराज ध्रुव ...	0	3	0
श्री राम चरित मानस			
(मूल गुटका) सजिल्द ...	0	8	0
दोहा वाली (सानुवाद) सजिल्द ...	0	8	0
राम वर्षा सजिल्द ...	1	8	0
श्रीमद्भगवद्गीता आर० राम नारायण स्वामी पृष्ठ १६२२ दो जिल्दों में ...	3	8	0

The following English Books can be had from the "OM" Office, Lahore.

—:o:—

(1) THE COMPLETE WORKS OF SWAMI RAM TIRATH.

"In Woods of God Realization."

Now published in eight volumes, of about 400 pages each, fine portraits and photos of Swami Rama, nice get up. Popular Edition, cloth bound, Re. 1/- per vol. and Rs. 7, net per set of 8 vols.

(2) VALMIKI RAMAYANA—Text in Devanagri and English translation by Prof. P. P. S. Sastri M. A. Price Rs. 1/4

(3) Philosophy of Love 1/-/-
(4) Mysticism in the Upnishads -/10/
(5) Divine Name and its Practice-/3/
(6) Wavelets of Bliss -/2/-

(7) LIFE AND TEACHING OF BUDHA—By. A. Dharmapala Price As. -/12/-

(8) THREE GREAT ACHARYAS-Sankara, Ramanuja and Madhwa. Price Rs. 2/-

(9) TEACHINGS OF ISA UPNISHAD—In the lights of Modern thoughts and Literature by L. Sain Das, M. A., (Calcutta)., B. A., (Cantab) Formerly Principal D.A.V. College, Lahore. Price Rs, 1/4/-

(10) VEDA VANI (Vol. 1) Hindi & English Swami Purnanand Ji,

(11) SPIRITUAL DOSES -by Parmsant Shahanshah Maharaj. Divine Prayer and teachings in God-sent enchanting verses. A true & easy ladder to salvation, Price sA. 4 (With translation in Urdu Verses As. 8)

(12) THE OHETRY AND PRACTICE OF YOGA—*To* see God, read theory & practice of Yoga by S. Sulakhan Singh. Price Rs. 2/- Postage extra.

(13) WORKS OF SWAMI VIVEKA—NANDA

(1) Bhakti Yoga Price As. -/12/-
(2) Karam Yoga " As. - 12/-
(3) Raj Yoga " Rs. 1/4/-
(4) Gyan Yoga " Rs. 1/12/-

(14) STORY OF MIRA BAI by Bankey Behari B.SC., LL.B. Advocate. -/13/-

(15) AT THE TOUCH OF THE PHILOSOPHER'S STONE -/9/-

(16) MIND ITS MYSTERIES AND CONTROL by Shri 108 Swami Shivanand Ji. Part I. -/8/- Part II. 1/0/0

(17) SONGS FROM BHARTRI HARI. -/8/-

(18) WAY TO GOD REALIZATION. -/4/-

(19) OUR PRESENT DAY EDUCATION. -/3/-

(20) THE IMMANENCE OF GOD. -/2/-

... MESSAGE -/-/9

